eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ

نورِ معرفت

جلد: 13 شمارہ: 3 مسلسل شمارہ: 57 جولائی تا ستمبر 2022ء

★ فیمینزم کی تاریخ اور اسباب
★ کتاب شناسی کی روش: تاریخ طبری - ایک نمونہ
★ تحریف عہدین پر قرآنی دلائل: ایک تنقیدی، تحلیلی جائزہ
★ قرآن اور حدیث کی روشنی میں نماز کے اجتماعی فوائد
★ واقعۂ کربلا کی اردو شعری ادبیات پر تاثیر (آزاد کشمیر کے تناظر میں)
★ نوجوانوں اور مساجد کے درمیان مؤثر رابطے میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل
★ حضرت موسیٰ(ع) و حضرت خضر(ع) کے واقعہ کی روشنی میں مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل

نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ لمیٹڈ، اسلام آباد

Indexed in

www.australianislamiclibrary.org/noor-e--marfat.html

https://iri.aiou.edu.pk/indexing/?page_id=37857

https://www.archive.org/details/@noor-e-marfat

https://www.tehqeeqat.org/urdu/journalDetails/132

https://www.ebsco.com/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

Applied for Indexation

https://www.brill.com

https://www.noormag.ir

https://www.almanhal.com

https://www.scienceopen.com

https://www.aiou.academia.edu/NooreMarfat

https://www.scholar.google.com/

Websites

http://nooremarfat.com

https://www .nmt.org.pk/

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ

نورِ معرفت

جلد: 13 شمارہ: 3 مسلسل شمارہ: 57

جولائی تا ستمبر 2022ء بمطابق ذوالحج تا صفر المظفر 1444ھ

Applied for Recognition by

Higher Education Commission, Pakistan

مدیر: ڈاکٹر محمد حسنین

ORCID iD: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: editor.nm@nmt.org.pk+noor.marfat@gmail.com

ناشر: نور تحقیق و ترقی پرائیویٹ لمیٹڈ، اسلام آباد

رجسٹریشن فیس پاکستان، انڈیا: 1000روپے؛ مڈل ایسٹ: 70ڈالرز؛ یورپ، امریکہ، کنیڈا: 150 ڈالرز۔

مدیر اعلیٰ و ناشر : **سید حسنین عباس گردیزی** چیئرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ، اسلام آباد۔

مجلس نظامت

مدیر	**ڈاکٹر محمد حسنین**	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ فلسفہ و کلام اسلامی، نور الہدیٰ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
معاون مدیر	**ڈاکٹر ندیم عباس بلوچ**	پی۔ ایچ۔ ڈی، اسلامک اسٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
معاون تحقیقی امور	**ڈاکٹر محمد نذیر اطلسی**	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ علوم قرآن، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ)، اسلام آباد۔
مشاور مدیر	**ڈاکٹر ساجد علی سبحانی**	پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ادبیات عرب،، جامعۃ الرضا (رجسٹرڈ) اسلام آباد۔
نگران فنی امور	**ڈاکٹر ذیشان علی**	پی۔ ایچ۔ ڈی، کمپیوٹر سائنسز۔
معاون فنی امور	**فہد عبید**	ایم۔ ایس (سی۔ ایس)

مجلس ادارت

ڈاکٹر حافظ محمد سجاد	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عائشہ رفیق	شعبۂ علوم اسلامی، گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ۔
ڈاکٹر عبدالباسط مجاہد	شعبۂ تاریخ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر روشن علی	شعبۂ علوم اسلامی، اسلام آباد ماڈل کالج فار بوائز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر کرم حسین ودھو	شعبۂ ثقافتِ اسلامی، ریجنل ڈائریکٹوریٹ آف کالجز، لاڑکانہ۔
ڈاکٹر علی رضا طاہر	شعبۂ فلسفہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
ڈاکٹر ذوالفقار علی	شعبۂ تاریخ، نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید نثار حسین ہمدانی	شعبۂ اقتصادیات (الٰہی اقتصادیات)، چیئرمین ہادی انسٹیٹیوٹ مظفرآباد، آزاد جموں و کشمیر۔

قومی مجلس مشاورت

ڈاکٹر ہمایوں عباس	شعبۂ علوم اسلامی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔
ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام	شعبۂ علوم اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر عافیہ مہدی	شعبۂ علوم اسلامی، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد۔
ڈاکٹر سید قندیل عباس	شعبۂ بین الاقوامی تعلقات، قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔
ڈاکٹر زاہد علی زہدی	شعبۂ علوم اسلامی، یونیورسٹی آف کراچی۔
ڈاکٹر محمد ریاض	شعبۂ علوم اسلامی، بلتستان یونیورسٹی، اسکردو۔
ڈاکٹر محمد شاکر	شعبۂ نفسیات اور انسانی ترقی، یونیورسٹی آف بہاولپور۔
ڈاکٹر محمد ندیم	شعبۂ ایجوکیشن، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاولپور۔
ڈاکٹر رازق حسین	نور الہدیٰ مرکز تحقیقات، اسلام آباد۔

بین الاقومی مجلس مشاورت

ڈاکٹر وارث متین مظاہری	شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ ہمدرد، نیو دلی، انڈیا۔
ڈاکٹر سید زوار حسین شاہ	شعبۂ علوم قرآنی و حدیث، انجمن حسینی، اوسلو، ناروے۔
ڈاکٹر سید عمار یاسر ہمدانی	شعبۂ قرآن و قانون، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران۔
ڈاکٹر غلام رضا جوادی	شعبۂ تاریخ، خاتم النبیینؐ یونیورسٹی، کابل، افغانستان۔
ڈاکٹر جابر محمدی	شعبۂ قرآن اور تربیتی علوم، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر غلام حسین میر	شعبۂ علوم تقابلی حدیث، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، قم، ایران۔
ڈاکٹر شہلا بختیاری	شعبۂ تاریخ اسلام، جامعۃ الزہرا، تہران، ایران۔
ڈاکٹر فیضان جعفر علی	اردو و فارسی تنظیم، پورہ معروف، ایم۔اے۔یو۔یو۔پی انڈیا۔

کمپوزنگ و ڈیزائننگ : بابر عباس

مقالات ارسال فرمائیں

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ "نور معرفت" دینی و سماجی علوم وموضوعات پر مقالات شائع کرتا ہے۔ یہ مجلّہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاشرتی رواداری اور ادیان ومذاہب کے درمیان تعمیری مکالمے کی فضا کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدل وانصاف پر مبنی عالمی اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے فکری بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اس مجلے کا ایک اہم ہدف، یونیورسٹیز اور دینی تعلیمی مراکز ومدارس کے اساتذہ اور طلاب کے درمیان تحقیقی ذوق بیدار کرنا اور ان کے تحقیقی آثار شائع کرنا ہے۔ ایسے مقالات کی اشاعت کو ترجیح دی جاتی ہے جو تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سالمیّت، ملّی یکجہتی اور مذہبی، سماجی رواداری اور محبت کو فروغ دیں اور عصر حاضر کے انسانوں کی عملی مشکلات کا راہ حل پیش کرتے ہوں۔

تفسیر و علوم قرآن، حدیث ورجال، فقہ واصول، فلسفہ وکلام، سیرت وتاریخ، تقابل ادیان، تعلیم وتربیت، ادبیات، عمرانیات، سیاسیات، اقبالیات، تہذیب وتمدن، اسلامی قوانین اور بطور کلی، کسی بھی موضوع پر اسلامی نکتۂ نگاہ سے لکھے گئے مقالات کی مجلّہ ہذا میں اشاعت بلامانع ہے۔ یہ مجلّہ علماء اور دانشور طبقہ کو دعوت دیتا ہے کہ وہ مجلّہ کے Scope کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اپنے قیمتی مقالات اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔ مقالات کی تدوین میں درج ذیل ویب لنک پر دی گئی ہدایات کی مکمل پابندی کی جائے:

https://nmt.org.pk/author-guidelines/

تمام مقالہ نگاروں سے گذارش ہے کہ اپنے مقالات درج ذیل ویب لنک پر Submit کروائیں:

https://nooremarfat.com/index.php/Noor-e-marfat/about/submissions

ضروری نوٹ:

مجلّہ نور معرفت میں شائع ہونے والے مقالات کے مندرجات کی ذمہ داری خود مقالہ نگاروں پر ہے۔

مجلّہ کا مقالات کے تمام مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

فہرست

صفحہ	مقالہ نگار	موضوع	نمبر شمار
6	مدیر	اداریہ	۱
10	ڈاکٹر ابو زینب	تحریف عہدین پر قرآنی دلائل: ایک تنقیدی، تحلیلی جائزہ	۲
41	ساجد محمود	قرآن اور حدیث کی روشنی میں نماز کے اجتماعی فوائد	۳
63	سید مصدق عباس	نوجوانوں اور مساجد کے درمیان مؤثر رابطے میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل	۴
84	ڈاکٹر میر یوسف میر	واقعۂ کربلا کی اردو شعری ادبیات پر تاثیر (آزاد کشمیر کے تناظر میں)	۵
101	سید زاہد عباس	فیمینزم کی تاریخ اور اسباب	۶
119	محمد کمیل بادامی	حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہا السلام کے واقعہ کی روشنی میں مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل	۷
140	ڈاکٹر ذوالفقار علی	کتاب شناسی کی روش: تاریخ طبری- ایک نمونہ	۸

اداریہ

سہ ماہی تحقیقی مجلّہ نورِ معرفت کا موجودہ شمارہ قدرے تاخیر کے ساتھ پیش خدمت ہے۔ یقیناً یہ تاخیر قارئین کے لئے مایۂ تشویش ہوگی۔ میں اس تاخیر کا جواز یہ پیش کروں گا کہ ہماری پہلی ترجیح قومی دھارے کے اندر رہ کر تحقیقی مطالب کو پیش کرنا ہے۔ جس کا ایک بہترین راستہ HEC کی جانب سے Recognition کے ساتھ مجلّہ کی اشاعت ہے۔ لیکن سال 23-2022 کے لئے ہماری رجسٹریشن کی درخواست ہنوز زیر غور ہے۔ یقیناً اس تاخیر سے محققین اور قارئین متاثر ہو رہے ہیں۔ ہم ایچ۔ای۔سی شعبہ ریسرچ اینڈ ڈیویلپمنٹ سے درخواست اور امید رکھتے ہیں کہ مجلّہ ہذا جیسے قومی مجلات کو Recognition دیتے ہوئے محققین اور یونیورسٹی کے طلباء کے لئے ریسرچ ورک میں سہولت فراہم کریں! انشاء اللہ جلد ہی ایسا ہی ہوگا۔

جہاں تک مجلّہ نور معرفت کے موجودہ شمارے کے مضامین اور مطالب کا تعلق ہے تو 57 ویں شمارے کا پہلا مقالہ " تحریف عہدین پر قرآنی دلائل: تنقیدی، تحلیلی جائزہ" کے عنوان پر مشتمل ہے۔ اس مقالہ میں عہدین (تورات و انجیل) کی تحریف پر قرآنی دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ نگار نے مربوط آیات اور ان کے ذیل میں مفسرین کی مختلف آراء کا حتی الامکان احاطہ کیا ہے۔ انہوں نے عہدین میں نقص اور اضافہ، دونوں معنی میں عہدین کی تحریف کا جائزہ لیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات سے عہدین کی اصطلاحی تحریف کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ قرآن مجید کی بعض آیات توریت و انجیل کو کتب ہدایت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ ہاں، اگر قرآنی آیات ان کتابوں کی تحریف پر دلالت کرتی بھی ہوں تو وہ ان کی معنوی تحریف پر دلالت ہوگی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب اپنی روزہ مرہ زندگی میں ان کتابوں سے اپنی مرضی کے مطالب اخذ کرتے تھے اور اپنے دنیاوی مطالب کے حصول کی غرض سے ان مطالب کو ان کتابوں اور درنتیجہ خدا کی طرف نسبت دیتے تھے؛ لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تورات اور انجیل میں لفظی تحریف ہوئی ہے۔

اس شمارے کا دوسرا مقالہ "قرآن اور حدیث کی روشنی میں نماز کے اجتماعی فوائد" کے عنوان سے مزین ہے۔ اس مقالہ کے مطابق نماز کی حکمت یہ ہے کہ انسان کو شائستہ اور اچھی خصوصیات کی سمت ہدایت کرتی ہے۔ نماز نہ صرف خداوند کریم سے قرب اور نزدیکی کا تحفہ لاتی ہے، بلکہ یہ ایک ایسا اعلی ترین مذہبی فریضہ ہے جو معاشرے کی اجتماعی فکر و بصیرت اور نوجوانوں اور بچوں کے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نمازی معاشرہ آہستہ آہستہ کمال اور سعادت کی جانب بڑھتا ہے۔ اس مقالہ کے مطابق نماز جو اپنے دامن میں انفرادی، معاشرتی، سیاسی، دنیوی اور اخروی فوائد اور برکات سمیٹے ہوئے ہے۔ نماز، انسانی قلوب کو ملانے اور مؤمنین کے درمیان ہمدلی اور بھائی چارہ

پیدا کرنے کا سبب ہے۔ نیک دوستوں سے دوستی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی تبلیغ اور سیاسی معاملات میں تبدیلی اور دینی اقتدار کے ایجاد کی باعث ہے۔ نماز کے انہی فوائد کے پیش نظر یہ فریضہ واجب ہوااور اولیاء الٰہی نے اسے اپنی اہم ترین سفارش کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

اِس شمارے کا تیسرا مقالہ بھی مسجد اور نماز سے مربوط ہے۔ "نوجوانوں اور مساجد کے درمیان مؤثر رابطے میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل" کے عنوان کے تحت اس مقالہ کا دعویٰ یہ ہے کہ مساجد، اسلامی معاشرے کی نہ صرف دینی بلکہ معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، علمی وتربیتی اور رفاہی تربیت اور قیادت کا مرکز ہیں اور نماز ایک ایسی عبادت ہے جو یوں تو ہر انسان، لیکن خصوصی طور پر نوجوانوں کے قلوب کو نورانیت عطا کرتی ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق، مساجد اسلامی معاشرے میں دل کی سی حیثیت رکھتی ہیں۔ مساجد کی برکت سے پورے معاشرے کی رگوں میں علم، تربیت اور راہنمائی کا خون دوڑتا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے عصر حاضر میں نوجوان نسل کا مساجد سے کوئی گہرا ربط نہیں ہے۔ بلکہ مساجد اور نوجوانوں کے درمیان مؤثر تعلق میں متعدد رکاوٹوں حائل ہیں۔

مقالہ ہٰذا میں آئمہ جماعت اور مومنین کا مساجد میں مناسب تعلیم وتربیت، معنوی، روحانی اور ورزشی ماحول کے فقدان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو نوجوان اور مسجد کے درمیان فاصلے کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح تمام عناصر جو مساجد اور عبادات پر تاثیر گزار ہیں مثلاً مساجد کا شہروں سے زیادہ فاصلے پر ہونا، مسجد کی ظاہری ساخت اور مناسب حفظان صحت کی کمی وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس مقالہ میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ موجودہ عصر میں جس میں نوجوان نسل میں انارکی اور افراتفری کا شکار ہے؛ معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور جنسی جرائم عام ہو رہے ہیں، اس دور میں ضروری ہے کہ نوجوان نسل اور مساجد کے درمیان رابطہ استوار کیا جائے اور مساجد کے ماحول کو حتی الامکان تنگ نظری، مذہبی شدت پسندی، تعصب اور عدم برداشت کے رجحانات سے پاک کرنے کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ جاذب بنایا جائے۔ مساجد کو تعلیمی اور ثقافتی مراکز کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔

"واقعۂ کربلا کی اردو شعری ادبیات پر تاثیر: آزاد کشمیر کے تناظر میں" کے عنوان کے تحت مجلّہ نور معرفت کے موجودہ شمارے کا چوتھا مقالہ جہاں مظلومِ کربلا، سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی بے مثال قربانی اور جہاد کی یاد دلاتا ہے، وہاں یہ مقالہ کشمیر کی موجودہ کربلا کی طرف بھی اہل عالم کی توجہ جذب کرتا ہے۔ یہ مقالہ آزاد کشمیر کے ادبی پس منظر کو اجاگر کرتا ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق اس خطہ میں اردو شاعری کی روایت تین صدیوں پر محیط ہے۔ اردو شاعری کی تمام اصناف پر واقعہ کربلا کی ایک مخصوص تاثیر حاکم رہی ہے اور آزاد کشمیر کے شعراء نے اپنی غزل، منقبت، سلام، مرثیہ، نظم، رباعیات، قطعوں اور دیگر اصناف میں واقعہ کربلا کے دوام و عروج کو موضوع بنا کر کربلا کو سفینہ نجات قرار دیا ہے جس کے نتیجے میں واقعہ کربلا نے اہل کشمیر کو استبدادی اور استعماری

حکمرانوں کے خلاف انقلابی جدوجہد کا جذبہ مہیا کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ کشمیر کی دردناک صورت حال کو دیکھ کر یہاں کے شعرا کو سانحہ کربلا کی ایک دم یاد آجاتی ہے۔

اس شمارے کے پانچویں مقالے "فیمینزم کی تاریخ اور اسباب" پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس مقالہ کے مطابق، فیمینزم کی تحریک کی نشات کا اصل موجب مغربی دنیا میں اکثر تاریخی ادوار میں خواتین کی بے بسی، درماندگی، بیچارگی اور نامناسب حالت تھی۔

اس مقالہ میں فیمینزم کی تشکیل کے مراحل کو تاریخی طور پر تین اَدوار اور اَمواج میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں یہ نتیجہ لیا گیا ہے کہ فیمینزم کی تحریک، عصر حاضر کی ایک اہم ترین تحریک ہےجو خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کے خاتمے کا مطالبہ کرتی ہے۔ لیکن اگر اس تحریک کے علمبرداروں کے فکر و عمل کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ فمینزم کی تحریک جن بنیادوں پر خواتین کے حقوق کا دعویٰ کرتی ہے وہ اصول عورت کی بحثیت انسان عزت اور وقار سے ہماہنگ نہیں ہیں ۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مسلم ممالک خواتین کی عزت و وقار اور ان کی سیاسی، سماجی فعالیت کے لئے وہ ماحول فراہم کریں جو اسلامی عورت کو عطا کرتا ہے اور یورپ سے درآمدہ فیمینزم کی ثقافتی یلغار سے بچنے کا بندوبست کریں۔

اس شمارے کا چھٹا مقالہ "حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کی روشنی میں مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل" کے عنوان کے تحت تعلیم و تربیت کے باب میں راہگشا مطالب پر مشتمل ہے۔ اس مقالے کی تحریر کا مقصد تربیت اساتذہ کا ایک ایسا ماڈل دریافت کرنا ہے جس کی بنیاد پر مربی اساتذہ کا درست انتخاب ممکن ہو اور مربی اساتذہ اپنی صلاحیت میں صحیح سمت میں اضافہ کرسکیں۔ اس مقالہ کے مطابق حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے قرآنی واقعہ میں مربی اساتذہ کی تین عمدہ خصوصیات یعنی عبودیت، شرح صدر اور خاص علم بیان کی گئی ہیں۔

لہٰذا مقالہ ہٰذا میں عبودیت کے بنیادی عناصر کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز شرح صدر اور خاص علم کے عناوین کی بھی تسلی بخش توضیح پیش کی گئی ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق مربی اساتذہ کی تربیت کے معاملے میں اسلام کا نظریہ، مابعد جدیدیت کے نظریہ سے مختلف ہے۔ اس نظریہ کی انفرادی خصوصیات کو حضرت موسی و خضر علیہما السلام کے واقعہ میں بخوبی دریافت کیا جاسکتا ہے۔ اس واقعہ سے ہدایت پاتے ہوئے مربی اساتذہ، اساتید کی ظرفیت بڑھاتے ہیں۔ مربی اساتذہ میں شرح صدر جیسی خصوصیت پیدا کرتے ہیں جو اساتذہ میں قوت اور برداشت بڑھاتی ہے اور شرح صدر بذات خود اساتذہ کے لئے "خاص علم" کے حصول کے مقدمات فراہم کرتا ہے۔ یعنی وہ بلاواسطہ خدا سے علم حاصل کرسکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مربی کو اس علم کی تگ و دو میں رہنا چاہیے کیونکہ اساتذہ کو اس علم کی تعلیم دے جس سے وہ بہرہ نہ ہوئے ہوں یا جن میں ان کی عقل کی نشو نما ہو تاکہ وہ اس قابل بن سکے

کہ طالب علموں کی بہتر طریقہ سے تربیت کر سکے۔

موجودہ شمارے کاآخری مقالہ "کتاب شناسی کی روش: تاریخ طبری- ایک نمونہ "کے عنوان کے تحت منبع یا کتاب شناسی کی روش اور Methodology پر بحث کرتا ہے۔ اس مقالہ کے مطابق کتاب شناسی میں اس بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ تمام علوم وفنون میں چند کتابیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، جنہیں درجہ اول کے منابع یا (First Hand Sources) یا حوالہ جاتی کتب (Reference Books) کہا جاتا ہے۔ یہی کتابیں اس شعبہ علم و فن سے منسلک طالب علم کی اولین ضرورت ہوتی ہیں۔ اس لیے پہلے مرحلے میں ایسی کتب کی شناخت، آگاہی اور ان کے حصول کی تگ ودو کرنی چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ مقالہ نگار کے مطابق کسی بھی فن کی کتاب کے تعارف میں کتاب کا اجمالی تعارف، کتاب کے مطالب، عنوان، موضوع، منابع، مطالب ترتیب و تقسیم بندی، مطالب کی کیفیت اور سطح کا بیان اور کتاب کی طباعت بیان کی جائے۔ اس کے علاوہ ضروری ہے کہ کتاب شناسی میں مؤلف کے تعارف، مولف کے آثار اور تالیفات اور پیش نظر کتاب کی تالیف کے بارے میں مولف کا انگیزہ اور تالیف کے اسباب بیان کیے جائیں۔ کتاب کی نوع اور روش تالیف بیان کی جائے، کتاب کے بنیادی ماخذ اور منابع اور ان کی حیثیت اجاگر کی جائے۔ کتاب کے مطالب، کتاب کی مختلف جلدوں اور اس کی طباعت اور مطبوعہ نسخوں کے بارے میں حتی الامکان میسر معلومات فراہم کی جائیں۔ اس مقالے کا حسن یہ ہے کہ مولف نے تاریخ طبری کے تعارف کے ضمن میں کتاب شناسی کے تمام عمدہ اصول اور روش کا عملی نمونہ پیش کیا ہے۔

یقینا 7 علمی، تحقیقی مقالات پر حاوی مجلّہ نور معرفت کا یہ 57واں شمارہ ہمارے قارئین کی علمی پیاس کی تسکین کا موجب ہوگا اور ان شاء اللہ ہماری یہ کاوش مقالہ نگاروں اور مجلّہ کی ٹیم کے لئے مایۂ اجر و ثواب اور قارئین کے لئے مایۂ علم و معرفت قرار پائے گی۔

مدیر مجلّہ،
ڈاکٹر محمد حسنین نادرؔ

تحریف عہدین پر قرآنی دلائل: ایک تنقیدی، تحلیلی جائزہ

Qur'anic Arguments on the Distortion of The Torah & Gospel, An Analytic Study

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Abu Zainab
Mustafa Internation University, Islamabad.
E-mail: mnatlasi1967@gmail.com

Engineer Muhammad Ismael
Mountain I/9, Islamabad.
E-mail: miatlasi17@gmail.com

Abstract: This writing is about one of the important topics of the modern era with heading "the distortion of *Ahdain* and Qur'anic manuscripts." Some significant points were mentioned in the beginning as the preface and prelude of this writing and then the distorted verses were presented including the viewpoint of the experts of explanation, and the supposition and assumption of the distortion of words in bible. The conclusion is that the verses of distortion are not about the distortion of words in the sacred books but there are verses which stand right against the verses of distortion and introduce the sacred books as light and guidance giving, and the verses of distortion explain something else rather than the distortion of words.

Keywords: Quran, Bible, verses, distortion, Ahdean

خلاصہ

مقالہ حاضر ایک اہم اور مضامین روز میں سے ایک موضوع ہے، جو عنوان "تحریف عہدین پر موجود دلیل قرآنی کا تنقیدی و تحلیلی جائزہ" کے تحت میں بیان کیا گیا ہے، البتہ اس بات سے قطع نظر کہ عہدین کی تحریف پر کوئی اور دلیل موجود ہے یا نہیں۔ اس مقالہ میں سب سے پہلے آیات تحریف کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد مفسرین کی مختلف آراء کو جو ان آیات کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کو لایا گیا ہے نیز احتمال تحریف اصطلاحی جو نقیصہ اور زیادتی سے عبارت ہے کو مورد مناقشہ قرار دیا گیا ہے، اور مقالہ اس نتیجہ تک پہنچتا ہے کہ قرآن مجید میں آیات تحریف کسی صورت تحریف اصطلاحی عہدین کی اثبات کے پیچھے نہیں ہے۔ بطور مجموع ہمارے پاس ایسی کوئی صریح آیت نہیں جو عہدین کی اصطلاحی تحریف پر دلالت کرے، علاوہ ازیں قرآن مجید میں کچھ ایسی آیات بھی موجود ہیں جو مقابل آیات تحریف کے کتاب توریت و انجیل کو نور اور ھدایت گر معرفی کرتی ہیں، آخر امر میں اس طرح کی آیات اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ آیات ذیل الذکر تحریف اصطلاحی کے علاوہ اور اہداف کی اثبات کے پیچھے ہے۔ مقالہ حاضر چونکہ ایک موضوع تاریخی اور عقیدتی ہے لہٰذا اس مقالہ کی روش، روش کتابخانہ پر مشتمل ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن، تحریف، تورات، انجیل، کتاب مقدس۔

مقدمہ

علوم قرآنی کے ماہرین اور شیعہ، سنی مفسرین کا خیال ہے کہ تورات و انجیل میں لفظی تحریف ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے کئی دلائل پیش کیے ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل قرآن مجید کی چند آیات ہیں۔ لیکن دوسری طرف بہت سی آیات میں مذکورہ دو کتابوں کے معتبر ہونے کے شواہد بھی موجود ہیں اور اہل کتاب کو ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر بعض آیات میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کو واقعی اور قطعی مطالب پر مشتمل قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ اللهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (9:111) ترجمہ: "بے شک اللہ نے اہلِ ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال، ان کے لئے جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں، سو وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ تَورات، انجیل اور قرآن میں یہ اللہ کا پختہ وعدہ ہے اور کون اپنے وعدہ کو اللہ سے زیادہ پورا کرنے والا ہے؟ سو (ایمان والو!) تم اپنے سودے پر خوشیاں مناؤ جس کے عوض تم نے (جان ومال کو) بیچا ہے، اور یہی تو زبردست کامیابی ہے۔"

اس طرح کی آیات کا قرآن مجید میں پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ مذکورہ کتابوں میں حتی جزئی تحریف تک ممکن نہیں چونکہ تحریف ان کتابوں کو قابل استناد ہونے سے روک دے گی۔ اور یہ مطلب ان آیات کے ساتھ جن سے عہدین کی لفظی تحریف کا نتیجہ لیا گیا ہے، سازگار نہیں ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عہدین کی لفظی تحریف کی دلیل کے طور پر لائی گئی آیات کو نئے سرے سے پرکھا جائے کہ آیا واقعا ان آیات سے عہدین کی لفظی تحریف ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

کتاب مقدس کا مختصر تعارف

وہ کتابیں اور نوشتہ جات جو مسیحیوں کے عقیدہ میں مقدس سمجھی جاتی ہیں انہیں کتاب مقدس کہا جاتا ہے۔ کتاب مقدس بنیاد مسیحیت میں منبعہ دست اول سمجھا جاتا ہے۔ آج یورپ کے مختلف ممالک اور زبانوں میں کتاب مقدس کا رائج نام بائیبل ہے جس کا معنی کتاب ہے۔ کتاب مقدس کو عیسائی دانشور دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: ۱۔ عہد عتیق؛ ۲۔ عہد جدید۔ بائیبل دونوں حصوں یعنی عہدِ جدید اور قدیم پر مشتمل ہے اور مسیحیت میں یہ دونوں حصے مقدس ہیں لیکن یہودی عہد جدید پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کی کتاب مقدس صرف عہد عتیق

ہے۔عہد عتیق ملت یہود کی مقدس کتاب ہے جو کتاب مقدس عبرانی کے نام سے بھی موسوم ہے۔ یہودیوں کی کتاب مقدس میں آیا ہے: "عہد وہ رابطہ ہے جسے خدا نے لوگوں کے ساتھ برقرار کیاہے۔ مبشر قدیمی مسیحیت جناب پولس مسیحی مومنوں کو (اعضاء جدید) سے یاد کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتابوں (یعنی یہودیوں کی مقدس کتاب) کو عہد عتیق نام دیتا ہے، یہ اصطلاح کتاب آرمیا (۳۱:۳۱) میں اس طرح سے آئی ہے: "ابھی ایسے دن آئیں گے کہ میں خاندان اسرائیل اور خاندان یہودا سے عہد تازہ (جدید) باندھوں گا"[1] عہد عتیق یا قدیم بطور کلی تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الف) تورات

یہ حصہ اسفار خمسہ یا (پینتا تیوک)[2] کے نام سے معروف ہے۔ان اسفار کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔ سفر آفرینش؛ ۲۔ سفر خروج؛ ۳۔ سفر لاویان؛ ۴۔ سفر اعداد؛ ۵۔ سفر تثنیہ

ب) نبوییم

یہ حصہ ۱۷ انبوات یا پیغمبران بنی اسرائیل کی کتابوں کے مجموعہ سے معروف ہے۔

ج) کتوبیم

یہ کتاب یہودی مصنفین کے آثار پر مشتمل ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اجتماعی و عقیدتی تحولات کی تاریخ پر لکھی گئی ہے۔ اس حصہ کو (کتاب تاریخ وداوری) کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔[3]

یہاں یہ نکتہ قابل ذکر ہے کہ مذکورہ ساری کتابیں مختلف یہودی فرقوں میں مقدس، آسمانی اور مورد قبول نہیں ہیں جس طرح فرقہ سامرائیوں کے نزدیک فقط حضرت موسیٰؑ کے اسفار خمسہ، یوشع نبیؑ کی کتاب، اور بنی اسرائیل کی کتاب قضات کو معتبر جانتے ہیں اور عہد عتیق کے باقی سارے حصے ان کے ہاں معتبر نہیں ہیں اسی طرح عرب زبان یہودیوں کے نزدیک عہد عتیق کا فقط نسخہ سبعینی قابل قبول ہے۔ وہ فقط اسی کو مقدس مانتے ہیں، البتہ مسیحی پوری عہد عتیق کو مقدس سمجھتے ہیں۔[4]

عہد جدید

عہدِ جدید کا مطلب نیا اور تازہ پیان ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالی نے نئے سرے سے نجات کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا انتخاب فرمایا۔[5] رسالہ اول قرینتیان (۱۱:۲۵) میں آیا ہے: "اسی طرح عیسیٰؑ نے پیالہ کو شام کے بعد لیا اور کہا: یہ پیالہ عہد جدید ہے میرے خون میں" (رسالہ اول بہ قرینتیان (۱۱:۲۵) صدرِ مسیحیت میں عہد جدید یا پیمان تازہ کی ایک ہی اصلاحی رائج تھی لیکن اب عہد جدید دو حصوں سے تشکیل پایا ہے:

الف) اسفار تاریخی جو زندگی حضرت عیسیٰؑ حواریوں اور اناجیل پر مشتمل ہے۔

ب) اصول عقائد اور مسیحی نظریات پر مشتمل لکھے گئے مکتوبات جنہیں کلیسا کے رہبروں نے مختلف کلیساوں کے لئے لکھا ہے۔

اناجیل اربعہ

انجیل کا معنی اچھی خبر ہے۔اناجیل یعنی اچھی خبریں۔انجیل اربعہ چار کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جن میں سے ہر ایک خاص مضامین پر مشتمل ہے۔ان کا اجمالی تعارف درج ذیل ہے:

۱۔انجیل متی

اس میں حضرت عیسیٰؑ کی نجات دہندہ کے عنوان سے داستان رقم ہے جو باکرہ مریمؑ کی روح القدس کے توسط سے حاملگی سے لے کر اس کے ظہور تک اور پھر قیامت کے بعد کے حالات پر مشتمل ہے۔

۲۔انجیل مرقس

اس انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی تعمید کی داستان سے لے کر اس کے دوبارہ اٹھائے جانے تک کی بات بیان ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰؑ کو غیر یہودی منجی امت کے نجات دہندہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

۳۔انجیل لوقا

انجیل لوقا بھی حضرت عیسیٰؑ کو امتوں کے منجی ہونے کے طور پر پیش کرتی ہے۔اور ایک ثانوی موضوع کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور وہ بے کَج خدا کی توجہ بیچاروں کی طرف ہے۔ ان تینوں اناجیل کے مضامین چونکہ باہم متوازی ہیں، اس لئے یہ تینوں اناجیل (ہم دید) کے نام سے مشہور ہیں۔

۴۔انجیل یوحنا

اس انجیل میں داستان عیسیٰؑ کو خدا کے جوادنی بیٹے کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو زمین پر آیا ہے تاکہ خدا کی جلالت کو حیات، موت اور قیامت کے دن مردوں کو بتلادیں گے۔

اناجیل اربعہ کے بعد (اعمال رسولان) کا درجہ آتا ہے۔

نظریہ تحریف اصطلاحی تورات وانجیل پر قرآنی دلائل

جو لوگ عہدین کی لفظی تحریف کے قائل ہوئے ہیں ان کے من جملہ دلائل میں سے ایک دلیل چند قرآنی آیات ہیں۔ذیل میں ان آیات کی عہدین کی تحریف پر دلالت کو مورد تجزیہ قرار دیا گیا ہے۔

پہلی آیت

سورہ مائدہ کی آیت نمبر۴۱: يَآاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَايَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۛ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۖ يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَٰذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (41:5) ترجمہ: "اے رسول! اس بات سے آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں کہ کچھ لوگ کفر اختیار کرنے میں بڑی تیزی دکھاتے ہیں وہ خواہ ان لوگوں میں سے ہوں جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لا چکے ہیں جب کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور خواہ ان لوگوں میں سے ہوں جو یہودی بن گئے ہیں، یہ لوگ جھوٹ (بولنے) کے لئے جاسوسی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں (کو گمراہ کرنے) کے لئے جاسوسی کرتے ہیں جو ابھی آپ کے دیدار کے لئے نہیں آئے، وہ کلام کو صحیح معنوں سے پھیرتے ہیں اور کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ حکم ملا تو مانو، نہیں ملا تو بچے رہو، جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اسے بچانے کے لئے اللہ نے آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنا ہی نہیں چاہا، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں عذاب عظیم ہے"۔

بہت سارے مفسرین اور مترجمین قرآن نے اس آیت کے جملہ "یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ ۖ" سے استفادہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ جملہ کچھ یہودیوں کی طرف سے تورات کے تحریف کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ یہودیوں نے زانی اور زانیہ کا حکم جو تورات میں رجم تھا اس کو چالیس کوڑے مارنے میں تبدیل کر دیا تھا۔[6] لیکن جب ہم مفسرین کے کلمات پر جو اس آیت کی ذیل میں بیان ہوئے ہیں پر نظر دوڑاتے ہیں تو بہت سے احتمالات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ذیل میں ان احتمالات کو جنہیں مفسرین نے بیان کیا ہے ذکر کرتے ہیں:

1. "یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ" یعنی "حیث وضعوا الجلد مکان الرجم" یعنی جلد (کوڑوں) کو رجم کے جگہ قرار دئے ہیں اس بنا پر تحریف سے مراد تحریف جلد بر رجم ہے۔
2. ﴿یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ﴾ اس جملے سے مراد یہ ہے یہودیوں کے احبار نے اپنے اذناب (عوام الناس) کو یہ بتا کر پیغمبر گرامی ﷺ کے پاس بھیجا تھا کہ محمد ﷺ نے زانی اور زانیہ کے متعلق اگر ہمارے تحریف شدہ احکام کے مطابق فتوی دے دیں تو اسے قبول کرو ورنہ قبول نہ کرو۔[7] (یعنی ہماری خواہش اور مرضی کے مطابق فتوی دے تو قبول کریں در غیر این صورت قبول نہ کریں)
3. ﴿یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ﴾ سے مراد باطل میں تاویل کرنے کے ہے[8]۔ یعنی معنی میں تحریف کرنا مراد و مقصود ہے۔

4. (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ) تحریف سے مراد اپنے موضع، مقام اور منزلت سے دور کرنے اور بھلادینے کے معنی میں ہے اور یہ معنی عام ہے اس بات سے کہ تحریف چاہے الفاظ میں ہو یا اس کے معنی و مفہوم کی صورت میں ہو۔ دراصل یہ بعنوان تاویل و تفسیر کی شکل میں ہے جو تغییر و تبدیل سے ہٹ کر ہے۔[9]

5. (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ) سے مراد قصاص کی جگہ دیت کا حکم لگادینا ہے۔[10]

6. (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ) کے جملے سے مراد، تورات کو تبدیل کرنا ہے۔ یعنی وہ تورات میں جو حلال تھا سے حرام اور جو حرام تھا اسے حلال لکھتے تھے۔[11]

7. (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ) میں تحریف سے مراد یہودیوں کا تورات کی تحریف کے علاوہ پیغمبرﷺ کے کلمات کو بھی تحریف اور تبدیل کرنے کے معنی میں ہے۔[12]

8. (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ) اس میں تحریف سے مراد تحریف اصطلاحی و لفظی ہے چونکہ یہود تورات میں کم وزیادہ کرتے تھے اور یوں تورات کو تبدیل کرتے تھے۔[13]

تنقیدی جائزہ

جب مذکورہ احتمالات کو جو آیت کی تفسیر میں دئے گئے ہیں ملاحظہ کرتے ہیں تو لا اقل یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ) سے تحریف اصطلاحی و لفظی مراد نہیں ہے۔ کیونکہ معنی اصطلاحی و لفظی تحریف جو کم و زیادتی سے عبارت ہے آیت کے سیاق اور اس کے شان نزول کے ساتھ سازگاری نہیں رکھتا۔ یہاں یہ کہنا ممکن ہے کہ آخری احتمال کے علاوہ مذکورہ سب احتمالات میں (يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ) سے باطل اور غلط تاویل کرنا مراد لیا گیا ہے جو کہ معنوی تحریف کی طرف اشارہ ہے۔ نہ کہ لفظی تحریف اور کمی یا زیادتی کے ساتھ۔ اس کے علاوہ جو شان نزول اس آیت کے بارے میں شیعہ اور سنی طریقوں سے مختصر تفاوت کے ساتھ نقل ہوئی ہے اس شان نزول میں جو سوال و جواب پیغمبر اسلامﷺ اور ابن صوریا (دانشمندان یہود میں سے ایک) کے درمیان واقعہ پذیر ہوا تھا، اس میں ابن صوریا نے بھی حکم رجم کو جو تورات میں آیا ہے کی تائید کی ہے۔[14] ابن صوریہ کی تائید اس بات کی دلیل ہے کہ کم از کم بعض یہودیوں نے تورات کی آیات میں تحریف نہیں کی۔ اس سے اس مطلب کی تائید ہوتی ہے وہ حدیث جو اہل سنت منابع میں نقل ہوئی ہے اس روایت میں عبد اللہ ابن سلام یہودی گروہ کو جو زناکار کے لئے حکم رجم سے منکر تھے تورات سے آیت رجم کے ذریعے استناد کرتے ہوئے تورات سے ہی حکم رجم کو ثابت کیا۔ اس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ قرآن جس تحریف کی بات کرتا ہے کم از کم اس

سے تحریف لفظی (نقیصہ وزیادہ) مراد نہیں ہے۔ ممکن ہے یہاں تحریف سے مراد اپنی مرضی کے معنی میں تاویل کرنا ہو۔ اور یہودی یہ کام کثرت کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

دوسری آیت

بعض دوسرے مفسرین اور ماہرین علوم قرآن نے توریت اور انجیل کی اصطلاحی تحریف کے اثبات کے لئے سورہ نساء کی آیت ۴۶ سے استدلال کیا ہے: مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ترجمہ: ”یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور نہ مانا اور سنو (لیکن) تیری بات نہ سنی جائے اور اپنی زبانوں کو مروڑ کر دین پر طعن کرتے ہوئے کہتے ہیں: [رَاعِنَا] اور اگر وہ کہتے: ہم نے سنا اور مان لیا اور سنیے ہم پر نظر کیجیے تو یہ ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے اس لیے سوائے تھوڑے لوگوں کے وہ ایمان نہیں لاتے۔“

مفسرین کے ایک گروہ نے مذکورہ آیت سے توریت و انجیل کے لئے اصطلاحی تحریف کو ثابت کرنے پر استدلال کیا ہے۔ لیکن اس آیت کی تفسیر میں بھی مختلف احتمال پائے جاتے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ آیت میں موجود جملہ «يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ» سے تورات کی لفظی و اصطلاحی تحریف مراد ہے۔[15]

۲۔ اس جملے سے مراد یہ ہے کہ یہود صفات پیغمبر جو توریت میں موجود تھیں کو چھپاتے یا جابجا اور توڑ موڑ کر پیش کیا کرتے تھے۔[16]

۳۔ اس جملے سے مراد وہ یہودی ہیں جو توریت کی نادرست اور غلط طریقے سے تاویل اور تفسیر کیا کرتے تھے۔ اور اس سے مراد وہی معنوی تحریف ہے جو بعض یہودی روا رکھتے تھے۔[17]

۴۔ اس جملہ «يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ» سے مراد یہودیوں کا توریت کے بعض فرامین و کلمات سے سوء استفادہ کرنا ہے۔ وہ کلمات سے کھیلتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں کا تمسخر اور مزاق اڑایا کرتے تھے اور ان کلمات کی غلط استعمال سے ان کی حتی توہین کیا کرتے تھے۔[18] کلمہ (راعنا) عربی زبان میں ہماری رعایت کرو کے معنی میں ہے اس کلمہ کو مسلمان کثرت کے ساتھ پیغمبر ﷺ کی نسبت استعمال کیا کرتے تھے۔ یہودی بھی پیغمبر ﷺ کے لئے یہ کلمات استعمال کرتے تھے لیکن وہ اس کلمہ سے عبری کا ایک برا معنی مد نظر رکھتے تھے۔ جس کا معنی "ہمیں بے وقوف بناؤ" ہوتا تھا۔[19]

تنقیدی جائزہ

جب ہم مفسرین کی آراء تفسیری کو جو اس آیت کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں کو یک جا کر کے ملاحظہ کرتے ہیں تو ان میں سے ایک نظریہ کے علاوہ سب نظریات اصطلاحی تحریف سے بالکل بے گانہ ہیں۔ ان احتمالات کو سامنے رکھتے ہوئے حتمی طور پر نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہاں تحریف سے مراد اصطلاحی تحریف، یعنی ان کتب کے متن میں کمی یا زیادتی مراد ہے۔ البتہ یہ بات مخفی نہ رہے ان آراء اور احتمالات میں سے تیسرا احتمال بھی قابل انکار نہیں ہے جس کی تفصیل سابقہ آیت پر بحث کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

ان احتمالات میں چوتھا احتمال آیت کے ظاہر سے زیادہ ہماہنگ ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہودی توریت کے کلمات سے کھیلتے ہوئے ان سے سوء استفادہ کیا کرتے تھے اور یوں پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کی توہین کیا کرتے تھے۔ تاریخی شواہد اور روایات بھی اسی احتمال کی تائید کرتی ہیں۔ امام موسی بن جعفر علیہ السلام کی وہ روایت جو التفسیر المنسوب الی الامام العسکریؑ میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں نقل ہوئی ہے، وہ بھی اسی چوتھے احتمال کی تائید کرتی ہے۔[20] اس نقل میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ آیا ہے کہ کلمہ (راعنا) کو مسلمان پیغمبر ﷺ کو بولتے تھے اور اس کلمے سے ان کا مراد یہ ہوتا تھا کہ پیغمبر ہمارے مراقب رہیں اور ہم پر توجہ دیں۔ لیکن یہودی اس کلمہ سے ایک غلط اور برا معنی ارادہ کرتے تھے۔ یہودی کلمہ (راعنا) کو مادہ (ر ع ی) سے لینے کے بجائے مادہ (رعونت) سے لیتے تھے جس کا معنی "ہمیں احمق و بے وقوف بناؤ" کے ہوتا تھا اور وہ کلمہ راعنا سے یہی معنی مراد لیتے تھے یوں وہ اس غلط استعمال کے ذریعے پیغمبر ﷺ اور ان کے اصحاب کی توہین کرتے تھے۔ یہودیوں کا کہنا تھا ہم پہلے پیغمبر اسلام ﷺ کی چھپ چھپا کر توہین کرتے تھے لیکن اب اس طرح کے کلمات کے ذریعے چھپنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس موقعہ پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

تیسری آیت

کتاب مقدس میں اصطلاحی تحریف کو ثابت کرنے کے لئے تیسری آیت جس سے استدلال کیا گیا ہے، سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۳ ہے:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (13:5) ترجمہ: "پس ان کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت بھیجی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا، یہ لوگ (کتاب اللہ کے) کلمات کو اپنی جگہ سے الٹ پھیر کر دیتے ہیں اور انہیں جو نصیحت کی گئی تھی وہ اس کا

ایک حصہ بھول گئے اور آئے دن ان کی کسی خیانت پر آپ آگاہ ہو رہے ہیں البتہ ان میں سے تھوڑے لوگ ایسے نہیں ہیں، لہٰذا ان سے در گزر کیجیے اور معاف کر دیجئے، بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

بعض مفسرین نے آیت مجیدہ کے جملہ (يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ) سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آیت کا یہ حصہ بعض یہودیوں کی طرف سے توریت کی تحریف میں ظہور رکھتا ہے لیکن دوسرے مفسرین کی تفسیری آراء پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی سابقہ آیات کی طرح کتاب مقدس کی اصطلاحی تحریف پر دلالت نہیں کرتی۔اس آیت سے مفسرین نے درج ذیل مقانی اخذ کیے ہیں:

۱۔(يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ) سے مراد تورات کے کلام کو بدلتے تھے کہ جس میں منجملہ حضرت محمد ﷺ کی نعت اور صفات شامل تھیں اور (عَنْ مَّوَاضِعِهٖ) سے مراد حکم تورات کو فاسد تاویلات سے بدلنا ہے۔[21]

۲۔ بعض نے اس آیت سے تورات کی تحریف لفظی کو سمجھا ہے (مراد لیا ہے) اس معنی پر کہ کلام خدا میں سے جو ان کے دل کو نہ بھایا اسے ہٹا دیا اور جن چیزوں سے ان کو لگاؤ تھا اپنی طرف سے اس میں اضافہ کر دیا اور کلام خدا کو جا بجا کر دیتے تھے۔[22]

۳۔ بعض نے (میثاق) کو میثاقِ غدیر، (تحریف) کو امام علیؑ کی حق تلفی اور لفظ (کلم) کو امام علیؑ سے تفسیر کیا ہے۔[23]

۴۔ بیشتر مفسرین نے تحریف کو معنوی تاویل و تحریف کے معنی میں لیا ہے۔یعنی کلام کی ایسی تفسیر کرتے تھے کہ وہ صاحب کلام کا مقصود و معنی نہ ہوتا (**ای یفسرون علی غیر ما انزل**)۔[24]

۵۔ تحریف سے مراد یعنی تورات میں ظہور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں موجود نشانیوں کو چھپانا ہے۔[25]

۶۔ بعض مفسرین نے کہا ہے یہود لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تحریف کرتے تھے۔[26]

۷۔ یہود کی تحریف، سوء تاویل کے ساتھ تھی[27] نہ تحریف لفظی۔ کیونکہ ابن عباس کے مطابق وہ تحریف لفظی پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔[28]

۸۔ یہود کی سوچ ایک فاسد سوچ تھی؛ لہٰذا انہوں نے آیات خدا میں تصرف کیا اور ان آیات کو (غیر ما انزل اللہ) کے مطابق تاویل کرتے تھے۔[29]

۹۔ یہود کی تحریف حضرت محمد ﷺ کی نعت و صفات کو تبدیل کرنا یا سوء تاویل کے ذریعے تھی۔[30]

تنقیدی جائزہ

جیسا کہ ظاہر ہے مذکورہ بالا احتمالات میں سے بہت کم ایسے ہیں جو لفظی تحریف پر دلالت کرتے ہیں۔علاوہ ازیں،

ابن عباس کی تفسیر میں بیان ہوا ہے تحریف سے مراد، غلط تاویلیں کرنا ہے۔ اور یہ کہ یہودی لفظی تحریف پر قادر نہیں تھے۔ نیز یہ کہ اکثر مفسرین چوتھے احتمال کے قائل ہوئے ہیں۔ البتہ امام فخر رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے ذیل میں پہلا احتمال یعنی لفظی اور معنوی دونوں نوع کی تحریف کو بیان کیا ہے۔ لیکن وہ بھی معنوی تحریف کی اولویت کے قائل ہوئے ہیں۔[31]

ان مطالب کی روشنی میں مذکورہ آیت بھی کتاب مقدس کی اصطلاحی تحریف پر سند نہیں ہوگی۔

چوتھی آیت

بعض مفسرین نے سورہ بقرہ کی آیت ۷۵ سے یہ نتیجہ لیا ہے کہ یہ آیت توریت کی تحریف پر دلالت کرتی ہے۔ اس آیت میں ارشاد ہوا ہے: اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَ قَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡهُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَ هُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ (75:02) ترجمہ: "کیا تم اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ (ان سب باتوں کے باوجود یہودی) تمہارے دین پر ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان میں ایک گروہ ایسا رہا ہے جو اللہ کا کلام سنتا ہے، پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کر دیتا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں بھی مختلف احتمالات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ جملہ (یُحَرِّفُوۡنَهٗ) سے مراد یہ ہے کہ یہودیوں کے اسلاف یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ستر چنے ہوئے افراد کلام خدا کو اپنے نبی کی زبان سے طور سینا میں سنتے تھے اور اوامر و نواہی خدا کا فہم رکھنے کے باوجود ان کو اپنی خواہشات کے مطابق تاویل و تفسیر کرتے تھے۔

۲۔ (یُحَرِّفُوۡنَهٗ) سے مراد خدا کا کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ سے کیا ہوا کلام ہے اور تحریف کرنے والوں سے مراد حضرت موسیٰؑ کے ستر برگزیدہ افراد ہیں اور یہاں تحریف سے مراد بھی لفظی تحریف ہے۔[32]

۳۔ (کلام اللہ) سے مراد تورات ہے اور تحریف کرنے والے عصر قرآن کے یہودی ہیں اور تحریف بہ شکل معنوی ہے کیونکہ وہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال جلوہ دیتے تھے۔[33]

۴۔ (کلام اللہ) سے مراد تورات ہے اور تحریف کرنے والے یہودی دانشمند ہیں کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سے بدل دیتے تھے اور اگر کوئی انہیں رشوت دیتے تو ان کے مطابق اور انہی کی حمایت و خدمت میں ہو جاتے تھے۔[34]

۵۔ (کلام اللہ) سے مراد پیغمبر ﷺ کی وہ صفات ہیں، جو تورات میں مذکور تھیں اور یہودی انہیں چھپا لیا کرتے تھے۔[35]

تنقیدی جائزہ

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن ہم نے یہاں پر صرف ان اقوال پر اکتفاء کیا ہے جو تاریخی اسناد، اسباب نزول اور آیت کے ظاہر سے زیادہ سے ہماہنگ ہیں۔ مذکورہ بالا احتمالات میں سے صرف ایک احتمال ایسا ہے جو توریت میں اصطلاحی تحریف پر دلالت کرتا ہے۔ ایک اور احتمال جو اصطلاحی تحریف بیان کرتا ہے بذات خود ان شواہد اور قرائن سے مطابقت نہیں رکھتا جو تفاسیر میں مذکور ہیں۔ کیونکہ آیت میں لفظ (یسمعون) استعمال ہوا ہے اور یہ کلمہ بتاتا ہے کہ جو کچھ تحریف ہوا ہے وہ توراتِ مکتوب میں سے نہیں تھا۔ جیسا کہ صاحب مقاتل نے کہا ہے کہ جنہوں نے کلام خدا کو سنا انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے ہمیں عمل میں مخیّر بنایا ہے اگر ہم چاہیں تو عمل کریں اور اگر نہ چاہیں تو عمل نہ کریں، تحریف سے یہاں یہی مقصود ہے۔

علاوہ ازیں، بعض مفسرین نے امام باقرؑ سے آیت کی شان نزول میں یہ روایت نقل کی ہے کہ: "یہودیوں کا ایک گروہ جو حق کے ساتھ دشمنی نہیں رکھتے تھے جب کبھی کسی مسلمان سے ان کی ملاقات ہوتی تو پیغمبرﷺ کی صفات کے متعلق جب کوئی بات آتی تو وہ وہی صفات جو تورات میں موجود تھیں انہیں بیان کرتے۔ یہودیوں کے بزرگان کو جب اس بات کا پتہ چلا تو ان افراد کو اس طرح خبر دینے سے منع کرنے لگے اور کہنے لگے کہ تم لوگ ان صفات کو جو تورات میں پیغمبرﷺ کے متعلق بیان ہوئی ہیں، مسلمانوں کو نہ بتاو تاکہ انہیں پروردگار کے نزدیک تمہارے خلاف کوئی دلیل مل جائے۔ ایسے میں مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور انہیں جواب دے دیا۔"[36]

یہ روایت بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ توریت میں پیغمبر آخر الزمانﷺ کے متعلق جو صفات موجود تھیں جنہیں بیان کرنے سے یہودیوں کے علماء انہیں منع کرتے تھے اور اس کا اصطلاحی تحریف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

پانچویں آیت

جن آیات سے کتاب مقدس کی تحریف پر استدلال کیا گیا ہے، اُن میں سے ایک آیت درج ذیل ہے:

"وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ‌ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ" (آل عمران ۷۸۔) ترجمہ: اور (اہل کتاب میں) یقینا کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبان کو اس طرح پھیرتے ہیں کہ تمہیں یہ خیال گزرے کہ یہ خود کتاب کی عبارت ہے حالانکہ وہ کتاب سے متعلق نہیں اور وہ کہتے ہیں: یہ اللہ کی جانب سے ہے حالانکہ یہ اللہ کی جانب سے نہیں ہوتی اور وہ جان بوجھ کر اللہ کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہیں۔"

مذکورہ بالا آیت ان آیات میں سے ایک آیت ہے جن سے کتاب مقدس کی تحریف پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بھی مختلف احتمالات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے کچھ احتمال مندرجہ ذیل ہیں۔

1. یہ آیت علماء یہود کے اس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو اپنے ہاتھوں سے پیامبر اکرم ﷺ کی صفات جو کہ تورات میں بیان ہوئی ہیں کے خلاف لکھتے تھے اور لکھنے کے بعد اس تحریر کی نسبت خدا کو دیتے تھے۔ اور اس کی تلاوت اس انداز سے کرتے تھے کہ لوگ گمان کرنے لگتے کہ شاید یہ کتاب خدا ہے، درحالیکہ وہ کتاب خدا نہیں ہوتی۔[37]
2. یہودی تورات میں تحریف نہیں کرتے تھے بلکہ وہ خود سے مطالب اختراع کرتے تھے۔
3. اہل کتاب اپنی کتاب میں تغیر و تبدل کے ذریعے تحریف کرتے تھے اور یہ تحریف بھی تحریف لفظی تھی۔[38]
4. بعض یہودی اپنے من گھڑت نکات اور من مانی باتوں کے ساتھ توریت کی تفسیر کرتے تھے اور اس کام کے ذریعے وہ کلام الٰہی کے معانی کو تبدیل کرتے تھے اور ایسی تحریف کو معنوی تحریف کہا جاتا ہے۔[39] بخاری ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ " مخلوق خدا، آسمانی کتابوں سے ایک لفظ بھی زائل نہیں کر سکتی۔ "[40]

تنقیدی جائزہ

اس آیت میں بیان شدہ نکات میں سے بھی صرف ایک احتمال، لفظی تحریف کے بارے میں ہے اور دیگر احتمالات کا اصطلاحی تحریف سے کوئی ربط نہیں ہے۔ لیکن آیہ کے ظاہر کو اگر دیکھا جائے تو پہلا احتمال آیہ کے ظاہر سے زیادہ سازگار ہے کیونکہ یہود معمولاً دنیوی حوائج کی برآوری اور خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے ان کاموں کو انجام دیا کرتے تھے۔ قرآن مجید نے ایک اور جگہ یہودیوں کی اس کام کی سرزنش میں ارشاد فرمایا ہے کہ: فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ (2:79) ترجمہ: "پس ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کما لیں، سو ان کے لئے اس (کتاب کی وجہ) سے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے تحریر کی اور اس (معاوضہ کی وجہ) سے تباہی ہے جو وہ کما رہے ہیں۔

اور پھر فرمایا کہ: إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَـٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (3:77) ترجمہ: "بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کا تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا کر دیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں

اور نہ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نگاہ فرمائے گا اور نہ انہیں پاکیزگی دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔"

مزید برآں ایک روایت بھی مرحوم قمی نے روایت کی ہے کہ: "یہود خداوند پر بہتان وافتراء باندھتی تھی اس چیز کا جو تورات میں موجود نہ تھی اور کہتے تھے کہ یہ توارات میں موجود ہے اس آیہ کے ساتھ خداوند نے ان کی تکذیب کی ہے۔[41] اس کے علاوہ چوتھے احتمال میں ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ قائل تھے اس بات کے کہ مخلوق خدا کلام خدا میں لفظی تحریف کی قوت واستطاعت نہیں رکھتے۔ مخلوق جو تحریف کرتی ہے وہ معنوی تحریف ہے نہ کہ لفظی۔

چھٹی آیت

جن آیات سے کتاب مقدس کی تحریف پر استدلال کیا گیا ہے، اُن میں سے ایک آیت درج ذیل ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ(2:79) یعنی: "پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو (توریت کے نام سے) ایک کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے تاکہ اس کے ذریعے ایک ناچیز معاوضہ حاصل کریں، پس ہلاکت ہو ان پر اس چیز کی وجہ سے جسے ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ہلاکت ہو ان پر اس کمائی کی وجہ سے۔"

بعض مفسرین نے اس آیت کو تحریف تورات اور انجیل کے لئے بطور مستند کے بیان کیا ہے۔ مفسرین کے اس گروہ نے آیت کے اس جملہ کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ جملہ: (يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَـٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ ---) "یہودیوں کی طرف سے تحریف تورات کی حکایت ہے۔" تحریف چونکہ اصل دین کو خطرے میں ڈالتا ہے لہٰذا یہ اہم ترین گناہوں میں شمار ہوتا ہے، پس اسی لئے خداوند نے ایک رعب دار کلمہ (ویل) کو تین بار تکرار کیا ہے۔[42] اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ تورات میں اصطلاحی تحریف ہوئی ہے۔

تنقیدی جائزہ

جب ہم دوسرے مفسرین کے کلمات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا کہ انہوں نے آیت کی تفسیر میں کئی احتمال بیان کیے ہیں۔ اس حوالے سے کچھ نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

1. آیت تحریف کی دو انواع (لفظی و معنوی) پر دلالت کرتی ہے۔ تحریف کرنے والے کچھ یہودی علماء تھے جو تورات میں پیغمبر ﷺ کے متعلق آمدہ صفات اور خصوصیات کی تحریف کرتے تھے، اور وہ اپنی دنیاوی زود گزر

منافع کے لئے تورات کے احکام میں تحریف کیا کرتے تھے۔[43] اور تحریف کنندگان میں بعض علماء یہود میں سے تھے کہ جو تورات میں بیان شدہ حضرت محمد ﷺ کی صفات اور خصوصیات کو تحریف کا نشانہ بناتے تھے، اور یہ لوگ دنیائے فانی میں سہولیات وآسائشیں پانے کے لئے تحریف کرتے تھے تاکہ اس طرح سے وہ اپنے دینوی مقام کی حفاظت کر سکیں۔

2۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ احتمال بھی دی گئی ہے کہ آیت کا مقصد پیغمبر ﷺ کی کتابوں میں سے ایک کتاب تھی۔[44] پیغمبر ﷺ جو کچھ املا فرماتے تھے اس میں تبدیلی کرتے تھے۔ بعد میں دین اسلام سے پھر گئے۔[45]

3۔ کچھ یہودی دانشمند اپنی اختراع شدہ شدہ کتابوں کی نسبت خدا کی طرف دیتے تھے، اور خود بھی بخوبی جانتے تھے ان کتابوں کا خدا تعالی سے کوئی ارتباط نہیں ہے۔ تنہا چاہتے تھے اس کام کے ذریعے یہودی عوام سے کچھ مال ومنال سمیٹیں۔[46]

4۔ آیت کا مقصود یہ ہے کہ کچھ یہودی اپنے آپ بعض چیزیں بولتے تھے تاکہ مسلمان سمجھیں یہ تورات کی باتیں ہیں یوں وہ خدا پر جھوٹ باندھتے تھے۔[47]

5۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ احتمال دیا ہے کہ کچھ یہودی دانشمند تورات کے حقیقی مطالب کو پنہان کرتے تھے اور اپنے لکھے ہوئے مطالب کو تورات کے طور پر لوگوں پر القاء کرتے تھے۔[48] تااینکہ اس ذریعے سے کچھ دن اپنی ریاست کی حفاظت کر سکیں۔

6۔ بعض مفسرین نے آیت کے ذیل میں یہ احتمال دیا ہے کہ کچھ یہودی علماء ودانشمند تورات کے واقعی مطالب کو اپنی خود خواہانہ تفاسیر کے ذریعے تغییر دیتے تھے اور ان تاویل کرتے تھے تاکہ حقیقت لوگوں تک نہ پہنچ پائے، چونکہ جب لوگ حقیقت کو سنتے تو پیغمبر ﷺ کی طرف آجاتے اور کی ریاست خطرے میں پڑ جاتی لہذا وہ اپنی باطل تاویلات اور تفاسیر کے ذریعے لوگوں کو اپنے گرد جمع رکھتے تھے۔[49]

مفسرین کی آراء پر دقیق وعمیق نگاہ ڈالنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فقط ایک ہی احتمال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تورات میں اصطلاحی تحریف ہوئی ہے۔ جبکہ باقی تمام احتمالات تورات کے تحریف اصطلاحی قرار پانے کے ساتھ کسی وجہ سے سازگار نہیں ہے۔ آیت کا مفاد ومقصود یہ ہے کہ کچھ افراد کا ایک گروہ کتاب کے احکامات میں ردوبدل کرتا اور اس کو خدا سے منسوب کرتا (هذا من قبل الله) اور یہ بات تورات کی لفظی تحریف پر دلالت نہیں کرتی۔

شاید وہ آیت جو تحریف پھر دلالت کرتی ہے اس کی مقصود کوئی اور کتاب ہو۔ جیسے کتاب صابئی، یا کتاب زرتشتی ومجوس وغیرہ ہو۔ کیونکہ آیت میں صراحتاً کسی کتاب کا ذکر موجود نہیں بلکہ اجمال کے ساتھ بیان کیا

ہے۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ ان آیات میں یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ تو ممکن ہے کہ ان آیات میں جو کہ تحریف پر دلالت کرتی ہیں ان میں یہود و نصاریٰ کی کتب سنن مراد ہوں جیسے تلمود و مشناط وغیرہ۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ ان کتب کو احکامات و سنت الٰہی سمجھتے تھے، نہ اینکہ مراد تورات و انجیل ہو۔ شاید ممکن ہے یہ آیت مربوط ہو اہل کتاب کے روزمرہ معولات سے کیونکہ وہ مطالب کو خود سے اختراع کیا کرتے تھے۔ اور اسے خدائی لباس پہنا دیا کرتے تھے۔ اور اسی روش پر گامزن رہ کر وہ دنیاوی منافع حاصل کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا مطالب پر توجہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ آیت دو آخری احتمالات کے ساتھ زیادہ ہماہنگ ہے۔ اس دور میں بھی کئی ایسے فاسدالعقیدہ لوگ موجود ہیں جو اپنی فکری اختراعات کو دین کا لبادہ اوڑھ کر مقالات یا کتب کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اور پھر ان فاسد اور خود ساختہ مطالب کی نشر و اشاعت کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو ان عقائد کی جانب توجہ مبذول کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خود کو دین میں روشن فکر شمار کرتے ہیں۔ اسی بات کی طرف رشید رضا اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" نفرین و پھٹکار ہو ان دانشمندوں پر جو کہ خود ساختہ نظریات کو رقم کرتے ہیں لوگوں کو اُن نظریات پر قانع کرنے کی سعی و جستجو کرتے ہیں۔ اور پھر ان خود ساختہ نظریات کو خدا کے قوانین سے نسبت دیتے ہیں۔ اور اپنی کتاب کے ذریعے سے کتاب خدا سے بے نیاز کرنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔ "[50]

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ کتاب مقدس میں تحریف لفظی کا عقیدہ قابل مستند نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس آیت میں کسی بھی صورت تورات کا واضح تذکرہ بھی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اتنا اہم مطلب (تحریف اصطلاحی) صرف ایک احتمال کے ذریعے ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس آیات کو تحریف لفظی پر منطبق نہ کریں تو مناسب ہوگا۔

اس ذیل میں اس روایت کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں کہ: " علمائے یہود اپنی طرف سے من گھڑت اوصاف بیان کرکے اسے حضرت محمد ﷺ سے نسبت دیا کرتے تھے کہ آخرالزمان میں جو نبی مبعوث ہوگا وہ ان صفات کا مظہر ہوگا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا وہ کہا کرتے تھے کہ 500 سال بعد جو نبی آئے گا وہ ان فضائل کا حامل ہوگا۔ وہ ان خود ساختہ صفات کو بیان کرتے تھے تاکہ اپنے مستضعف لوگوں کو عہد نبوی سے دور کرنے کے لئے ان باتوں سے استفادہ کرتے تھے۔ "[51]

مولا علیؑ نے اس مطلب میں کہیں بھی تورات و انجیل کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آیت عہدین کی تحریف لفظی میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

عہدین، قرآن میں

مطالب و مستندات فوق جو عہدین کی تحریف کے لئے بیان کئے گئے ہیں پر نقد کلی کے طور پر مطالب ذیل کو

عنوان بناسکتے ہیں اور اسے اپنے مدعا کی تائید کے بیان کر سکتے ہیں کہ آیات فوق الذکر عہدین کی تحریف اصطلاحی کی اثبات کے لئے نہیں بلکہ کوئی اور مقصد کو بیان کرتی ہیں۔ مسلمان اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ تورات حضرت موسیٰؑ پر نازل شدہ جبکہ انجیل حضرت عیسیٰؑ پر نازل شدہ کتاب ہے، ان کو وحی الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے قرآن کی بہت سی آیات میں تورات وانجیل کو یاد کیا گیا ہے اور بعض آیات میں انہیں نور اور ہدایت گر قرار دیا گیا ہے۔ (44:5) اسی طرح قرآن مجید نے اھل کتاب کو تورات وانجیل کی جانب رجوع کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ (93:3) اور تورات اور انجیل کے احکام پر عمل کرنے کو اھل کتاب سے چاہا گیا ہے۔ (68:5) اور تورات وانجیل میں موجود مطالب کو (حکم اللہ) کہا گیا ہے۔ (43:5)

اسی طرح انجیل کو تورات کا تصدیق گر (46:5) اور قرآن اور پیامبر ﷺ کو تورات وانجیل کا تصدیق گر کہا گیا ہے۔ (3:3) اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے یہ تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھیں۔ لہٰذا وہ گروہ کہ جو آیات تحریف کو عہدین پر منطبق کرتا ہے اس کے سامنے دو احتمال پائے جاتے ہیں: اول یہ کہ اپنے ہی نظریہ سے چشم پوشی کرلیں اور ان آیات تحریف سے کوئی اور مطلب نکالیں، تاکہ تحریف کلی وتفصیلی کے نظریہ کی بیخ کنی کی جاسکے۔ دوسرا یہ کہ ذیل الذکر آیات کی درست اور قابل قبول توجیہ نکالی جائے جو تحریف اصطلاحی کے ساتھ ہماہنگ ہو لیکن یہ بات ممکن نظر نہیں آتی چونکہ یہ آیات کچھ کم نہیں ہیں لہٰذا ناگزیر ہیں کہ کہیں یہ آیات عہدین کی تحریف اصطلاحی کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

المختصر آیات تحریف سے عہدین کی لفظی تحریف کو ثابت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ آیات ذیل الذکر کو چند گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ بعض آیات میں فقط تورات کا، جبکہ بعض میں انجیل کا اور بعض میں تورات اور انجیل دونوں کا تذکرہ موجود ہے، اسی طرح کچھ آیات میں ان دونوں کتابوں کو قرآن مجید کے ہمراہ ذکر کیا گیا ہے۔

آیات کی پہلی قسم

1۔ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (43:5)

ترجمہ: "اور یہ لوگ آپ کو منصف کیسے بنائیں گے جب کہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہونے کے باوجود یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے"۔

2۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَاۗءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَ

مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ (44:5)

ترجمہ: "ہم نے توریت نازل کی جس میں ہدایت اور نور تھا، اطاعت گزار انبیاء اس کے مطابق یہودیوں کے فیصلے کرتے تھے اور علماء اور فقہاء بھی فیصلے کرتے تھے جنہیں اللہ نے کتاب کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے، لہٰذا تم لوگوں سے خوفزدہ نہ ہونا بلکہ مجھ سے خوف رکھنا اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت پر نہ بیچنا اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کریں پس وہ کافر ہیں"۔

3۔ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ لِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ وَ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ (50:3)

ترجمہ: "اور اپنے سے پیشتر آنے والی توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور جو چیزیں تم پر حرام کر دی گئی تھیں ان میں سے بعض کو تمہارے لیے حلال کرنے آیا ہوں اور میں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو"۔

4۔ کُلُّ الطَّعَامِ کَانَ حِلًّا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِیۡلُ عَلٰی نَفۡسِہٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىۃُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىۃِ فَاتۡلُوۡہَاۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (93:3)

ترجمہ: ”بنی اسرائیل کے لیے کھانے کی ساری چیزیں حلال تھیں بجز ان چیزوں کے جو اسرائیل نے توریت نازل ہونے سے پہلے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں، کہہ دیجئے: اگر تم سچے ہو تو توریت لے آؤ اور اسے پڑھو۔“

5۔ مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡہَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ بِئۡسَ مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ (5:62)

ترجمہ: "ان کی مثال جن پر توریت کا بوجھ ڈال دیا گیا پھر انہوں نے اس بوجھ کو نہیں اٹھایا، اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، بہت بری ہے ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلا دیا اور اللہ ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا"۔

6۔ وَ اِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ (6:61)

ترجمہ: "اور جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور اپنے سے پہلے کی (کتاب) توریت کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے رسول کی بشارت دینے والا

ہوں جن کا نام احمد ہو گا، پس جب وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے"۔

آیات کی دوسری قسم

1۔ وَلۡیَحۡکُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِیۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِیۡهِ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (47:5)

ترجمہ: "اور اہل انجیل کو چاہیے کہ وہ ان احکام کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کیے ہیں اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ فاسق ہیں"۔

2۔ ثُمَّ قَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیۡنَا بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَ اٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ ۬ۙ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡهُ رَاۡفَةً وَّ رَحۡمَةً ؕ وَ رَهۡبَانِیَّةَ ۨ ابۡتَدَعُوۡهَا مَا کَتَبۡنٰهَا عَلَیۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَایَتِهَا ۚ فَاٰتَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡهُمۡ اَجۡرَهُمۡ ۚ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (27:57)

ترجمہ: "پھر ان کے بعد ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے اور ان سب کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور انہیں ہم نے انجیل دی اور جنہوں نے ان کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور رحم ڈال دیا اور رہبانیت (ترک دنیا) کو تو انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے تو ان پر رہبانیت کو واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی خوشنودی کے حصول کے، لیکن انہوں نے اس کی بھی پوری رعایت نہیں کی، پس ان میں سے جنہوں نے ایمان قبول کیا ہم نے ان کا اجر انہیں دیا اور ان میں بہت سے لوگ فاسق ہیں"۔

آیات کی تیسری قسم

1۔ نَزَّلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ اَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۙ (3:3)

اس نے حق پر مبنی ایک کتاب (اے رسول) آپ پر نازل کی جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے توریت و انجیل کو نازل کی۔

2۔ وَ یُعَلِّمُهُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَةَ وَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ (3:48)

اور (اللہ) اسے کتاب و حکمت اور توریت و انجیل کی تعلیم دے گا۔

3۔ یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوۡنَ فِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَتِ التَّوۡرٰىةُ وَ الۡاِنۡجِیۡلُ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (3:65)

اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں نزاع کرتے ہو حالانکہ توریت اور انجیل تو ابراہیم کے بعد نازل ہوئی ہیں؟ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

4۔ وَ قَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِهِمۡ بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ ۪ وَ اٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ فِیۡهِ هُدًی وَّ

نُوۡرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ ھُدًی وَّ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (46:5)

اور ان کے بعد ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب توریت کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور جو اپنے سے پہلے والی کتاب توریت کی تصدیق کرتی تھی اور اہل تقویٰ کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔

5- وَ لَوۡ اَنَّھُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡھِمۡ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ لَاَکَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِھِمۡ وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِھِمۡ ؕ مِنۡھُمۡ اُمَّۃٌ مُّقۡتَصِدَۃٌ ؕ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡھُمۡ سَآءَ مَا یَعۡمَلُوۡنَ (166:5)

اور اگر یہ اہل کتاب توریت وانجیل اور ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل شدہ دیگر تعلیمات کو قائم رکھتے تو وہ اپنے اوپر کی (آسمانی برکات) اور نیچے کی (زمینی برکات) سے مالا مال ہوتے، ان میں سے کچھ میانہ رو بھی ہیں، لیکن ان میں اکثریت بدکردار لوگوں کی ہے۔

6- قُلۡ یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰی شَیۡءٍ حَتّٰی تُقِیۡمُوا التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ؕ وَ لَیَزِیۡدَنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡھُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ طُغۡیَانًا وَّ کُفۡرًا ۚ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ (68:5)

(اے رسول) کہدیجئے: اے اہل کتاب! جب تک تم توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، کو قائم نہ کرو تم کسی قابل اعتنا مذہب پر نہیں ہو اور (اے رسول) آپ کے رب کی طرف سے جو کتاب آپ پر نازل ہوئی ہے وہ ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرے گی مگر آپ ان کافروں کے حال پر افسوس نہ کریں۔

7- اِذۡ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ اذۡکُرۡ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکَ وَ عَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذۡ اَیَّدۡتُّکَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۟ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَھۡدِ وَ کَھۡلًا ۚ وَ اِذۡ عَلَّمۡتُکَ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ۚ وَ اِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَھَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡھَا فَتَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَ تُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ ۚ وَ اِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۚ وَ اِذۡ کَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَنۡکَ اِذۡ جِئۡتَھُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡھُمۡ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ (110:5)

جب عیسیٰ بن مریم سے اللہ نے فرمایا: یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو عطا کی ہے جب میں نے روح القدس کے ذریعے تمہاری تائید کی، تم گہوارے میں اور بڑے ہو کر لوگوں سے باتیں کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب، حکمت، توریت اور انجیل کی تعلیم دی اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کا پتلا بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے صحت یاب کرتے تھے اور تم میرے حکم سے مردوں کو

(زندہ کرکے) نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو اس وقت تم سے روک رکھا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے تو ان میں سے کفر اختیار کرنے والوں نے کہا: یہ تو ایک کھلا جادو ہے۔

8۔ اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہٰہُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَ عَزَّرُوۡہُ وَ نَصَرُوۡہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (157:7)

(یہ رحمت ان مومنین کے شامل حال ہو گی) جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی کہلاتے ہیں جن کا ذکر وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتے ہیں اور ان پر لدے ہوئے بوجھ اور (گلے کے) طوق اتارتے ہیں، پس جو ان پر ایمان لاتے ہیں ان کی حمایت اور ان کی مدد اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

9۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تَرٰىہُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضۡوَانًا ۫ سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰلِکَ مَثَلُہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ ۚۖ وَ مَثَلُہُمۡ فِی الۡاِنۡجِیۡلِ ۚ۟ کَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطۡـَٔہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰی عَلٰی سُوۡقِہٖ یُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیۡظَ بِہِمُ الۡکُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنۡہُمۡ مَّغۡفِرَۃً وَّ اَجۡرًا عَظِیۡمًا (29:48)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت گیر اور آپس میں مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع، سجود میں دیکھتے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے فضل اور خوشنودی کے طلبگار ہیں سجدوں کے اثرات سے ان کے چہروں پر نشان پڑے ہوئے ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی ان کے یہی اوصاف ہیں، جیسے ایک کھیتی جس نے (زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اس طرح کفار کا جی جلائے، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح بجالائے۔ ان سے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

10۔ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ (111:9)

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں، یہ توریت وانجیل اور قرآن میں اللہ کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر اپنا عہد پورا کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ پس تم نے اللہ کے ساتھ جو سودا کیا ہے اس پر خوشی مناؤ اور یہ تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

تجزیہ و تحلیل

مندرجہ بالا آیات پر دقیق انداز سے تحقیق کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ مندرجہ بالا آیات میں تورات اور انجیل میں تحریف لفظی مراد نہیں ہے، بلکہ زیادہ زیادہ جس بات پر یہ آیات دلالت کرتی ہیں وہ تحریف معنوی ہے۔ تحریف معنوی کسی صورت نقیصہ اور زیادت پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ ان آیات کا تحریف اصطلاحی پر دلالت کرنا فقط ایک احتمال کی بنا پر ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں اور احتمالات بھی ہیں جنہیں صرف نظر کرکے فقط ایک احتمال کو قبول کرنا چنداں مناسب نہیں ہوگا۔ علاوہ ازیں ہم فقط ایک ہی احتمال کو ایک نظریے اور تھیوری کی بنیاد قرار نہں دے سکتے۔ بالفرض تورات اور انجیل میں تحریف لفظی پر دلالت کرنے والی آیات کو قبول کیا جائے تو اس استدلال کے بعد یہ سوال بھی منصح شھود پر ابھرے گا کہ آیات تحریف جو تورات اور انجیل کی لفظی تحریف پر دلالت کرتی ہیں، کیا یہ تحریف تفصیلی اور کلی توریت وانجیل پر محیط ہے؟ اس معنی پر کہ تمام مطالب عہدین تحریف یافتہ ہیں یا یہ کہ یہ آیات تحریف اجمالی اور جزئی عہدین پر دلالت کرتی ہیں؟ ان دوسوالوں کا جو بھی جواب ہوگا پھر بھی یہ نظریہ قابل اشکال ہے۔ کیونکہ تحریف کلی تورات و انجیل ان آیات کے ساتھ جو حال میں بیان کیا گیا کے ساتھ ناسازگاری کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

ان آیات میں کچھ کم بھی نہیں ہیں جو تورات اور انجیل کو نور اور ھدایت کا سرچشمہ کے عنوان سے تعارف کرواتی ہیں۔ (44:5) اور قرآن میں بہت سے مقامات پر اہل کتاب کو تورات اور انجیل سے رجوع کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔(93:3) اور تورات انجیل میں موجود احکام پر بھی اہل کتاب کو عمل کرنے کی طرف ارشادات موجود ہیں۔ (68:5) تورات میں موجود مطالب کو احکام الٰہی سے یاد کیا گیا ہے۔ (43:5) یہ آیات انجیل کو تورات کی تصدیق کرنے والی، (46:5) جبکہ قرآن اور رسول اکرم ﷺ کو تورات اور انجیل دونوں کا تصدیق کنندہ قرار دیا گیا ہے۔ (3:3) اور مسلمانوں سے یہ کہا گیا ہے کہ تمام آسمانی کتب پر ایمان رکھیں۔ مزید یہ کہ بعض اسلامی روایات کی روح سے تورات اور انجیل کی تائید نظر آتی ہے۔ قرآن اور سنت میں بہت سے مطالب ایسے ہیں جو کہ تورات اور انجیل سے موافق ہیں اور تورات اور انجیل میں بھی بہت سے مطالب ایسے ہیں جو احکامات شریفہ اسلام کی روح سے سازگار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مفسرین اس بات کے قائل ہیں

کہ تورات اور انجیل میں مفصل تحریف گذشتہ آیات سے سازگار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ قرآنی محققین جو کہ تحریف پر دلالت کرنے والی آیات کو مستند سمجھتے ہیں، ان کے لئے لازمی ہے کہ اپنے نظریہ سے چشم پوشی کریں اور آیات تحریف سے کوئی اور نتیجہ اخذ کریں یا یہ کہ وہ آیات جو ہم نے ابھی ذکر کی ہیں ان کی کوئی قابل قبول توجیہ اور علت بیان کریں۔ تاکہ تحریف تفصیلی اور کلی سے ناسازگار نہ ہونے پائے۔ مگر یہاں تحریف سے مراد عہدین کی تحریف جزئی اور اجمالی مراد ہو جس طرح بعض مفسرین اس نظریہ کے قائل ہیں لگتا ہے یہ نظریہ بھی اشکال سے مبرا نہیں ہے۔ کیونکہ :

اولا: تحریف اجمالی بعض آیات قرآنی کے ساتھ ناسازگار ہے، کیونکہ قرآن مجید ان آیات میں اہل کتاب سے تورات اور انجیل کی اطاعت کرنے کو چاہا گیا ہے۔ مگر تحریف اجمالی کے نظریہ کی بنیاد پر ان دونوں کتابوں کی جس آیت سے بھی یہ احتمالی وارد خیال ہوتا ہے کہ اس میں تحریف ہوئی ہو۔ پس کیسے ممکن ہے کہ قرآن مطلقاً اہل کتاب کو تحریف شدہ کتب کی اطاعت کا حکم دے۔ پس صاحبان فکر و دانش کو چاہئے ہیں کہ ان دو نظریات پر دقیق و عمیق تحقیق کے ذریعے ایک معقول نظریے کو اخذ کریں، تا اینکہ دونوں باتوں میں تفاہم ایجاد ہو۔

ثانیا: مزید یہ کہ قرآن کی بہت ساری آیات اور جدید مغربی دانشوروں کی تحقیق، نظریہ تحریف اجمالی سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ دانشوروں کے تحقیق کے مطابق تمام تورات و انجیل تحریف شدہ ہے، جبکہ نظریہ تحریف اجمالی تورات اور انجیل کی چند تحریف شدہ آیات پر دلالت کرتا ہے۔

ثالثا: قرآن مجید کیسے بعض آیات تورات اور انجیل کو تحریف شدہ سمجھتا ہے جبکہ کتاب مقدس کے تاریخی حقائق اور تورات اور انجیل کی آیات کے مقدسات حضرت موسیٰؑ کی وفات اور حضرت عیسیٰؑ کے عروج کئے جانے کے دسیوں یا سیکنڑوں سال بعد لوگوں نے تالیف کئے ہیں اور ان کتابوں کو واردات بشری میں شمار کیا گیا ہے۔[52]

نتیجہ

گزشتہ بیان شدہ مطالب کی روشنی میں یہ کلی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کسی بھی صورت تورات اور انجیل کی تحریف لفظی کے اثبات یا اس کے رد کرنے کے درپے نہیں ہے تا اینکہ ہم اس جواب کے پیچھے لگے رہیں کہ یہ تحریف کلی، تفصیلی تھی یا جزئی و اجمالی؟ ان کتابوں کی کلی یا جزئی تحریف بنتی ہے اس بات پر کہ یہ بات پہلے ثابت ہو کہ آیات قرآنی ان کتابوں کے تحریف اصطلاحی کا نتیجہ دیں، عبارت دوم میں یہ کہ تحریف کلی یا جزئی فرع ہے ان کتابوں کے اصل تحریف پر، جبکہ ہم اس تحقیق میں اس بات کے منکر ہیں کہ آیات

تحریف قرآن تحریف اصطلاحی تورات وانجیل کے اثبات یا اس کے رد کو پیچھا نہیں کر رہی ہیں، بیشترین دلالت اس بارے میں بعض آیات تحریف کر رہی ہیں وہ ان دو کتابوں کی تحریف معنوی ہے۔ بطور مجموع قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ہے جو صراحت کے ساتھ بتائے کہ عہدین میں تحریف لفظی واصطلاحی موجود ہے۔ بلکہ ان آیات کی دلالت جیسے بیان کیا گیا کہ حقیقت امر یہ ہے کہ یہ آیات ہر گز اس بات کی اثبات کے پیچھے نہیں ہے، پس ثابت ہوا کہ آیات تحریف کا ہدف اور مقصد ہر گز یہ نہیں تھا بلکہ اہل کتاب اپنی روزہ مرہ زندگی میں آیات سے اپنی مرضی کے مطالب آیات سے اخذ کرتے تھے اور حق کے جاہلوں کو اپنا پیروکار بنالیا کرتے تھے۔ یوں وہ کچھ دیر اپنی دنیاوی مطالب کے حصول کے پیچھے ہوتے تھے اور ان مطالب کو جعل کرنے کے بعد انہیں خدا سے نسبت دیتے تھے اور اپنی قوم کے ضعفا کو اپنے پیچھے لگاتے تھے لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تورات اور انجیل میں تحریف لفظی ہوئی ہے۔

*****

Reference

1. Robert E. Van Vorst, *Masihyat azlabah lai Matwaon*, materajmaan: Jawad Baghbani; Abbas Rasolzada (Qum, Markaz Intasharat Mussa Amozishi wa Pasrohoshi Imam Khomeini (r.a), 1374 SH), 40.

رابرٹ ای وان وورسٹ، *مسیحیت از لابہ لای متون*، مترجمان: جواد باغبانی؛ عباس رسول زادہ، (قم، مرکز انتشارات موسسہ آموزشی وپژوھشی امام خمینی (رہ)، 1374ش)، 40۔

2۔ یونانی کلمہ ہے، یونانی اس کتاب کے مجموعہ کو پیناتیوک نام دیتے ہیں۔

3. Khair khawa Kamil, *Pasrohoshi dar Ain Masihyat* (Qum, Markaz Chaap wa Nasher Dafter Tablighat Islami, 1388 SH), 26.

خیر خواہ کامل، *پژوھشی درآئین مسیحیت* (قم، مرکز چاپ ونشر دفتر تبلیغات اسلامی، 1388ش)، 26۔

4. Ibid.

ایضا۔

5. Robert E. Van Vorst, *Masihyat azlabah lai Matwaon*, 40.

رابرڈای وان وورسٹ، *مسیحیت لابہ لای متون*، 40۔

6. Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma al-Bayan*, Vol. 3 (Tehran, Antarshat Nasir Khusrau, 1372 SH), 302; Fakher al-Din al-Razi Abu Abdillah Muhammad bin Umar, *Mufatih al-Ghayab*, Vol. 11 (Beirut, Darahiya

al-Tarsh al-Arabi, 1420 AH), 360; Muhammad Jawad Mughnia, *Tafsir al-Kashif*, Vol. 3 (Tehran, Dar al-Kitab al-Islamiya, 1424 AH), 58; Syed Muhammad Ibrahim, Borujerdi, *Tafsir Jamia*, Vol. 2 (Tehran, Antarshat Sader, 1366 SH), 214.

فضل بن حسن، طبرسی، *مجمع البیان*، ج3 (تہران، انتشارات ناصر خسرو، 1372ش)، 302؛ فخر الدین الرازی ابو عبداللہ محمد بن عمر، *مفاتیح الغیب*، ج11 (بیروت، داراحیاء الترث العربی، 1420ق)، 360؛ محمد جواد مغنیہ، *تفسیر الکاشف*، ج3 (تہران، دارالکتب الاسلامیہ، 1424ق)، 58؛ سید محمد ابراہیم، بروجردی، *تفسیر جامع*، ج2 (تہران، انتشارات صدر، 1366ش)، 214۔

7. Muhammad Jawad Mughniyah, *Tafsir al-Kashif*, 58; Nusrat Amin Bano, Isfahani, *Makhzan al-Irfan dar Tafsir al-Qur'a*n, Vol. 4 (Tehran, Nahzat Zanaan Musalman, 1361 SH), 311; Muhammad Husain, Tabataba'i, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 5 (Qum, Dafter Antarshat Islami Jamia Madraseen Hoza Ulmiya, 1417 AH), 329; Abu Abdullah Muhammad bin Umar Fakhr, al-Razi, *Mufatih al-Ghayab*, 360.

محمد جواد مغنیہ، *تفسیر الکاشف*، 58؛ نصرت آمین بانو، اصفہانی، *مخزن العرفان در تفسیر القرآن*، ج4 (تہران، نہضت زنان مسلمان، 1361ش)، 311؛ محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج5 (قم، دفتر انتشارات اسلامی جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ، 1417ق)، 329؛ ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر، الرازی، *مفاتیح الغیب*، 360۔

8. Muhammad Hadidi, Baghdadi, *Al-Tafseer al-Mu'in lalwa'azin* (Qum, Antarshat Zohi al-Qurbi, nd.), 114; Syed Muhammad Taqi, Madrasi, *Min Hadi al-Qur'an* (Tehran, Darmahbi al-Husain, 1419 AH), 376; Muhammad bin Ali, Shoukani, *Fateh al-Qadir*, Vol. 2 (Beirut, Damascus, Dar bin Kaseer, Dar al-Kalam al-Tayyib, 1414 AH), 48; Abu Jafar Muhammad bin Jarir, Tabari, *Jamia al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 5 (Beirut, Dar al-Marafah, 1412 AH), 76; Syed bin Qutab bin Ibrahim, Shazli, *Fe Zalal Al-Qur'an*, Vol. 2 (Bayut Cairo, Dar al-Shuruq, 1422 AH), 675.

محمد حدیدی، بغدادی، *التفسیر المعین للواعظین* (قم، انتشارات ذوی القربی، سن ندارد)، 114؛ سید محمد تقی، مدرسی، *من ھدی القرآن* (تہران، دار محبی الحسین، 1419ق)، 376؛ محمد بن علی، شوکانی، *فتح القدیر*، ج2 (بیروت، دمشق، دار بن کثیر، دارالکلم الطیب، 1414)، 48؛ ابو جعفر محمد بن، جریر، طبری، *جامع البیان فی تفسیر القرآن*، ج5 (بیروت، دارالمعرفۃ، 1412ق)، 76؛ سید بن قطب بن ابراہیم، شاذلی، *فی ظلال القرآن*، ج2 (بیوت قاہرہ، دارالشروق، 1422ق)، 675۔

9. Hasan Mustafavi, *Tafsir Roshan*, Vol- 7 (Tehran, Markaz Nasher Kitab, 1380 SH), 74; Mulla Fathullah, Kashani, *Zubadat al-Tafaseer*, Vol. 2

(Qum, Bunyat Mahraf Islami, 1423 AH), 259; Abdullah bin Umar, Baizawi, *Anwar al-Tanzil wa Asrar al-Taweel*, Vol. 2 (Beirut, Dar Ihya al-Taras al-Arabi, 1418 AH), 127; Ismail Brusavi, Haqi, *Tafsir Ruh al-Bayan*, Vol. 2, (Beirut, Darul-Fikr, Nd.), 394.

حسن مصطفوی، تفسیر روشن، ج7 (تہران، مرکز نشر کتاب، 1380ش)، 74؛ ملا فتح اللہ، کاشانی، زبدۃ التفاسیر، ج2 (قم، بنیاد معارف اسلامی، 1423ق)، 259؛ عبداللہ بن عمر، بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، ج2 (بیروت، دار احیاء التراث العربی، 1418ق)، 127؛ اسماعیل بروسوی، حقی، تفسیر روح البیان، ج2، (بیروت، دار الفکر، سن ندارد)، 394۔

10. Ibrahim, Amili, *Tafsir Amili*, Vol.3 (Tehran, Antarshat Saduq, 1380 SH), 285; Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma al-Bayan*, 302; Abu Ja'far Muhammad bin Jarir, Tabari, *Jami al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 6, 150.

ابراھیم، عاملی، تفسیر عاملی، ج3 (تہران، انتشارات صدوق، 1380ش)، 285؛ فضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان، 302؛ ابو جعفر محمد بن جریر، طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج6، ص150۔

11. Ibrahim, Amili, *Tafsir Amili*, 280.

ابراھیم، عاملی، تفسیر عاملی، 280۔

12. Syed Muhammad Mehmood, Alusi, *Ruh al-Ma'ani fi Tafsir al-Qur'an al-'Azeem*, Vol.3 (Beirut, Dar al-Kitab Al-Ulamiya, 1415 AH), 45.

سید محمد محمود، آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم، ج3 (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1415ق)، 45۔

13. Abdul Rehman bin Muhammad bin Abi Hatim, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem Ibn Abi Hatim*, Vol. 3 (Saudi Arabia, Maktaba Nizar Mustafa al-Baz, 1419 AH), 965; Nasir Makarim, Shirazi, *Tafsir Namuna*, Vol. 4 (Tehran, Darul Kitab al-Islamiya, 1374 SH), 404.

عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم ابن ابی حاتم، ج3 (سعودی عرب، مکتبۃ نزار مصطفٰی الباز، 1419ق)، 965؛ ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج4 (تہران، دارلکتب الاسلامیہ، 1374ش)، 404۔

14. Syed Hashim, Bahrani, *Al-Bharan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol.2 (Tehran, Bunyad Ba'ath, 1416 AH), 200.

سید ہاشم، بحرانی، البرھان فی تفسیر القرآن، ج2 (تہران، بنیاد بعثت، 1416ق)، 200۔

15. Fazal bin Hasan, Tabarsi, *Majma al-Bayan*, 85-86; Yaqoob Jafari, Tafsir Kausar, Vol. 2 (Qum, Antarshat Hijrat, 1376 SH), 451; Nizam al-Din Hassan bin Muhammad, Nishapuri, *Tafsir Gharib al-Qur'an wa Raghaib al-Furqan*, Vol. 2 (Beirut, Dar al-Kitab al-Ulamiya, 1416 AH), 422.

فضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان، 85-86؛ یعقوب جعفری، تفسیر کوثر، ج2(قم، انتشارات ہجرت، 1376ش)، 451؛ نظام الدین حسن بن محمد، نیشاپوری، تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان، ج2(بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1416ق)، 422۔

16. Fazal bin Hasan, Tabarsi, *Majma al-Bayan*, 85; Ismail Brusavi, Haqi, *Tafsir Ruh al-Bayan*, 216; Abu Baker Atiq bin Muhammad Surabadi, *Tafsir Surabadi*, Vol. 1(Tehran, Farhang Nasher No, 1380 SH), 421.

فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان، 85؛ اسماعیل حقی، بروسوی، تفسیر روح البیان، 216؛ ابوبکر عتیق بن محمد سورآبادی، تفسیر سورآبادی، ج1(تہران، فرہنگ نشر نو، 1380ش)، 421۔

17. Yaqub Jafari, Tafsir Kufi, Vol.2, 452; Syed Muhammad Taqi, Madrasi, *Min Hadi al-Qur'an*, Vol. 2, 91; Ismail Ibn Umar bin Kaseer, Damashki, *Tafseer Qur'an al-Azeem (Ibn Kaseer)*, Vol. 2 (Beirut, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Manushorat Muhammad Ali Baizoun, 1419 AH), 285; Abu Abdullah Muhammad bin Umar Fakher al-Din, al-Razi, *Mufatih al-Ghayab*, Vol. 10, 93.

یعقوب جعفری، تفسیر کوفی، ج2، 452؛ سید محمد تقی، مدرسی، من ھدی القرآن، ج2، 91؛ اسماعیل ابن عمر بن کثیر، دمشقی، تفسیر قرآن العظیم (ابن کثیر)، ج2(بیروت، دارالکتب العلمیہ، منشورات محمد علی بیضون، 1419ق)، 285؛ ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین، الرازی، مفاتیح الغیب، ج10، 93۔

18. Tabataba'i, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur*'an, Vol. 4, 365-366; Yaqub Jafari, Tafsir Kosar, 452

طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج4، 365-366؛ یعقوب جعفری، تفسیر کوثر، 452۔

19. Tabataba'i, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, 365-366

طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، 365-366۔

20. Syed Hashim, Bahrani, *Al-Bharan fi Tafsir al-Qur'an*, 86.

سید ہاشم، بحرانی، البرھان فی تفسیر القرآن، 86۔

21. Mulla Fathullah, Kashani, *Tafsir Minhaj al-Sadiqin fi Zaam al-Makhalifiin*, Vol. 3 (Qum, Zubadat al-Tafaseer, Bunyad Maarif al-Islami, 1423 AH), 205; Fazal bin Hasan Tabarsi, *Majma Al Bayan*, Vol. 3, 268.

ملا فتح اللہ، کاشانی، تفسیر منہج الصادقین فی الزام المخالفین، ج3(قم، زبدۃ التفاسیر، بنیاد معارف اسلامی، 1423ق)، 205؛ فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان، ج3، 268۔

22. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 5, 241; Syed Muhammad Hussaini, Shirazi, Tabi'in al-Qur'an, Vol- 1, (Beirut, Darul Uloom,

1423 AH), 121; Syed Muhammad Hussain Hussaini, Hamdani, *Anwar Derakhshan*, Vol. 4 (Tehran, Kitab faroshi Lutfi, 1414 AH), 378; Mutrajmaan, Tafsir Hidayat, Vol. 2, 288.

طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج5، 241؛ سید محمد حسینی شیرازی، *تبیین القرآن*، ج1، (بیروت، دارالعلوم، 1423ق)، 121؛ سید محمد حسین حسینی، ہمدانی، *انوار درخشان*، ج4(تہران، کتاب فروشی لطفی، 1414ق)، 378؛ مترجمان، *تفسیر ہدایت*، ج2، 288۔

23. Mulla Fathullah, Kashani, *Tafsir Minhaj al-Sadiqeen fi Zaam al-Makhalifin*, Vol. 2, 263; Ali Ibn Ibrahim, Qumi, Tafsir Qumi, Vol. 1 (Qum, Darul Kitab, 1367 SH), 63.

ملا فتح اللہ، کاشانی، *تفسیر منہج الصادقین فی الزام المخالفین*، ج2، 263؛ علی بن ابراہیم، قمی، *تفسیر قمی*، ج1 (قم، دارالکتاب، 1367ش)، 63۔

24. Abu Abdullah Muhammad bin Umar Fakher al-Din, al-Razi, *Mufatih al-Ghayab*, Vol. 11, 325; Abu al-Hasan Ali bin Muhammad Tabari Qahia Rasi, *Ahkam al-Qur'an Qahiarasi*, Vol. 3, 60; Mutrajmaan: Tafsir al-Hidayat, c, 288; Raza Khani, Hashmatullah Math, Tarjma: *Bayan al-Saada fi Maqamat al-Ibadah*, Vol. 4, (Tehran, Markaz Chaap wa Antashrat Daneshgaha Payaam Nou, 1372 SH), 300; Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma Al Bayan*, Vol.3, 268; Muhammad Husain, Tabataba'i, Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an, Vol. 5, 241; Ali bin Muhammad Ali Dakhil, *Al-Awjiz fi Tafsir al-Qur'a al-Aziz*, Vol. 1, (Beirut, Dar al-Taarif Lilmatbowaat, 1422 AH), 143.

ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین، الرازی، *مفاتیح الغیب*، ج11، 325؛ ابوالحسن علی بن محمد طبری کیاہراسی، *احکام القرآن کیاہراسی*، ج3، 60؛ مترجمان، *تفسیر ہدایت*، 288؛ رضا خانی، حشمت اللہ ریاضی، ترجمہ: *بیان السعادۃ فی مقامات العبادہ*، ج4(تہران، مرکز چاپ وانتشارات دانشگاہ پیام نور، 1372)، 300؛ فضل بن حسن، طبرسی، *مجمع البیان*، ج3، 268؛ محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج5، 241؛ علی بن محمد علی دخیل، *الوجیز فی تفسیر القرآن العزیز*، ج1(بیروت، دارالتعارف للمطبوعات، ۱۴۲۲ق)، 143۔

25. Yaqub Jafari, *Tafsir Kosar*, Vol. 3, 94.

یعقوب جعفری، *تفسیر کوثر*، ج3، 94۔

26. Ahmad bin Muhammad Ibn Ajebah, *Al-Baher al-Madid fi Tafsir al-Qur'an al-Majid*, Vol. 2 (Cairo, Nasher Daktar Hassan Abbasi Zaki, 1419 AH), 241; Muhammad bin Yusuf Andalsi, *Abu Hayyan, Al-*

Baher al-Muhait fi al-Tafseer, Vol. 4 (Beirut, Dar al-Fiker, 1420 AH), 205; Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma Al-Bayan*, Vol. 3, 268.

احمد بن محمد ابن عجیبہ، *البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید*، ج2(قاہرہ، ناشر دکتر حسن عباسی زکی، 1419ق)،241؛ محمد بن یوسف اندلسی، ابو حیان، *البحر المحیط فی التفسیر*، ج4(بیروت، دار الفکر، 1420ق)، 205؛ فضل بن حسن، طبرسی، *مجمع البیان*، ج3، 268۔

27. Muhammad bin Tahir ibn Ashour, *Tahrir wa al-Tanweer*, Vol. 5, , 62.

محمد بن طاہر ابن عاشور، *التحریر والتنویر*، ج5، 62۔

28. Muhammad bin Yusuf Andalsi, *Abu Hayyan, Al-Baher al-Muhait fi al-Tafseer*, 205.

ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی، *البحر المحیط فی التفسیر*، 205۔

29. Ismail bin Umar bin Kaseer, Damashki, Tafsir al-Qur'an al-Azeem Ibn Kaseer, Vol. 3, 60; Wahbah bin Mustafa Zaheili, al-Tafseer al-Munir fi al-Aqeedah wa al-Sharia wa al-Manhaj, Vol. 6 (Beirut, Damascus, Dar al-Fiker al-Maasir, 1418 AH), 125.

اسماعیل بن عمر بن کثیر، دمشقی، *تفسیر القرآن العظیم ابن کثیر*، ج3، 60؛ وہبۃ بن مصطفیٰ زحیلی، *التفسیر المنیر فی العقیدۃ و الشریعۃ والمنہج*، ج6(بیروت، دمشق، دار الفکر المعاصر، 1418ق)، 125۔

30. Ismail Brosavi, Haqi, *Tafsir al-Ruh al-Ma'ani*, Vol. 2, 365.

اسماعیل بروسوی، حقی، *تفسیر روح المعانی*، ج2، 365۔

31. Abu Abdullah Muhammad bin Umar Fakhr, al-Razi, *Mufatih al-Ghayab*, Vol. 11, 325.

ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر، الرازی، *مفاتیح الغیب*، ج11، 325۔

32. Muhammad bin Habibullah Sabzwari, Najafi, *Irshad al-Izhan al-Tafsir al-Qur'an*, Vol. 1 (Beirut, Dar al-Taarif lilmatbohaat, 1419 AH), 17; Ali Raza Zakawati Karagzlu, *Asbab al-Nuzul*, tarjma: Zakawati, Vol. 1 (Tehran, Nasrani, 1383 SH), 20.

محمد بن حبیب اللہ سبزواری، نجفی، *ارشاد الاذھان الی تفسیر القرآن*، ج1(بیروت، دار التعارف للمطبوعات، 1419ق)، 17؛ علی رضا ذکاوتی قراگزلو، *اسباب النزول*، ترجمہ ذکاوتی، ج1(تہران، نشرنی، 1383ش)، 20۔

33 . Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma Al-Bayan*, Vol. 1, 285.

فضل بن حسن طبرسی، *مجمع البیان*، ج1، 285۔

34. Najafi, *Irshad al-Izhan al-Tafsir al-Qur'an*, 17; Fazal bin Hassan Tabarsi, *Majma al-Bayan*, 285; Muhammad bin Muhammad Raza Qomi Mashhadi, *Tafsir Kunz al-Daqayq wa Bahr al-Gharaib*, Vol. 2

(Tehran, Sazmaan Chaap wa Antashrat wazarat Irshad Islami, 1368 SH), 58.

نجفی، ارشاد الاذھان الی تفسیر القرآن، 17؛ فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان، 285؛ محمد بن محمد رضا قمی مشہدی، تفسیر کنز الدقائق وبحر الغرائب، ج2 (تہران، سازمان چاپ وانتشارات وزارت ارشاد اسلامی، 1368ش)، 58۔

35. Fazal bin Hassan Tabarsi, *Majma al-Bayan*, 285; Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Jawamia al-Jamia*, Vol. 1 (Qum, Antarshat Daneshgaha Tehran wa Mudiriat Howza Ilmiya, 1417 AH), 56.

فضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان، 285؛ فضل بن حسن طبرسی، جوامع الجامع، ج1 (قم، انتشارات دانشگاہ تہران و مدیریت حوزہ علمیہ، 1417ق)، 56۔

36. Nasir Makaram, Sherazi, *Tafsir-e-Namona*, Vol. 1, 312-313.

ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج1، 312-313۔

37. Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma al Bayan*, Vol. 2, 780; Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Jawamia al-Jamia*, 185; Muhammad bin Tahir bin Ashur, *al-Tahrir al-Tanwar*, Vol. 3, 137; Eid Ali bin Juma al-Ardi, Horosi, *Tafsir Nur al-Saqaleen*, Vol. 1, 357; Muhammad Hussain, Tabataba'i, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 3, 266; Nasir Makaram, Shirazi, *Tafsir-e-Namona*, Vol. 2, 629; Abid al-Rahman ibn Muhammad ibn Abi Hatim, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem Ibn Abi Hatim*, Vol. 2, 689; Muhammad Ibn Hassan, Tusi, *al-Tabbayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 2, 508; Abu al-Faraj Abdil Rahman bin Ali bin Juzi, *Zad al-Masir fi 'Ilm al-Tafsir*, Vol. 1 (Beirut, Dar al-Kitab al-Arabi, 1422 AH), 297; Syed Muhammad Hussaini, Shirazi, *Tabeen al-Qur'an*, Vol. 1, 17.

فضل بن حسن، طبرسی، مجمع البیان، ج2، 780؛ فضل بن حسن، طبرسی، جوامع الجامع، 185؛ محمد بن طاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، ج3، 137؛ عید علی بن جمعہ عروسی، حویزی، تفسیر نور الثقلین، ج1، 357؛ محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج3، 266؛ ناصر مکارم، شیرازی، تفسیر نمونہ، ج2، 629؛ عبدالرحمٰن بن محمد بن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم ابن ابی حاتم، ج2، 689؛ محمد بن حسن، طوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، ج2، 508؛ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن جوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، ج1 (بیروت، دارالکتب العربی، 1422ق)، 297؛ سید محمد حسینی، شیرازی، تبیین القرآن، ج1، 17۔

38. Raza Khani, Hashmatullah Riazi, Tarjma:: *Bayan al-Saada fi Maqamat al-Ibadah*, Vol. 3, 302

رضاخانی، حشمت اللہ ریاضی، ترجمہ بیان السعادۃ فی مقامات العبادۃ، ج3، 302۔

39. Muhammad Jawad Mughnia, *Tafsir al-Kashif*, Vol. 2, 94.

محمد جواد مغنیہ، *تفسیر الکاشف*، ج2، 94۔

40. Ismail bin Umro bin Kaseer al-Damashqi, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem*, Vol. 2, 56.

اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی، *تفسیر القرآن العظیم*، ج2، 56۔

41. Ali bin Ibrahim, Qumi, *Tafsir Qumi*, Vol. 1, 106.

علی بن ابراہیم قمی، *تفسیر قمی*، ج1، 106۔

42. Abdullah Javadi, Amili, *Tafsir Tasnim*, Vol. 5 (Qum, Markaz Nasher Israa, 1378 SH), 311.

عبداللہ جوادی، عاملی، *تفسیر تسنیم*، ج5 (قم، مرکز نشر اسراء، 1378ش)، 311۔

43. Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma al-Bayan*, Vol. 1, 292; Muhammad Saqfi, Tehrani, *Tafsir Rawan Javed*, Vol. 1 (Tehran, Antarshat Burhan, 1398 SH), 118; Abdullah Javadi, Amili, *Tafsir Tasnim*, Vol.5, 311; Syed Abdul Hussain Tayyib, *Atayyib al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 2 (Tehran, Antarshat Islam, 1378 SH), 73.

فضل بن حسن، طبرسی، *مجمع البیان*، ج1، 292؛ محمد ثقفی، تہرانی، *تفسیر روان جاوید*، ج1 (تہران، انتشارات برہان، 1398ق)، 118؛ عبداللہ جوادی، عاملی، *تفسیر تسنیم*، ج5، 311؛ سید عبدالحسین طیب، *اطیب البیان فی تفسیر القرآن*، ج2 (تہران، انتشارات اسلام، 1378ش)، 73۔

44۔ عبد اللہ بن ابی سرح جو پیغمبر ﷺ کی کتابوں میں سے ایک کتاب میں وحی کے مطالب کو تبدیل کرتے تھے جو بعد میں مرتد ہوگئے۔

45. Fazal bin Hassan, Tabarsi, *Majma al-Bayan*, Vol. 1, 292; Muhammad Jawad Najafi Khomeini, *Tafsir Asan*, Vol.1, 182; Syed Mahmud Alusi, *Rooh al-Ma'ani fi Tafsir al-Qur'an al-'Azeem*, Vol. 1, 304.

فضل بن حسن، طبرسی، *مجمع البیان*، ج1، 292؛ محمد جواد نجفی خمینی، *تفسیر آسان*، ج1، 182؛ سید محمود آلوسی، *روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم*، ج1، 304۔

46. Fazal bin Hassan Tabarsi, *Majma Al Bayan*, Vol. 1, 297; Ali bin Muhammad Dakhil, *al-Awjiz fi Tafsir al-Kitab al-Aziz*, Vol. 1, 20; Ismail bin Amr bin Kaseer al-Damasqi, *Tafsir al-Qur'an al-Azeem (Ibn Kaseer)*, Vol. 1, 205.

فضل بن حسن طبرسی، *مجمع البیان*، ج1، 297؛ علی بن محمد دخیل، *الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز*، ج1، 20؛ اسماعیل بن عمرو بن کثیر دمشقی، *تفسیر القرآن العظیم (ابن کثیر)*، ج1، 205۔

47. Syed Ali Akbar Qurashi, *Tafsir Ahsan al-Hadith*, Vol.1 (Tehran, Basat Ba'ath, 1377 SH), 173.

سید علی اکبر قرشی، *تفسیر احسن الحدیث*، ج1 (تہران، بنیاد بعثت، 1377ش)، 173۔

48. Mirza Ali Raza Khosrawani, *Tafsir Khosravi*, Vol- 1 (Tehran, Antarshat Islamiya, 1390 SH), 123.

میرزا علی رضا خسروانی، *تفسیر خسروی*، ج1 (تہران، انتشارات اسلامیہ، 1390ق)، 123۔

49. Mulla Fathullah Kashani, *Zubadat al-Tafaseer*, Vol. 1, 176; Abu Jafar Muhammed bin Jarir al-Bari, *Jamia al-Bayan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 1, 300; Muhammad Sadiqi Tehrani, *Al-Furqan fi Tafsir al-Qur'an bil Qur'an*, Vol. 2, 36; Syed Abd al-Ali Sabzwari, *Muwahb al-Rahman fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 1 (Beirut, Mowsa Ahl al-Bayt, 1409 AH), 300; Ali bin Muhammad Ali Dakhil, *Al-Awjiz fi Tafsir al-Kitab al-Aziz*, Vol. 1, 20; Abdullah bin Umar Bayzawi, *Anwar al-Tanzil Wasrar al-Taweel*, Vol. 1, 90.

ملا فتح اللہ کاشانی، *زبدۃ التفاسیر*، ج1، 176؛ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، *جامع البیان فی تفسیر القرآن*، ج1، 300؛ محمد صادقی تہرانی، *الفرقان فی تفسیر القرآن بالقرآن*، ج2، 36؛ سید عبد الاعلی سبزواری، *مواہب الرحمٰن فی تفسیر القرآن*، ج1 (بیروت، مؤسسہ اہل البیتؑ، 1409ق)، 300؛ علی بن محمد علی دخیل، *الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز*، ج1، 20؛ عبد اللہ بن عمر بیضاوی، *انوار التنزیل واسرار التاویل*، ج1، 90۔

50. Muhammad Rashid Raza, *Tafsir al-Qur'an al-Hakim*, Vol. 1, (Beirut, Dar al-Kitab al-Ulamiya, 1420 AH), 361.

محمد رشید رضا، *تفسیر القرآن الحکیم*، ج1 (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1420ق)، 361۔

51. Syed Hashim Bahrani, *Al-Bharan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 1, 258.

سید ہاشم بحرانی، *البرہان فی تفسیر القرآن*، ج1، 258۔

52. Bharmi Muhammad, *Majala Pasrohashi Qurani*, Issue 33, (1382 SH): np.

بھرامی محمد، مجلّہ پژوہشی قرآنی، شمارہ33، (1382ش): صفحہ ندارد۔

قرآن اور حدیث کی روشنی میں
نماز کے اجتماعی فوائد

Social Benefits of Prayer
(In the Light of Quran and Hadith)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Sajid Mahmood
Mustafa Internation University (MIU), Qom.
E-mail: Sajjidali3512@gmail.com

Abstract: Prayer is the pillar of religion and the soul of worship. Prayer is an act of worship that enlightens the hearts of human beings. This worship was obligatory on the divine prophets and the special servants of God before the Holy Prophet (peace be upon him). On the night of Ascension, prayer was also obligatory on the ummah of the Prophet. About 1000 verses and 19000 traditions have been described about the importance of prayer. The wisdom of prayer is that it directs a person in the direction of modesty and good qualities.

Prayer not only brings the gift of nearness and closeness to God, but it is the highest religious duty that affects the collective thinking and vision of the society and the character of the youth and children. increases towards Since the collective effects and benefits of prayer life have not been highlighted to an acceptable extent, the paper has researched the collective benefits of prayer.

Keywords: Prayer, worship, Social, Benefits, Quran, Hadith.

خلاصہ

نماز دین کا ستون اور عبادت کی روح ہے۔ نماز، ایک ایسی عبادت ہے کہ جو انسانوں کے قلوب کو نورانیت عطا کرتی ہے۔ یہ عبادت رسول اکرم ﷺ سے پہلے انبیاء الہی اور بندگان خاص خدا پر واجب تھی۔ شب معراج، پیغمبر ﷺ کی امت پر بھی نماز واجب ہوئی۔ نماز کی اہمیت کے بارے میں تقریبا 1000 آیات اور 19000 روایات بیان ہوئی ہیں۔ نماز کی حکمت یہ ہے کہ انسان کو شائستہ اور اچھی خصوصیات کی سمت ہدایت کرتی ہے۔ نماز نہ صرف خداوند کریم سے قرب اور نزدیکی کا تحفہ لاتی ہے، بلکہ یہ ایک ایسا اعلی ترین مذہبی فریضہ ہے جو معاشرے کی اجتماعی فکر و بصیرت اور نوجوانوں اور بچوں کے کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ نمازی معاشرہ آہستہ آہستہ کمال اور سعادت کی جانب بڑھتا ہے۔ چونکہ نماز زندگی کے اجتماعی اثرات اور فوائد کو قابل قبول حد تک اجاگر نہیں کیا گیا، لہذا مقالے میں نماز کے اجتماعی فوائد کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: نماز، عبادت، اجتماعی فوائد، قرآن، حدیث۔

نماز (صلوٰۃ) کا لغوی معنی

جس طرح اہل لغت[1] اور دوسروں[2] نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ الصلواۃ دعا یا توجہ کے معنی میں ہے اسی طرح قرآن کی متعدد آیات میں بھی لفظ الصلوۃ کو اسی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے جیسے آیت شریفہ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (2:157)؛ ترجمہ: "یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت بھی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"۔ کہ "عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِم" کی عبارت کی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے وہی دعا، ثناء، گناہوں کی بخشش اور صابروں کے بلند درجات کو حاصل کرنا مراد ہے۔[3] بالکل اسی طرح زکات سے متعلق آیت میں پڑھتے ہیں: "خُذ مِن أَموالِهِم صَدَقَةً تُطَهِّرُهُم وَتُزَكّيهِم بِها وَصَلِّ عَلَيهِم إِنَّ صَلاتَكَ سَكَنٌ لَهُم وَاللهُ سَميعٌ عَليمٌ"؛ (9:103) ترجمہ: "(اے رسول) آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لیجیے، اس کے ذریعے آپ انہیں پاکیزہ اور بابرکت بنائیں اور ان کے حق میں دعا بھی کریں، یقیناً آپ کی دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے اور اللہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے"۔! "صَلِّ" اور "صَلاتَكَ" کی تعبیر "دعا" کے معنی میں ہے اور آیت شریفہ: إِنَّ اللّهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيماً؛ (33:56) ترجمہ: "اللہ اور اس کے فرشتے یقیناً نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو جیسے سلام بھیجنے کا حق ہے"۔ میں بھی اسی معنی کو مراد لیا گیا ہے۔[4] اسی آیت کے ذیل میں حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہما السلام سے صلوۃ کے بارے سوال ہوا تو فرمایا: اَلصَّلاَةُ مِنَ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ رَحْمَةٌ وَ مِنَ اَلْمَلاَئِكَةِ تَزْكِيَةٌ وَ مِنَ اَلنَّاسِ دُعَاءٌ؛ یعنی: "صلوۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور فرشتوں کی طرف سے پاکیزگی کا اظہار اور لوگوں کی طرف سے دعا ہے۔"[5]

نماز (صلوٰۃ) کا اصطلاحی معنی

شرعی اصطلاح میں نماز سے مراد وہ خاص عبادت ہے کہ جو ایسے خصوصی ارکان پر مشتمل ہے کہ جو تکبیر سے لے کر سلام پر ختم ہوتی ہے۔ اسلام میں نماز خاص طور پر فقہی موضوعات کے درمیان خود انفرادی اہمیت رکھنے کے باوجود ایک خاص مقام بھی رکھتی ہے۔ نماز کے لئے چار ہزار باب ہیں۔ ایک روایت میں امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا: نماز کے لئے چار ہزار حدیں ہیں۔[6]

نماز کی اہمیت

الف) قرآن کی بعض آیات میں ایسے کچھ نکات کا استفادہ ہوا ہے کہ جو نماز کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ نکات عبارت ہیں: نماز دین کی ضروریات اور واجبات میں سے ہے یہاں تک کہ اس سے انکار کفر اور مرتد ہونے کا باعث

ہے، لہٰذا قیامت کے دن اہل دوزخ اور جہنم سے سوال کیا جائے گا کہ کونسی چیز تمہارے جہنم میں ڈالے جانے کا سبب بنی ہے۔ "ما سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ " (42:74) کس چیز نے تمہیں جہنم میں پہنچایا؟، "قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ" (43:74) ترجمہ: "تو وہ کہیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے" (ایک عامل یہ تھا کہ ہم نمازی نہیں تھے)۔

ایک دوسرے مقام پر نماز کو ضائع کرنے کی نحس آفتوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا"؛ (59:19) پھر ان کے بعد ایسے ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کے پیچھے چل پڑے پس وہ عنقریب ہلاکت سے دوچار ہوں گے۔

وہ لوگ جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور شہوت کے پیروکار تھے بہت جلدی اپنی گمراہی کی وجہ سے سزا پائیں گے۔ حقیقت میں نماز کا اہتمام کرنا اور اس کو ضائع نہ کرنا اپنے نفس کی خواہشات اور شہوت پرستی سے جنگ بھی ہے اور ہدایت بھی اور عذاب خدا سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔

ب) نماز کو برپا کرنے کا دستور، شرک سے نہی کے ساتھ ہے جو کہ سورہ مبارکہ روم میں بیان کیا گیا ہے کہ نماز کو ترک کرنا شرک کا باعث ہے: "وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ" (31:30) ترجمہ: "تقویٰ اختیار کرو، پابندی سے نماز پڑھو اور مشرکین سے نہ ہو جانا"۔

ج) متعدد آیات میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ نماز اسلام سے پہلے، پچھلے ادیان میں بھی عبادت کے عنوان سے بیان کی گئی ہے جیسا کہ ابراہیمؑ اپنی دعاؤں میں سے ایک دعا میں خداوند ذوالجلال سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ خود انہیں اور ان کی اولاد کو نمازیوں میں سے قرار دے: "رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي"؛ ترجمہ: "اے پالنے والے! مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند بنا"۔ یہ موضوع اور درخواست حضرت ابراہیمؑ کے لئے اس قدر اہم تھی کہ اس درخواست کے بعد فرماتے ہیں: "وَتَقَبَّلْ دُعَاء"؛ (40:14) کہ پروردگارا! میری دعا کو قبول فرما۔

حضرت موسیٰؑ سے عبادت خاص طور پر نماز کے بارے میں خطاب ہوا: "إِنَّنِي أَنَا اللهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي"؛ (14:20) ترجمہ: "میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس صرف میری بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کریں"۔ ایک اور مقام پر حضرت موسیٰؑ کے علاوہ ان کے بھائی کو بھی وحی کے ذریعے نماز کے برپا کرنے کا حکم دیا گیا، لہٰذا سورہ یونس میں پڑھتے ہیں: "وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ؛ (87:10) ترجمہ: "اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارون) کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کے (رہنے سہنے کے لئے) گھر بناڈالو اور اپنے اپنے گھروں ہی کو مسجدیں قرار دے کر پابندی سے نماز پڑھو اور مؤمنین کو (نجات کی) خوشخبری دے دو۔

نماز کے اجتماعی فوائد

نماز کے بارے میں آیات اور روایات کے مطالعہ سے اس اہم نکتے کی جانب متوجہ ہوتے ہیں کہ نماز حقیقت میں بندے اور خالق کے درمیان ایک رشتے کا نام ہے اور اس رشتے کی کشش مقناطیس کی مانند ذمہ دار نمازیوں کو معین وقت میں روزانہ تین سے پانچ مرتبہ نماز جماعت بر گزار ہونے والے مقامات کی جانب کھینچتی ہے۔ جس طرح اوائل اسلام سے نماز اور مسجد مختلف قسم کے لوگوں کا مرجع اور سیاسی، فرہنگی اور ثقافتی اجتماعات کا مرکز تھی بالکل اسی طرح آج بھی اساتید اور شاگردوں کی تعلیم و تربیت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے والوں کے لئے اوج کمال تک پہنچنے کا مقام اور مرکز ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ نماز جماعت میں شرکت کرنے سے لوگوں کا امام جماعت کے ساتھ دوستانہ اور معنوی ارتباط میسر ہو جاتا ہے اور اس طرح لوگ دین کے پیغام پہنچانے والے ائمہ کے وجود سے بہرہ مند ہوتے رہتے ہیں جس وجہ سے یہ لوگ نمازیوں کی اسلامی آگاہی اور ثقافتی سطح کو کمال تک لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے اسلامی معاشرے کے اراکین کی رشد و تربیت کے لئے ایک پاکیزہ اور سالم ماحول فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے اب ہم نماز کے بعض اہم اجتماعی فوائد کو بیان کرتے ہیں:

1۔ نماز، تدبیر منزل کا سبب

کسی خاندان کی زندگی کی سلامتی کے لئے تدبیر منزل اور ایک دقیق ٹائم ٹیبل اہم رول ادا کرتا ہے۔ خاندان کو صحیح نہج پر چلانے اور دقیق پروگرام بنانے کے لئے وقت کی تعیین ایک ضروری چیز ہے۔ اسلام انسان کے رشد و تعالی تک پہنچنے اور معنوی اور مادی ترقی کے حصول میں عبادات کے اوقات کو بہت اہمیت دیتا ہے۔

عبادات کو پابندی وقت سے انجام دینا اور لوگوں کا نظم و ضبط کی رعایت کرنا، وقت شناسی کی مہارت کے حصول اور دقیق ٹائم ٹیبل بنانے میں معاون بن سکتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعبیر کے مطابق: "فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا"؛ ترجمہ: "بے شک نماز اپنے مقررہ وقتوں میں مؤمنوں پر فرض ہے۔ (103:3) لہٰذا نماز کہ جو اپنے خاص اوقات میں ادا کی جاتی ہے، انسان کے اندر نظم و ضبط برقرار کرنے کی روح کو وجود میں لاتی ہے اور موجب بنتی ہے کہ انسان زندگی کے تمام میدانوں میں نظم و ضبط کی رعایت کرے۔ پس، نماز کی ہمیشہ اول وقت میں ادائیگی، خاندانی زندگی کے ہر پہلو کو درست سمت دینے اور دیگر امور زندگی کو ان کے اوقات میں انجام دینے کا سبب بنتی ہے۔ نمازی خاندان میں والدین اور ان کے بچے رات دیر تک ٹی وی نہیں دیکھتے، صبح سے دوپہر تک نہیں سوتے بلکہ نمازوں کو ان کے اوقات میں بجالانے کی برکت سے ان کا کھانا پینا، سونا اور بیدار ہونا، رہن سہن اور اسی طرح دوسرے امور زندگی بھی منظّم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جمعہ اور عید کی نمازیں بھی انسانی زندگی کو منظّم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔[7] شریعت میں نماز جمعہ کے وقت خرید و فروخت کو معطل کرنے، جمعہ اور عید کی نماز پر جانے سے پہلے صفائی اور نظافت کا خیال رکھنے، نیا لباس پہننے اور ملاقات کے لئے آنے جانے والوں کا استقبال کرنے کی ان ایام میں سفارش کی گئی ہے۔[8] یہ سب چیزیں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرے میں صحت و صفائی، ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا اور دوسرے امور زندگی وغیرہ شرعی دستورات اور عبادی کاموں کے ساتھ سازگار ہیں۔

وہ اسلام کہ جو نماز کی صفوں کو منظّم کرنے کی تاکید کرتا ہے: قال رسول الله: سَوَّو صُفوفکم فَاِنَّ تَسوِیَۃَ الصَّفّ تَمامُ الصّلاہ؛ نماز جماعت کی صفوں کو منظّم کرو کہ صفوں کو منظّم کرنا نماز کو کامل کرتی ہے۔[9] وہ انسانی زندگی کے اندر نماز کی مرکزیت اور نظم و ضبط کا بہت زیادہ قائل ہے۔ لیکن صد افسوس کہ ہمارا معاشرہ اس نظم و ضبط سے کوسوں دور ہے کہ جس کا دین اسلام متقاضی ہے۔

کتنا اچھا ہوتا اگر زندگی کے تمام کاموں کو فلموں، ڈراموں اور ڈش انٹینا کے ساتھ ہماہنگ کرنے کی بجائے نماز کے ساتھ سازگار کر دیا جاتا تاکہ نماز میں دیر نہ ہوتی اور وہ اپنے فضیلت کے وقت کے اندر ادا کی جاتی۔

کتنا اچھا ہوتا کہ اوقات نماز کا لحاظ رکھا جاتا۔ صبح کے وقت نماز کو انجام دینے کے ساتھ ہی سونے کے ٹائم ٹیبل کو اختتام پر پہنچایا جاتا اور گھر سے باہر کے کاموں کو شروع کیا جاتا، اس کے بعد ظہر و عصر کی نماز کا وقت ہوتے ہی تمام کاموں کو روک دیا جاتا اور دوپہر کا کھانا تناول کرنے کے بعد قیلولہ کیا جاتا۔

پھر اس کے بعد کام کی دوسری شیفٹ کو شروع کیا جاتا اور مغرب و عشاء کی نماز پر ختم کیا جاتا، عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد تمام کاموں کو ختم کرکے سویا جایا جاتا۔ یومیہ نمازوں کے درمیانی وقفے کا دورانیہ دقیق اجتماعی پروگرام بنانے والوں کو یہ امکان فراہم کرتا ہے کہ اگر نمازوں کے اوقات اور دوسرے اجتماعی کاموں کے درمیان سازگاری دی جائے تو اس صورت میں نہ صرف کاموں کے درمیان خلل ایجاد نہیں ہوتا بلکہ انسانی فطرت اور طبیعت کے مطابق چلنے سے بہت زیادہ برکات بھی حاصل ہوتی ہیں اور انسان اپنے کاروبار سے زیادہ سے زیادہ منافع بھی اٹھا سکتا ہے۔

2۔ نماز، رشتے داروں کے ساتھ گہرے تعلق کا باعث

دین اسلام میں نماز سے خاندان اور رشتے داروں کے ساتھ رابطے تعلقات کو منظّم کرنے اور بہتر بنانے کے لئے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ خود نماز محبت اور مہربانی کی روح کو انسان کے اندر محکم کرتی ہے، خاندان اور رشتے داروں کے ساتھ تعلقات کی بہتری کا سبب بنتی ہے؛ اس کے علاوہ آیات اور روایات کے مطابق ایک انسان کی عبادات اور اس کی نمازوں کی قبولیت کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر روابط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں خداوند کریم نے ایک معنوی عبادی عمل کے ذریعے سے معاشرے کے حالات کو

بہتر بنانے کے لئے استفادہ کیا ہے۔ حضرت پیغمبر اکرمﷺ سے ایک حدیث میں بیان ہوا ہے: مَنْ كَانَ لَهُ اِمْرَأَةٌ تُؤْذِيهِ لَمْ يَقْبَلِ اَللَّهُ صَلاَتَهَا وَ لاَ حَسَنَةً مِنْ عَمَلِهَا حَتَّى تُعِينَهُ وَ تُرْضِيَهُ وَ إِنْ صَامَتِ اَلدَّهْرَ وَ قَامَتْ وَ أَعْتَقَتِ اَلرِّقَابَ وَ أَنْفَقَتِ اَلْأَمْوَالَ فِي سَبِيلِ اَللَّهِ وَ كَانَتْ أَوَّلَ مَنْ تَرِدُ اَلنَّارَ ثُمَّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ عَلَى اَلرَّجُلِ مِثْلُ ذَلِكَ اَلْوِزْرِ وَ اَلْعَذَابِ إِذَا كَانَ لَهَا مُؤْذِياً ظَالِماً ؛یعنی: "اگر کسی کی بیوی اسے اذیت اور آزار دیتی ہے، خداوند اس کی نمازوں اور دوسری صحیح عبادتوں اور اعمال کو قبول نہیں کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے منائے اور اپنے شوہر کو اپنے سے راضی کرے، اگرچہ وہ دن کو روزہ رکھے، رات کو جاگ کر عبادت کرے، اپنی تمام کنیزوں کو آزاد کرے اور اپنا سارا مال صدقہ کر دے، سب سے پہلے جہنم میں جانے والی یہ عورت ہو گی۔" پھر رسول خداﷺ نے فرمایا: اسی طرح مرد بھی عورتوں کی طرح حکم رکھتے ہیں جب وہ انہیں اذیت دیں اور ان پر ظلم کریں (یعنی؛اگر کوئی مرد اپنی بیوی کو آزار دے، اس کے نیک اعمال اور نمازیں خدا کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں ہوں گی)۔[10]

ایک دوسری حدیث میں امام صادق علیہ السلام نے اس حقیقت کی تاکید کی ہے کہ نماز کی قبولیت کی شرط والدین کے ساتھ صحیح اور نیک برتاؤ ہے۔ حضرتؑ نے اس حدیث میں فرمایا ہے: مَن نَظَرَ إلى أبَوَيهِ نَظرَ مَاقِتٍ و هُما ظالِمانِ لَهُ، لَم يَقبَلِ اللّه ، لَهُ صَلَاةً؛ یعنی: "جو کوئی اپنے والد اور والدہ کہ جنہوں نے اس پر ظلم کیا ہے ، بغض اور کینہ کی نگاہ سے دیکھے، اس کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول واقع نہیں ہو گی"۔[11]

نمازی چاہتا ہے کہ اس کی زحمتیں اور عبادات خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوں، وہ زحمت جو روزانہ پانچ مرتبہ انجام دیتا ہے۔ خداوند کریم نے اس نفسیاتی تحریک کو معاشرتی روابط کو بہتر اور محکم کرنے کی ضمانت قرار دیا ہے۔ اسی لئے مؤمن، اپنی نماز کی قبولیت کی فکر میں لگا رہتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اس کی عبادتی زحمتیں ضائع ہو جائیں، اس طرح وہ اپنے معاشرتی رابطے کو بھی صحیح، بہتر اور محکم تر کرتا ہے۔

3۔ نماز، جرائم میں کمی اور معاشرے کو کنٹرول کرنے میں مددگار

جرم اور کجروی سے مراد، معاشرتی و اجتماعی قوانین و ضوابط کو توڑنا ہے۔[12] معاشرے کو کنٹرول کرنا درحقیقت مجموعہ ہے ایسے طریقہ کاروں، شیبوں، تدبیروں اور وسیلوں کا کہ جن کے ذریعے ایک معاشرہ یا ایک گروہ اس مجموعہ کو استعمال کرتے ہوئے اپنے اعضاء کو قواعد و ضوابط، قوانین اور آداب و رسوم کی رعایت کا پابند بناتا ہے۔[13] نماز کے اجتماعی فوائد میں سے ایک اساسی ترین فائدہ جس کی آیات اور روایات میں سفارش کی گئی ہے، جرائم کو کم کرنا اور آٹومیٹک معاشرے کو کنٹرول کرنا ہے۔ قرآن کریم میں اس بات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ:"وَ أَقِمِ الصَّلاةَ إِنَّ الصَّلاةَ تَنْهى عَنِ الْفَحْشاءِ وَ الْمُنْكَرِ"؛ سورہ عنکبوت : ۴۵۔ (45:29) ترجمہ: "نماز

معاشرے کے افراد کو فحش اور منکر سے بچاتی ہے"۔ سورہ ہود میں ایک اور طریقے سے نماز کے ذریعے سے جرائم پر کنٹرول کرنے کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے، فرمایا: "وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکۡرٰی لِلذّٰکِرِیۡنَ" (114:11) ترجمہ: "اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں اور رات کے کچھ حصوں میں، نیکیاں بیشک برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، نصیحت ماننے والوں کے لئے یہ ایک نصیحت ہے"۔ نماز کو نیکیوں میں سے شمار کیا گیا ہے اور اس کے نقش کو برائیوں کا خاتمہ ذکر کیا گیا ہے۔ دینی شواہد کے علاوہ علمی اور تجربی مطالعات نے بھی اس مسئلہ کی تصدیق کی ہے۔[14] تمام محققین کا خلاصہ کلام یہی ہے کہ دینی اعمال اور مذہبی مناسک کو انجام دینا جرائم میں کمی اور معاشرے کے کنٹرول میں معاون اور مدد ہے۔[15]

4۔ نماز، حیا کے پیدا ہونے کا باعث

حیا یعنی اپنے آپ کو برائیوں سے دور رکھنا۔[16] حیا نماز سے حاصل ہونے والی اہم ترین چیزوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت امام علیؑ مسجد میں حاضر ہونے کے آثار کو شمار کرنے کے ضمن میں فرماتے ہیں: مَنِ اخْتَلَفَ إِلَى اَلْمَسْجِدِ أَصَابَ إِحْدَى الثَّمَانِ ... أَوْ يَتْرُكَ ذَنْباً خَشْيَةً أَوْ حَيَاءً [17] یعنی: "مسجد سے رابطہ رکھنا باعث بنتا ہے کہ وہ گناہ کو خوف یا حیاء کی وجہ سے ترک کر دے"۔

اس روایت کی بنا پر نماز جماعت اور مذہبی کاموں کے انجام دینے کے لئے مسجد میں جانا باعث بنتا ہے کہ انسان گناہ اور منکرات سے بچے۔ ایک اور حدیث میں امام صادقؑ نماز جماعت کے آثار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اَلْمُرَاقَبَةَ ...وَ الزَّجْرِ عَنْ كَثِيرٍ مِنْ مَعَاصِي[18] یعنی: "نماز جماعت نفس پر کنٹرول اور گناہوں سے دوری کا باعث بنتی ہے"۔ جیسا کہ خود نماز جرائم کو روکنے کے لئے مؤثر ہے۔ اسی طرح مختلف شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جماعت لوگوں کے ایک دوسرے سے آشنائی کا سبب بنتی ہے اور یہ کام حیا کی تقویت کا باعث بنتا ہے اور حیا خود پر کنٹرول کرنے کا باعث بنتا ہے؛ اور اسی وجہ سے معاشرے میں جرائم اور منکرات میں کمی آتی ہے۔ اور نماز معاشرے کو خود بخود کنٹرول کرنے میں بہترین کردار ادا کرتی ہے۔

5۔ نماز، یاد خدا میں مددگار اور مؤمنین کو یاد خدا کی غفلت سے محفوظ رکھنے کا باعث

ان دو آیات: "یا اَیُّها الَّذینَ آمَنُوا استَعِینُوا بِالصَّبرِ وَ الصَّلاۃِ ۔ ۔ ۔" (153:2) اور "فَاذکُرُونِی أَذکُرکُم"؛ (152:2) ترجمہ: "پس تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کروں گا"، سے اس بات کا استفادہ کیا گیا ہے کہ کس طرح دلوں کو یاد خدا کی غفلت سے دور کیا جائے اور خدا کی بارگاہ میں سپاسگزاری کی روح کو ایجاد کرکے دل کو زندہ رکھا جائے۔ اور وہ چیز جو ان دو انمول باتوں کی باعث بنتی ہے: وہ ہے خدا کی بارگاہ میں نماز کا برپا کرنا اور صبر اختیار کرنا۔ یہ دو چیزیں انسان کی ذکر خدا میں مدد کرتی ہیں اور یاد خدا کی غفلت کو انسان سے دور کرتی ہیں۔[19]

6۔ نماز، ہدایت کا باعث

سورہ توبہ میں مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی خصوصیات کے بیان کے ساتھ ساتھ ان کی نشانیوں کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے: ''وہ نماز برپا کرنے والے ہیں۔'' ان لوگوں کی پہچان کرانے کے بعد ان کے ہدایت الٰہی کے خاص مقام پر پہنچنے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: '' إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللهَ فَعَسَى أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ''(18:9) ترجمہ: ''خدا کی مسجدوں کو بس صرف وہی شخص آباد کر سکتا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نماز پڑھا کرے اور زکوۃ دیتا رہے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے تو عنقریب یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں سے ہو جائیں گے''۔

ہم یہاں پر اس بات کا ملاحظہ کرتے ہیں کہ آیت مجیدہ شروع سے ہی اس موضوع کو بیان کر رہی ہے کہ: نماز کی ادائیگی اور دوسرے کام جیسے: '' زکات کی ادائیگی، خدا اور روز قیامت پر ایمان، اور خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈرنا، حصول ہدایت کے اہم ترین ذرائع ہیں۔ کیونکہ آیت کا یہ حصہ ''فَعَسَى أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ'' امید ہے اس طرح کے گروہ ہدایت یافتہ میں سے ہوں۔ جس طرح مسجد آباد کرنے والوں کے مقام کو بیان کرتا ہے اسی طرح اس نکتہ کو بھی بیان کر رہا ہے کہ اگر کوئی شخص ان امور کی رعایت کرے تو خود اپنے لئے ہدایت الٰہی کے راستے کو فراہم کرلے گا۔

7۔ نماز، استجابت دعا کا ذریعہ

عباس بن یزید کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ فرمایا: بَينَا رَسولُ اللهِ(ص) جالِسٌ فِي أهلِ بَيتِهِ إذْ قالَ: أحبَّ يُوسفُ أن يَستَوثِقَ لِنفسِهِ --- لَمّا عَزَلَ لَهُ عَزيزٌ مِصرَ عَن مِصرَ--- خَرجَ إلي فَلاةٍ مِنَ الأرضِ فَصلَّي رَكعاتٍ، فَلمّا فَرغَ رَفعَ يَدَهُ إلَي السَّماءِ فَقالَ: «رَبِّ قَد آتَيتَني مِنَ المُلكِ وَ عَلَّمتَني مِن تأويلِ الأحاديثِ فاطِرَ السَّماواتِ وَ الأرضِ أنتَ وَلِيّي فِي الدُّنيا وَ الآخرَةِ (101:12)، قالَ: فَهَبطَ إليهِ جَبرَئيلُ فَقالَ لهُ: يَا يُوسفُ مَا حَاجَتُكَ؟ فَقالَ: رَبِّ «تَوَفَّني مُسلِماً وَ ألحِقْني بِالصّالحِينَ (101:12) فَقالَ أبو عَبدِ اللهِ(ع) خَشيَ الفِتَنَ[20] ایک دن رسول خداﷺ اپنے خاندان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ بغیر مقدمے کے فرمایا: یوسفؑ دوست رکھتا تھا کہ خود کے کام کو محکم کرے۔۔۔ جس وقت مصر کے بادشاہ نے اس کے فائدے کے لئے اپنی کرسی سے کنارہ گیری اختیار کی ۔۔۔ یوسفؑ بیابان میں گئے، چند رکعت نماز پڑھی اور جب فارغ ہوئے ہاتھوں کو آسمان کی جانب بلند کیا اور کہا: پروردگارا! تو نے مجھے حکومت کا ایک عظیم حصہ عطا کر دیا اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا! اے آسمانوں اور زمین کے خلق کرنے والے! تو دنیا اور آخرت میں میرا ولی اور سرپرست ہے۔ پیغمبرﷺ نے فرمایا: پس جرائیلؑ

یوسفؑ پر نازل ہوئے اور اس سے کہا: اے یوسفؑ! تمہاری کیا حاجت ہے؟ یوسفؑ نے کہا: ((پروردگارا! مجھے مسلمان کی موت عطا کر اور صالحین کے ساتھ ملحق فرما!۔۔۔

جیسا کہ ابی عبیدہ حذاء بھی بیان کرتے ہیں: كُنتُ مَعَ الباقِرِ(ع)، فَضَلَّ بَعيري، فَقالَ(ع): صَلِّ رَكعَتَينِ ثُمَّ قُل كَمَا أقولُ: اللهُمَّ رادَّ الضَّالَّةِ، هَادياً مِنَ الضَّلالَةِ رُدَّ عَلَيَّ ضَالَّتي فَإنَّها مِن فَضلِكَ وَ عَطائِكَ، ثُمَّ قالَ(ع): يا أبا عُبيدَةَ! تَعالَ فَاركَب فَركِبتُ مَع أبِي جَعفَرٍ(ع) فَلمّا سِرْنَا إذا سَوادٌ عَلَي الطَّريقِ، فَقالَ(ع): يا أبا عُبَيدةَ! هَذا بَعِيرُكَ فَإذا هُوَ بَعيري[21] میں امام باقر علیہ السلام کے ہمراہ تھا، میری سواری گم ہو گئی۔ امامؑ نے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد کہو: خداوندا! تو گمشدہ چیز کو واپس لوٹاتا ہے اور گمراہی سے ہدایت کی جانب لاتا ہے، میرے گمشدہ کو واپس لوٹا دے کہ جو تیرے احسان اور بخشش سے ممکن ہے، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: اے ابا عبیدہ! میرے ساتھ چلو اور سوار ہو جاؤ۔ حضرت کے ساتھ سوار ہوا جیسے ہی راستے کو طے کیا، راستے میں ہماری آنکھوں نے ایک سیاہی دیکھی، امامؑ نے فرمایا: یہ تمہارا اونٹ ہے۔ جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ میرا ہی اونٹ ہے۔

8۔ نماز، معرفت اور ہدایت کی باعث

نماز، نماز گزاروں کی معرفت اور دانش کو استوار رکھتی ہے۔ اس طرح ایک نمازی معارف اور اطلاعات دینی اصل کر کے برے کردار، گمراہ افکار، فاشی اور منکرات کے مدمقابل ویکیین حاصل کر لیتا ہے۔ نماز ایسے ہدایت بخش معارف کا مجموعہ ہے کہ جس کی روزانہ تلقین اور دن رات میں مختلف اوقات میں اس پر دائمی توجہ معرفت کے حصول کا موجب ہے۔ حضرت علی علیہ السلام مسجد جانے اور نماز جماعت کو ادا کرنے سے پہلے کچھ حصے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مَنِ اخْتَلَفَ إِلَى الْمَسْجِدِ أَصَابَ إِحْدَى الثَّمَانِ ۔۔۔ أَوْ عِلْماً مُسْتَطْرَفاً أَوْ آيَةً مُحْكَمَةً أَوْ رَحْمَةً مُنْتَظَرَةً أَوْ كَلِمَةً تَرُدُّهُ عَنْ رَدًى أَوْ يَسْمَعَ كَلِمَةً تَدُلُّهُ عَلَى هُدًى أَوْ يَتْرُكَ ذَنْباً خَشْيَةً أَوْ حَيَاءً [22] یعنی: "مسجد اور نماز جماعت انسانوں کو نئے علوم۔۔۔ محکم اور پائیدار نشانی عطا کرتی ہیں۔۔۔ اور لوگ مسجد میں آمد و رفت کے دوران اور اسی طرح نماز جماعت سے ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جو انہیں برائیوں سے دور اور ہدایت کی جانب رہنمائی کرتی ہیں"۔

در نتیجہ نماز کو اگر اس کے شرائط، ضوابط، معاشرتی اور اجتماعی زمینہ سازی کے ساتھ ادا کی جائے تو وہ انسان اور معاشرے کے اندر نقصانات اور انحرافات میں کمی کا باعث ہوتی ہے۔ نماز انسان کو باحیا بنانے اور اپنے نفس پر کنٹرول رکھنے میں مددگار ہوتی ہے۔ یہی نماز انسان کو نقصان، برائیوں اور معاشرتی اور اخلاقی غلطیوں کو کم اور ختم کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس کے علاوہ نماز ہدایت کے حصول کے لئے ایک انسان کو ضروری علم فراہم کرتی

ہے اور اس طرح ایک انسان اس طریقہ سے ہدایت اور سعادت کی جانب رہنمائی پالیتا ہے۔

9۔ نماز، دلوں کو ملانے اور بھائی چارہ ایجاد کرنے کا باعث

نماز دینی اقدار جیسے: بھائی چارہ اور ہمدلی کو اجاگر کرتی ہے۔ نماز باجماعت کے دوران ایک دوسرے کی طرف میلان پیدا کرنا اور ایک ساتھ کھڑا ہونا لوگوں کے درمیان الفت اور بھائی چارہ کا سبب ہوتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے تاکید کی ہے کہ نماز کی صفیں سمٹی ہوئی اور ایک دوسرے سے نزدیک ہوں تاکہ صفوں کے سمٹے ہوئے اور ایک دوسرے سے نزدیک ہونے سے نماز گزاروں کے دل بھی ایک دوسرے سے نزدیک ہو جائیں۔ رسول خدا ﷺ نے ایک جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَ امْسَحُوا بِمَنَاكِبِكُمْ لِئَلاَّ يَكُونَ فِيكُمْ خَلَلٌ وَ لاَ تُخَالِفُوا فَيُخَالِفَ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ أَلاَ وَ إِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ خَلْفِي اے لوگو! (نماز جماعت کی) صفوں کو منظّم اور مساوی کرو، ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے رہو تاکہ تم میں فاصلہ اور جدائی نہ ہو اور یہ صفیں بے ترتیب نہ ہوں کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دے اور جان لو کہ میں تم کو پیچھے سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح جماعت کی صفوں کو منظّم کیا ہے۔[23]

قرآن کریم میں بھی نماز کو بھائی چارے کے ایک معیار کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: "فَإِنْ تَابُوا وَ أَقَامُوا الصَّلاةَ وَ آتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ" (11:9) ترجمہ: "تو اگر توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم اپنی آیتوں کو واقف کار لوگوں کے واسطے تفصیلا بیان کرتے ہیں"۔

10۔ نماز، قابل اعتماد اور مؤمن دوست سے آشنائی کرنے کا باعث

ہر انسان اپنی زندگی میں اس ضرورت کو محسوس کرتا ہے کہ اپنی زندگی میں اچھے، قابل اعتماد اور شائستہ دوست رکھتا ہو۔ آج کل عام طور پر جوانوں اور نوجوانوں کی بہت سی مشکلات اور گمراہی کا باعث ان کا اپنے بد کردار دوستوں کے ساتھ منسلک ہونا ہے۔ جو کوئی مطالعے اور کامل آگاہی کے ساتھ دوستی کے رشتے کو باندھتا ہے ان کی دوستی استوا اور پائیدار ہوتی ہے جبکہ اس کے برعکس گندی دوستی نوجوان ذہنوں کو شریر اور ناپاک انسانوں سے ارتباط قائم کرنے کی باعث بن جاتی ہے۔[24]

ہدایت یافتہ اور نیک دوست سے آشنائی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نماز جماعت میں شریک ہونا اور نمازیوں کے ساتھ ارتباط برقرار کرنا ہے۔ امام علی علیہ السلام مسجد جانے سے مناسب اور مفید دوست کے ملنے کے بارے میں فرماتے ہیں: مَنِ اخْتَلَفَ إِلَى الْمَسْجِدِ أَصَابَ إِحْدَى الثَّمَانِ أَخاً مُسْتَفَاداً فِي اللَّهِ ۔ ۔ ۔ یعنی: "مسجد میں جانے کے آٹھ فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان ایک ایسے دوست سے آشنا ہوتا ہے جو الٰہی امور

میں مفید ثابت ہوتا ہے۔"[25]

11۔ نماز، اجتماعی روابط کو آسان بنانے کا باعث

معاشرت کے تمام فوائد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کے ماڈرن دور میں وقت کی کمی، مہنگائی اور انسان کی تنہائی باعث بنتے ہیں کہ ایک انسان معاشرے کے دیگر انسانوں سے کٹ کر رہے۔ اس لئے مسجد، نماز جماعت اور جمعہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے باعث انسان ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں، اپنی تنہائی اور معاشرتی گوشہ نشینی سے باہر آ سکتے اور ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات برقرار کرنا اپنے لئے آسان بنا سکتے ہیں۔ پیامبر اعظم ﷺ نے نماز جمعہ کے فریضہ کے فوائد میں سے مؤمنین اور نماز گزاروں سے ملاقات اور دیدار کو ذکر فرمایا ہے۔ امام علی علیہ السلام ایک حدیث میں پیغمبر ﷺ نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز جمعہ میں شرکت کو ضروری سمجھتے ہوئے فرمایا: اَلْإِتْيَانُ إِلَى اَلْجُمُعَةِ زِيَارَةٌ وَ جَمَالٌ[26] یعنی: "نماز جمعہ میں شرکت دیدار بھی ہے اور زینت اور زیبائی بھی"۔ یومیہ نمازیں بھی نماز جماعت کے اس حکم میں شریک ہیں۔ ہر نماز جماعت میں ایک منطقے اور محلے کے لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونے کے علاوہ ان کی سلامتی، بیماری، مشکلات اور حادثوں کے بارے میں بھی اطلاع حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ کام دوستی اور باہمی تعاون ایجاد کرنے کے لئے بھی مقدمہ بن سکتا ہے۔

12۔ نماز، دوسروں کے حقوق کی جانب توجہ کا باعث

احکام شرعی اور اسلامی دستورات کی بنیاد پر، نماز دوسروں کے حقوق کو ضائع کرنے کی مخالفت کرتی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے نماز کے مختلف مراحل کو انجام دینے کے دوران، غصبی مال استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور یہ کام نماز کے باطل ہونے کا سبب ہے۔[27] اس کے علاوہ فقہ اسلامی میں تاکید کی گئی ہے کہ حتی مسجد یا گھر وغیرہ میں نماز پڑھتے وقت اگر پہلے سے کسی نے جگہ اختیار کر لی ہو اور خود چلا گیا ہو اور تسبیح، سجدہ گاہ یا کسی دوسری چیز کو واپس اسی جگہ پر آنے کی علامت کے طور پر رکھا گیا ہو، دوسرے حق نہیں رکھتے ہیں کہ اس کی جگہ لے لیں۔[28]

تمام ذکر شدہ موارد اس تربیت کی حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ خداوند کریم ہر روز کم از کم پانچ مرتبہ انسان کو دوسروں کی حقوق کی رعایت کرنا سکھاتا ہے اور ان کو معاشرتی زندگی کے تمام مراحل میں ایک دینی ثقافت میں تبدیل کرتا ہے۔

13۔ نماز، ثقافت اسلامی کی آفاقی تبلیغ کی باعث

بہت سے تجزیہ و تحلیل کرنے والے محققین نے اعتراف کیا ہے کہ نماز در حقیقت اسلام اور اسلامی اقدار کی تبلیغ کا ایک زبردست طاقتور پلیٹ فارم ہے۔ نماز جماعت کے نام پر تبلیغ کا یہ مضبوط پلیٹ فارم مختلف پہلوؤں جیسے کیفیت، وسعت، مواد اور اخراجات کے اعتبار سے آج کے بہترین میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے بڑھ کر ہے۔

مقام معظم رہبری نے آئمہ جمعہ و جماعت کے ایک جلسے میں اس نکتے کو اچھی طرح واضح اور روشن کیا ہے۔ اور نماز جماعت کو تبلیغی لحاظ سے استفادہ کرنے کے بارے میں فرمایا: ''آپ اگر سارے ملک میں نماز جمعہ کے ذریعہ ابلاغ کا آج کل کے میڈیا کے تمام ماڈرن ترقی یافتہ جدید ذرائع جیسے: ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات اور میگزین وغیرہ سے موازنہ کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اخراجات اور سپورٹ کے اعتبار سے آپس میں کتنا فرق رکھتے ہیں۔ یہ ذریعہ تبلیغ (نماز جمعہ اور جماعت) معاشرے کے اندر بہت گہرا نفوذ رکھتے ہیں اور کم سپورٹ اور کم اخراجات کے ساتھ بھی معنویت کے خون کو معاشرے کی تمام شریانوں تک پہنچاتے ہیں۔[29]

نماز جمعہ اور جماعت میں تقریروں، خطبوں، کہنے اور سننے کے علاوہ ایک ساتھ مساجد اور نماز جماعت کی جانب روانہ ہونا بھی تبلیغ کا موثر عامل ہے اور یہ چیز توحید واخلاص کی ثقافت کو وسعت دیتی اور اجتماعی میدان میں دین کو موثر بناتی ہے۔ نماز جمعہ میں تقریر، گفت وشنید اور دوسری باتوں کے علاوہ لوگوں کا صرف نماز جمعہ و جماعات میں شرکت کے لئے مل کر جانا بھی توحید، اخلاص اور اجتماعی میدان میں دین کی ثقافت کو منتشر کرنے کے لئے ایک مؤثر تبلیغی عامل ہے۔

امام رضا علیہ السلام ایک خوبصورت بیان میں فرماتے ہیں: اگر پوچھا جائے کہ جماعت کو اس قدر واضح بیان کرنے کی دلیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں ضروری ہے کہ یہ کہا جائے: إِنَّمَا جُعِلَتِ الْجَمَاعَةُ لِئَلاَّ يَكُونَ الْإِخْلاَصُ وَ التَّوْحِيدُ وَ الْإِسْلاَمُ وَ الْعِبَادَةُ لِلَّهِ إِلاَّ ظَاهِراً مَكْشُوفاً یعنی: ''نماز جماعت اس وجہ سے واجب ہوئی ہے کہ اخلاص، توحید، اسلام اور خدا کی عبادت آشکار اور ظاہر ہو''؛ کیوں کہ عبادت کو ظاہر کرنا، مشرق اور مغرب کے لئے حجت اور دلیل ہے اور منافقین اور وہ لوگ جو اسلامی قوانین کو اہمیت نہیں دیتے ہیں، جماعت کو برگزار کرنے سے اسلام کے ظاہر کا اعتراف کرکے اپنے ہوش کے ناخن لیں گے۔[30]

14۔ نماز، مال کی حفاظت کا باعث

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: میرے والد اپنے والد امام محمد تقی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

فَجَاءَهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ إِنَّ لِي غُنَيْمَاتٍ قَدْرَ سِتِّينَ شَاةً فَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدُوَ فِيهَا وَ أُفَارِقَ حَضْرَتَكَ وَ خِدْمَتَكَ وَ أَكْرَهُ أَنْ أَكِلَهَا إِلَى رَاعٍ فَيَظْلِمَهَا وَ يُسِيءَ رِعَايَتَهَا فَكَيْفَ أَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أُبْدُ فِيهَا فَبَدَا فِيهَا فَلَمَّا كَانَ فِي اَلْيَوْمِ اَلسَّابِعِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا بَا ذَرٍّ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ قَالَ مَا فَعَلَتْ غُنَيْمَاتُكَ قَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ إِنَّ لَهَا قِصَّةً عَجِيبَةً قَالَ وَ مَا هِيَ قَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ بَيْنَا أَنَا فِي صَلاَتِي إِذْ عَدَا اَلذِّئْبُ عَلَى غَنَمِي فَقُلْتُ يَا رَبِّ صَلاَتِي وَ يَا رَبِّ غَنَمِي فَآثَرْتُ صَلاَتِي عَلَى

غَنَمِي وَ أَخْطَرَ اَلشَّيْطَانُ بِبَالِي يَا بَا ذَرٍّ أَيْنَ أَنْتَ إِنْ عَدَتِ اَلذِّئَابُ عَلَى غَنَمِكَ وَ أَنْتَ تُصَلِّي فَأَهْلَكَتْهَا وَ مَا يَبْقَى لَكَ فِي اَلدُّنْيَا مَا تَتَعَيَّشُ بِهِ فَقُلْتُ لِلشَّيْطَانِ يَبْقَى لِي تَوْحِيدُ اَللَّهِ تَعَالَى وَ اَلْإِيمَانُ بِرَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ مُوَالاَةُ أَخِيهِ سَيِّدِ اَلْخَلْقِ بَعْدَهُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ مُوَالاَةُ اَلْأَئِمَّةِ اَلْهَادِينَ اَلطَّاهِرِينَ مِنْ وُلْدِهِ وَ مُعَادَاةُ أَعْدَائِهِمْ وَ كُلُّ مَا فَاتَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَلٌ فَأَقْبَلْتُ عَلَى صَلاَتِي فَجَاءَ ذِئْبٌ فَأَخَذَ حَمَلاً فَذَهَبَ بِهِ وَ أَنَا أَحُسُّ بِهِ إِذْ أَقْبَلَ عَلَى اَلذِّئْبِ أَسَدٌ فَقَطَعَهُ نِصْفَيْنِ وَ اِسْتَنْقَذَ اَلْحَمَلَ وَ رَدَّهُ إِلَى اَلْقَطِيعِ ثُمَّ نَادَانِي يَا بَا ذَرٍّ أَقْبِلْ عَلَى صَلاَتِكَ فَإِنَّ اَللَّهَ قَدْ وَكَّلَنِي بِغَنَمِكَ إِلَى أَنْ تُصَلِّيَ فَأَقْبَلْتُ عَلَى صَلاَتِي وَ قَدْ غَشِيَنِي مِنَ اَلتَّعَجُّبِ مَا لاَ يَعْلَمُهُ إِلاَّ اَللَّهُ تَعَالَى حَتَّى فَرَغْتُ مِنْهَا فَجَاءَنِي اَلْأَسَدُ وَ قَالَ لِي اِمْضِ إِلَى مُحَمَّدٍ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ اَللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَكْرَمَ صَاحِبَكَ اَلْحَافِظَ لِشَرِيعَتِكَ وَ وَكَّلَ أَسَداً بِغَنَمِهِ يَحْفَظُهَا فَعَجِبَ مَنْ حَوْلَ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَدَقْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ وَ لَقَدْ آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَيْنُ۔ قَالَ لَهُ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا بَا ذَرٍّ إِنَّكَ أَحْسَنْتَ طَاعَةَ اَللَّهِ فَسَخَّرَ اَللَّهُ لَكَ مَنْ يُطِيعُكَ فِي كَفِّ اَلْعَوَادِي عَنْكَ فَأَنْتَ مِنْ أَفَاضِلِ مَنْ مَدَحَهُ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِأَنَّهُ يُقِيمُ اَلصَّلاَةَ[31]

یعنی: "ابوذر غفاریؓ ایک دن پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس بھیڑیں ہیں اور میں نہیں چاہتا کہ تمام اوقات بھیڑوں کے ساتھ رہوں اور آپ کے پر فیض محضر اور خدمت سے محروم رہ جاؤں، اور اسی طرح ڈرتا ہوں کہ بھیڑوں کو ایسے چوپان کے حوالے کروں کہ جو ان پر ظلم کرے اور ان کو اچھی طرح نہ چرائے، کیا کروں؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے ابوذرؓ! جاؤ اور اپنے بھیڑوں کو چرانے کے لئے بیابان میں لے جاؤ۔ ابوذرؓ نے رسول اکرم ﷺ کے فرمان کو قبول کیا اور اپنے بھیڑوں کو بیابان میں لے گئے۔ ایک ہفتے کے بعد پیغمبر خدا ﷺ کے حضور مشرف ہوئے، پیغمبر ﷺ نے پوچھا: اے ابوذرؓ! اپنی بھیڑوں کا کیا کیا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری بھیڑوں کا قصہ عجیب ہے۔ پوچھا: کیا قصہ پیش آیا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نماز میں مشغول تھا کہ اچانک ایک بھیڑیے نے میری بھیڑوں پر حملہ کر دیا۔ میں نے کہا: پروردگارا! میری نماز، پروردگارا! میری بھیڑیں (نماز پڑھنے اور اپنی بھیڑوں کی حفاظت کی فکر میں تھا) بالآخر اپنی نماز کو اپنی بھیڑوں پر ترجیح دی"۔

اس دوران شیطان میرے پاس آیا اور کہا: اے ابوذرؓ! کیا کر رہے ہو؟! بھیڑیے نے تمہاری بھیڑوں پر حملہ کر دیا ہے اور تم نماز پڑھ رہے ہو؟! بھیڑوں کو ہلاک کر دے گا اور تمہارے لئے کچھ بھی باقی نہیں بچے گا کہ جس سے زندگی گزارو۔ میں نے شیطان کو جواب دیا: میرے پاس توحید پروردگار، رسول خدا ﷺ اور ان کے بھائی علی بن ابی طالبؑ اور ائمہ طاہرینؑ کی ولایت اور ان کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی باقی ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ مجھ

سے چھوٹ جائے بہت نا چیز ہے اور زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کے بعد نماز کی جانب متوجہ ہو جاتا ہوں، جس وقت بھیڑیے نے میری ایک بھیڑ کو پکڑا ہی تھا کہ اسی وقت اچانک ایک شیر آیا اور اس بھیڑیے پر حملہ آور ہوا اور اسے چیر پھاڑ دیا اور میری بھیڑ کو نجات دی۔ پھر میرے پاس آیا اور کہا: اے ابوذرؓ! اپنی نماز کی جانب متوجہ رہو کہ خداوند عالم نے مجھے تمہاری بھیڑوں پر اس وقت تک محافظ بنایا ہے جب تک کہ تم نماز پڑھ لو۔ اس وقت خدا جانتا ہے کہ میرا کیا حال ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد تعجب اور حیرانگی کے ساتھ میں نماز کی جانب متوجہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اپنی نماز سے فارغ ہوا، میری نماز تمام ہونے کے بعد شیر آیا اور مجھ سے کہا: اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور اسے خبر دو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس صحابی اور دوست (ابوذرؓ) کو بہت عزیز رکھتا ہے جو تیری شریعت کا محافظ ہے اور میں نے ایک شیر کو تیری بھیڑوں کے لئے موکل اور مامور کیا تاکہ وہ ان کی حفاظت کر سکے۔ وہ لوگ جو رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حیرت زدہ ہو گئے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے ابوذرؓ، تم صحیح کہہ رہے ہو، بے شک میں، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیھم السلام تمہاری بات پر یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ تم سچ کہہ رہے ہو۔۔۔ اے ابوذرؓ! تم نے خدا کی اچھی طرح اطاعت کی ہے اس لئے خداوند عالم نے ایک شیر کو تیرا مطیع بنایا تاکہ بیابان میں تمہاری اور تمہاری بھیڑوں کی حفاظت کرے، لہٰذا تم ان گرامی ترین شخصیات میں سے ہو کہ جن کی خدا تعالیٰ نے مدح کی ہے کہ وہ نماز کو برپا کرتے ہیں"۔[32]

15۔ نماز، ہمدلی اور وحدت بین المسلمین کا باعث

نماز وحدت اور نظم و ضبط کی پابندی سکھاتی ہے۔ محلوں، آفسوں اور اداروں میں نماز باجماعت، نماز جمعہ، نماز آیات اور نماز استسقاء (کہ جو اپنی ابتدائی شرائط یعنی قصد قربت کے ساتھ عبادی اعمال کے طور پر انجام پاتی ہیں) مخفی طور پر آہستہ آہستہ نظم و ضبط، یکدلی و ہمدلی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا سبب بنتی ہیں۔ چونکہ نماز کے دوران سب نمازی رنگ، زبان، نسل اور خاندانی تفریق کو بھول کر یک زباں ہو کر، ایک قبلہ کی طرف منہ کرکے، ایک ہی صف میں بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کی عظمت کے سامنے پورے خشوع و خضوع اور ہم دلی کے ساتھ دنیاوی طاقتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف خدا کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

16۔ نماز، اقتدار کے حصول اور سیاسی معاملات میں تبدیلی کا باعث

نماز صرف ایک عبادتی کام یا ایک مذہبی آئین نہیں ہے بلکہ معنوی عبادت ہونے کے علاوہ ایک سیاسی پہلو بھی رکھتی ہے۔ عید اور جمعہ کی نمازوں میں خطبے اور بیان کیے جانے والے مسائل زیادہ تر سیاسی پہلو رکھتے ہیں۔ مقام معظم رہبری فرماتے ہیں: نماز جمعہ، اجتماعی نماز ہے، نماز کسی شخص کو آگاہ اور واضح کرنے والی چیز ہے، نماز آفاق عالم سے مؤمنین اور ہر فرد کے لئے اخبار کی حیثیت رکھتی ہے۔ (ضروری ہے کہ) معاشرے میں معنوی پہلو، لوگوں کی تہذیب

و

تربیت، انسان سازی اور تقویٰ کی فضا پر توجہ دینے کے علاوہ نماز کے سیاسی پہلو پر بھی متوجہ رہیں۔[33]

نماز جماعت اور نماز جمعہ، سیاسی اور اجتماعی انجمنوں کے وجود میں آنے کا سبب بھی بن سکتی ہیں اور اسی طرح ایسے گروہ کو وجود میں لانے کا باعث بن سکتی ہیں کہ جو سیاسی لحاظ سے بہت سے کاموں کو انجام دے سکے۔اس طرح مسجد محور سیاسی جماعتیں، سیاسی اور بین الاقوامی معاملات و مسائل پر اثر انداز ہو سکتی ہیں۔ تاریخ اسلام میں ایسے شواہد موجود ہیں جو نماز جماعت کے سیاسی معاملات پر اثر انداز ہونے کی تائید کرتے ہیں۔اس کا واضح ترین نمونہ، فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کی مسجد الحرام میں باشکوہ نماز جماعت ہے کہ تاریخ کے بقول جس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو اسلامی قدرت کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

جس وقت ابوسفیان نے دیکھا کہ پیغمبر ﷺ آگے کھڑے ہیں اور مسلمان ان کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں، ان کی تکبیر کے ساتھ سب تکبیر کہتے ہیں۔ سارے نمازی رکوع و سجود میں بھی اسی طرح ان کی اقتدا کر رہے ہیں؛ اسی لئے نماز کی وجہ سے ان پر عظمت اور شان و شوکت کی دھاک بیٹھی۔ ابوسفیان اس قدر شان و شوکت اور احترام کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا لہٰذا یہی کام باعث ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہم رنگ ہو جائے اور اس کے پاس ان کے آگے تسلیم ہونے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں تھا۔[34]

17۔ نماز، سیاسی بصیرت کے عمیق ہونے کا باعث

امام صادق علیہ السلام بصیرت کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اَلْعَامِلُ عَلَى غَيْرِ بَصِيرَةٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ الطَّرِيقِ وَ لَا يَزِيدُهُ سُرْعَةُ السَّيْرِ مِنَ الطَّرِيقِ إِلَّا بُعْداً؛[35] یعنی: "علم اور آگاہی کے بغیر کسی کام کو شروع کرنے والا، اس شخص کی مانند ہے جو بیابان میں سراب دیکھتے ہی پانی کی جستجو میں چلا جائے اور اس حالت میں جس قدر تیزی سے عمل کرے گا اتنا ہی اپنے مقصد سے دور ہوتا چلا جائے گا"۔

جمعہ و جماعت اور عیدین کی نمازیں اس اہم فریضہ کو انجام دیتی ہیں۔ نماز جمعہ اور عید کے خطبوں اور اس کے علاوہ اجتماع سے افراد کی دور اندیشی میں تقویت حاصل ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی نماز جماعت اور جمعہ میں شرکت (اس شرط کے ساتھ کہ جماعت کا امام حالات حاضرہ سے آگاہ ہو،) باعث بنتی ہے کہ نمازیوں کے اندر حالات حاضرہ، مسلمانوں کی مشکلات اور بین الاقوامی مسائل کے بیان سننے سے سیاسی بصیرت پروان چڑھے۔[36]

امام رضا علیہ السلام جمعے کے خطبے کی ضرورت کے بارے میں فرماتے ہیں: اِنَّما جُعِلَتِ الْخُطْبَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، لاَنَّ الْجُمُعَةَ مَشْهَدٌ عامٌّ، فَاَرادَ اَنْ يَكونَ لِلأمْيرِ سَبَبٌ اِلى مَوْعِظَتِهِمْ وَ تَرْغيبِهِمْ فِي الطّاعَةِ وَ تَرْهيبِهِمْ مِنَ الْمَعْصيَةِ وَ تَوْقيفِهِمْ عَلى ما اَرادَ مِنْ مَصْلَحَةِ دينِهِمْ وَ دُنْياهُمْ وَ يُخْبِرَهُمْ

بِما وَرَدَ عَلَيْهِمْ مِنَ الآفاقِ وَ مِنَ الأهْوالِ الَّتی لَهُمْ فيها الْمَضَرَّةُ وَ الْمَنْفَعَةُ[37] یعنی: "نماز جماعت کے خطبے اس اہم کام کے لئے بیان ہوئے ہیں کہ جمعہ کا دن عام لوگوں کے اکٹھے ہونے کا دن ہے لہٰذا امام کے لئے خطبہ دینا، نصیحت کرنے، اطاعت کی حوصلہ افزائی، نافرمانی سے خبردار کرنے، حالات حاضرہ اور انسانی مصالح و مفاسد سے آگاہ کرنے کے لئے ایک وسیلہ ہے۔ اور ان میں دو خطبوں کا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ پہلا خطبہ میں خدا کی بارگاہ میں سپاس گزاری کو جب کہ دوسرے میں مؤمنین کی ضرورتوں، معذرت خواہیوں، خوف و رجا کا تذکر، ضروری باتوں کی تعلیم، اوامر و نواہی الٰہی اور مصالح و مفاسد کو بیان کیا جاتا ہے۔

18۔ نماز، تعاون اور مدد کی روح کے فعال ہونے کا باعث

ہمبستگی اور تعاون اسلام کی اعلی اقدار میں سے ہیں۔ ان دونوں قدروں کی جانب توجہ دینا اسلامی معاشرے کی پہچان ہے یعنی اسلام معنوی اور عبادی مراسم اور انسان کے خدا کے ساتھ ارتباط کے بہتر ہونے کے ساتھ ساتھ انسان کے انسان کے ساتھ رابطے یا بہ عبارت دیگر اپنے ہم شہریوں کے ساتھ ارتباط کو بھی اہمیت دیتا ہے۔ قرآنی آیات میں بار بار نماز اور زکوۃ کے حکم کا ایک دوسرے کے ساتھ آنا بھی اسی موضوع کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ (2 :432،83، 110، 177، 277)، (4:77، 162)، (5:12، 55)، (9:5، 11، 18، 54، 71)، (22:13) ، (31:14)،(22:41،78)،(24:59)،(27:3)،(31:4)،(33:133)،(58:13)،(73:220)، (5:78) اور یہ چیز، باجماعت نماز، مساجد اور مذہبی مراکز کے اجتماع میں سب سے زیادہ دکھائی دیتی ہے۔ لوگ مساجد میں نماز جماعت میں شرکت کے ذریعے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ معاشرتی، اقتصادی اوضاع اور ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں؛ اگر کسی شخص یا کچھ لوگوں کے لئے کوئی مشکل وجود میں آتی ہے تو ان سے مطلع ہوتے ہیں۔ اور ان کے اندر پائی جانے والی ایمان اور ذمہ داری کی روح کی بنیاد پر لوگوں اور اپنے معاشرے کی مشکلات کے حل کے لیے تعاون اور مدد کرتے ہیں۔

ہم نے پچھلے چند سالوں سے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ مسجد میں آنے والوں نے جنگ اور مورچوں کے سلسلے میں، معاشرے کے اندر خراب اقتصادی حالات کے ٹھیک کرنے، جوانوں کی شادیاں کرانے حتیٰ غریب خاندانوں کی مشکلات کو درست سمت دینے کے لئے نہایت متین اور محکم قدم اٹھائے ہیں۔[38] دینی کتب میں نمازیوں کے تعاون اور ہمکاری کے پہلوؤں کو مورد تاکید قرار دیا گیا ہے۔ امام رضا علیہ السلام نماز جماعت کے فلسفے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لِأَنَّ ۔ ۔ ۔ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ الْمُسَاعَدَةِ عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوى[39] ترجمہ: "شریعت میں نماز جماعت کا حکم اس لئے دیا گیا ہے چونکہ اس میں خیر و تقویٰ کے لحاظ سے مدد، ہمکاری اور تعاون موجود ہے۔"

19۔ نماز، برکات الٰہی کے نزول کا باعث

ایک معاشرے کی اقتصادی ترقی کا دار و مدار اس کے ماحول میں موجود خام منابع کے فراہم ہونے پر ہے۔ دھات کی کانیں، پیٹرول کے کنویں اور بارش یہ سب خدائی فضل و رحمت کے مصادیق میں سے ہیں۔ البتہ ان میں سے ہر ایک مادی اسباب رکھتے ہیں کہ جن کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ لیکن ان اسباب کی تدبیر خدائے متعال کے عہدے پر ہے۔ لہٰذا وہ معاشرہ جو اس کی رضا کو حاصل کرنے کے راستے پر چلے گا، زیادہ تر برکات حاصل کر سکتا ہے۔

روایات میں بیان ہوا ہے کہ: صَلاةُ اللَّيلِ تَجلِبُ الرِّزقَ ترجمہ: "نماز شب روزی لاتی ہے"۔[40] ایک اور جگہ پر فرمایا: "صَلاةُ اللَّيلِ تَقْضِي الدَّيْنَ"؛[41] یعنی: "نماز انسان کا قرض ادا کرتی ہے"۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: وَ ذِكْرُ اللَّهِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَبْلَغُ فِي طَلَبِ الرِّزْقِ مِنَ الضَّرْبِ فِي الْأَرْضِ یعنی: "جو کوئی صبح کی نماز سے سورج کے طلوع ہونے تک مصلے پر بیٹھا رہے (اور تعقیبات میں مشغول رہے) یہ کام زمین پر مہینوں روزی کے پیچھے دوڑنے سے بہتر ہے۔"[42]

نماز کے رزق و روزی پر تاثیر کا ایک جلوہ، نماز استسقاء ہے۔ یہ نماز ایک دستور ہے کہ جس پر قحطی کے وقت عمل کیا جاتا ہے۔ یہ مل کر انجام دی جانے والی عبادت ہے جو در حقیقت خدائے عزوجل کے سامنے عجز اور فقر کا ایک عام اعلان ہے اور کسی معاشرے کی جانب برکات الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ یہ بات بارہا مرتبہ ثابت ہو چکی ہے کہ نماز استسقاء کے پڑھنے کی تاثیر کے طور پر بارش اور رحمت کے نزول کے ساتھ ہی طبیعی نعمتوں کی فراوانی، زراعت اور باغات کی پیداوار میں اضافہ تاریخ تمدن اسلامی میں بار بار دیکھنے کو ملا ہے۔ اس کا واضح ترین نمونہ آئمہؑ اور بزرگ علماء کا نماز استسقاء پڑھنا اور ان برکتوں کا حصول ہے۔ ہمارے دور میں نمونے کے طور پر آیت اللہ خوانساریؒ کی سال ۱۳۳۰ شمسی کی نماز استسقاء ہے۔[43]

20۔ نماز، مختلف طبقات کے درمیان اختلاف کے دور ہونے کا باعث

مسلمانوں کا عبادتی مراسم اور پروگرامز میں حاضر ہونے کا طریقہ کار اختلافات میں کمی اور اجتماعی قدر و منزلت کی تبدیلی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ نمازی مؤمنین کے درمیان مال و ثروت معیار فضیلت نہیں بلکہ تقویٰ کا ہونا برتری کی دلیل ہے۔ لوگ طاقت اور مال ہونے کی بنا پر احترام کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ایمان اور معنوی منزلت کے درجات پر فائز ہونے کی اساس پر محترم شمار ہوتے ہیں۔ اس مسئلے کا عینی مصداق دینی اجتماعی نظام میں لوگوں کے درمیان موقعیت اور منزلت کی تبدیلی ہے۔

ہر قوم، قبیلہ نسل و ملت سے کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت مدّنظر رکھے بغیر ایک ہی قبلہ کی طرف مسلمانوں کا نماز کی صفوں میں ہم رنگ اور یکساں طور پر حاضر ہو کر نماز ادا کرنا برادری اور برابری کی عظیم نمائش ہے۔ اور

اس بابرکت چیز کا حصول صرف نماز با جماعت سے ممکن ہے۔اجتماعی عبادت کے دوران پیدا ہونے والی مہر و محبت کے ذریعے سے مؤمنین کے درمیان پائی جانے والی کدورت اور نفرت کو رفع و دفع کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ اور نتیجہ

نماز دین کا ستون اور وہ عمل ہے کہ جس کے بارے میں قیامت کے دن سب سے پہلے حساب وکتاب لیا جائے گا۔ اور نماز وہ پہلی چیز ہے کہ جو اس دن معرفت الہی کے بعد سب سے پہلے پوچھی جائے گی لہٰذا اگر نماز قبول ہوئی، دوسری عبادات اور نیک اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز قبول نہ ہوئی تو دوسری عبادات اور اعمال بھی قبول نہیں ہوں گے۔ ہماری اس تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ نماز وہ خاص عبادت ہے جو اپنے دامن میں ایسے وسیع فوائد رکھتی ہے کہ جو انفرادی، معاشرتی، سیاسی، دنیوی اور اخروی میدانوں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ ہم نے ہر فصل میں اس کے خاص موضوع سے متعلق مناسب آیات اور روایات کے ذریعے نماز کے پھیلے ہوئے فوائد کو مورد توجہ قرار دے کر جمع کر دیا اور نماز کو دینداری کی شناخت کے میزان کے طور پر بلکہ دوسری عبادتوں کے قبول ہونے یا نہ ہونے کے معیار و میزان کے طور پر پہچان کروائی۔ نماز کے انہی فوائد کو مورد توجہ قرار دیتے ہوئے اولیاء الہی اور بزرگان دین نے اسے اپنی اہم ترین سفارش کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

قرآن و حدیث کی جانب رجوع کرتے ہوئے خلاصہ اور نتیجہ کے طور پر نماز کے بہت زیادہ فوائد میں سے اہم ترین اجتماعی فوائد مندرجہ ذیل ہیں:

نماز، انسانی قلوب کو ملانے اور مؤمنین کے درمیان ہمدلی اور بھائی چارہ پیدا کرنے کا سبب ہے۔ نیک دوستوں سے دوستی کی راہ ہموار کرتی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی تبلیغ اور سیاسی معاملات میں تبدیلی اور دینی اقتدار کے ایجاد کی باعث ہے۔

*****

Reference

1. Fakhr al-Din bin Hamad, *Tarih*, *Majma Al-Bahrain*, Cap. 3 (Tehran, Nashaar Farhang Islami, 1378 SH), np.

فخر الدین بن حمد، طریح، *مجمع البحرین*، چ سوم (تہران، نشر فرہنگ اسلامی، 1378 ش)، صفحہ ندارد۔

- Ahmad bin Muhammad, Fayyumi, *al-Masbah al-Munir* (Qum, Dar al-Hijrah, 1455 AH), Below is the word “Salwat”.

- احمد بن محمد، فیّومی، المصباح المنیر (قم، دار الہجرہ، 1455ق)، ذیل کلمہ "صلواہ"۔

2- Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan fi al-Tafseer al-Qur'an*, Vol.16 (Qum, Mossah Nashaar Islami, 1417 AH), 329.

محمد حسین، طباطبائی، المیزان فی التفسیر القرآن، ج16 (قم، مؤسسہ نشر اسلامی، 1417ق)، 329۔

- Fazil Miqdad, *Kunz al-Irfan*, Vol.1 (Iran, Maqtab Navid Islam, 1422 AH), 57.

- فاضل مقداد، کنز العرفان، ج1 (ایران، مکتب نوید اسلام، 1422ق)، 57۔

3. Qutb-ud-din, Ravandi, *Fiqah al- Qur'an*, Vol.1 (Iran, Buniyad Farhangi Imamat, 1398 SH), 57.

قطب الدین، راوندی، فقہ القرآن، ج1 (ایران، بنیاد فرہنگی امامت، 1398ق)، 57۔

4. Ibid.

ایضاً۔

5. Saduq Muhammad bin Ali bin Babuyah, *Ma'ani al-Akhbar*, Vol.1 (Qum, Mossah Nashaar Islami 1338 SH), 367.

صدوق محمد بن علی بن بابویہ، معانی الاخبار، ج1 (قم، مؤسسہ نشر اسلامی، 1338ش)، 367۔

6. Sheikh Abbas, Qumi, *Safina tal-Bihar*, Vol.5 (Qum, Dar al-Aswa, 1416 AH), 148, Baab Saad bahda Al-Alam.

شیخ عباس، قمی، سفینۃ البحار، ج5 (قم، دار الاسوہ، 1416ق)، 148، باب صاد بعدہ الام۔

7. Imam Khomeini, *Tohzee al-Masahil* (Tehran, Mossah Tanzeem wa Nashaar Ahsaar Imam Khomeini, 1391 SH), 144-145.

امام خمینی، توضیح المسائل (تہران، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، 1391ش)، 144-145۔

8. Shaheed Sani, *Al-Tanbihat al-Aliyyah Ali al-Wazaif al-Salah al-Qalbiyyah* (nc, Nashaar Astan Quds, 1371 SH), 183-187.

شہید ثانی، التنبیہات العلیہ علی الوظائف الصلاہ القلبیہ (شہر ندارد، نشر آستان قدس، 1371)، 183-187۔

9. Allama Baqir, al-Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 85 (Bairut, Dar al-Ahiya al-Trath al-Arabi, 1403 AH), 20.

علامہ باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج85 (بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، 1403ق)، 20۔

10. Muhammad bin Hasan, Har Amili, *Wasal al-Shia*, Vol. 14 (Qum, Mossah Al-Al-Bayt al-Ahiya al-Trath, 1416 AH), 116.

محمد بن حسن، حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج14 (قم، موسسہ آل البیتؑ باحیاء التراث، 1416ق)، 116۔

11. Mahdi bin Abizar, Naraqi, *Jamia Al-Saadat*, Vol. 2 (Bairut, Mossah al Al-Alami Lilmatbohaat, dn.), 351.

مہدی بن ابی ذر، نراقی، جامع السعادات، ج2 (بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، سن ندارد)، 351۔

12. Azdanlud Hameed, *Ahshnai Ba Mafahaim Jamia Shanasi* (Iran, Nashaarni, 1388 SH), 63.

عضدانلود حمید، آشنائی با مفاہیم جامعہ شناسی (ایران، نشرنی، 1388ق)، 63۔

13. Allan Barrow, *Farhing Uloom Ijtamai*, (Iran, Antarshat Kayhan, 1380 SH), 348.

آلن بیرو، فرہنگ علوم اجتماعی (ایران، انتشارات کیہان، 1380ق)، 348۔

14. Evansti David, *Barrasi Majtad Rabta Deen o Jurm*, Tarjma: Ali Salimi, 142-178.

ایوانز تی دیوید، بررسی مجدد رابطہ دین وجرم، ترجمہ علی سلیمی، 142-178۔

15. Starke, Rodney, Sims Ben Bridge, William, Deen Kejriwi wa Control Ijtamai, *Risalah Hawza Wa Danishah*, Vol. no, Issue 22, (no year): 173.

استارک، رادنی، سیمز بن بریج، ویلیام، دین کجروی وکنترل اجتماعی، رسالہ حوزہ و دانشگاہ، جلد ندارد، شمارہ 22، (سن ندارد): 173 ۔

16. Hussain bin Muhammad, Raghib Isfahani, *Mufradat Al-faaz al-Qur'an*, (Damascus, Bairut, Dar al-Qalam, 1416 AH), 270.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن (دمشق، بیروت، دارالقلم، 1416ق)، 270۔

17. Muhammad bin Ali bin Babwiyya, Saduq, *Al-Mali*, Vol. 1 (Bairut, Mossah al Al-Alami Lilmatbohaat, 1400 AH), 389.

محمد بن علی بن بابویہ، صدوق، الامالی، ج1 (بیروت، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1400ق)، 389۔

18. Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 6, 71.

مجلسی، بحارالانوار، ج6، 71۔

19. Hashemi Rafsanjani, *Tafsir Rahnamah*, Vol. 1, Sh. 6 (Qum, Bostan Kitab, 1386 Sh), 355.

ہاشمی رفسنجانی، تفسیر راہنما، ج1، ش6 (قم، بوستان کتاب، 1386ش)، 355۔

20. Muhammad bin Masoud bin Ayyash, Abu Nasr, *Tafsir Ayyashi*, Vol. 2 (Tehran, Maktabta Almiya Islamia, 1363 SH), 199, Hadith #: 89.

محمد بن مسعود بن عیاش، ابو نصر، تفسیر عیاشی، ج2 (تہران، مکتبۃ علمیہ اسلامیہ، 1363ش)، 199، حدیث 89۔

- Abd Ali bin Juma, Hawizi, *Tafsir Noor al-Saqlain*, Vol. 2 Chaap IV (Qum, Ismailiyan, 1415 AH), 472, Hadith #: 220.

عبد علی بن جمعہ، حویزی، تفسیر نورالثقلین، ج2، چاپ چہارم (قم، اسماعیلیان، 1415ق)، 472، حدیث 220۔

21. Hassan bin Fazal, Tabarsi, *Makaram al-Akhlaq* (Qum, Sharif Razi, 1370 SH), 259.

حسن بن فضل، طبرسی، مکارم الاخلاق (قم، شریف رضی، 1370ھ)، 259۔

22. Saduq, *Al-Mali*, 389

صدوق، الامالی، 389۔

23. Hashim, Salehi, *Nahj al-Fasahah*, Chaap I (Qum, nn., 1385 SH), 210.

ہاشم، صالحہ، نہج الفصاحہ، چاپ اول (قم، ناشر ندارد، 1385ش)، 210۔

24. Abdul Wahid bin Muhammad, Amadi, *Gharral al-Hukum wadar al-Kalam* (Qum, Maktab al-Alaam al-Islami, 1413 AH), 416.

عبدالواحد بن محمد، آمدی، غررالحکم ودررالکلم (قم، مکتب الاعلام الاسلامی، 1413ق)، 416۔

25. Saduq, *Al-Mali*, 389.

صدوق، الامالی، 389۔

26. Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 86, 197.

مجلسی، بحارالانوار، ج86، 197۔

27. Imam Khomeini, *Tohzee al-Masahil*, Maslah 262, 798, 847, 848.

امام خمینی، توضیح المسائل، مسئلہ 262، 798، 847، 848۔

28. Ibid, 193, Maslah 894.

ایضاً، 193، مسئلہ 894۔.

29. Muzamullah ki Taqrir, Uro Mulak say Ahy howay Imama Juma say Mulaqat, 15/7/1381

معظم لہ کی تقریر، یورے ملک سے آئے ہوئے امام جمعہ سے ملاقات، 15-7-1381۔

30. Hur Amili, *Wasal al-Shia*, Vol. 5, Chaap III, 372.

حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج5، چاپ3، 372۔

- Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 88, 12.

مجلسی، بحارالانوار، ج88، 12۔

31. Muhammad bin Ali, Ibn Shahr Ashub, *Al-Manaqib*, Vol. 1 (Qum, Mussa Antarhat Allama, 1379 SH), 99.

محمد بن علی، ابن شہر آشوب، المناقب، ج1 (قم، موسسہ انتشارات علامہ، 1379ش)، 99۔

32. Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 81, 231, Hadith #: 5.

یہ بات قابل بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: حیوانات حضرت سلیمانؑ کے ساتھ بات کیا کرتے تھے؛ ر۔ک : نمل/١٦ - ٢٢۔ اور یہ ابوذرؓ کا مقام ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا: ((عربی)) اے ابوذرؓ! تم ہم اہل بیتؑ کے خاندان سے ہو۔

مجلسی، بحارالانوار، ج81، 231، حدیث5۔

33۔امام جمعہ کی نوین کانفرس سے مقام معظم رہبری کی تقریر سے اقتباس، 28-6-1372۔

34. Abul Fazl, Nabawi, *Dars Sakhnuri*, Vol. 3 (Qum, Maher Istwar, 1395 SH), 40.

ابوالفضل، نبوی، درس سخنوری، ج3 (قم، مہر استوار، 1395ق)، 40۔

35. Saduq, *Al-Mali*, 421.

صدوق، الامالی، 421۔

36. Muhammad Ali Jabri, *Namaz wa Zindgi* (Qum, Stad Iqama Namaz, 1398 SH, 1377), 60.

محمد علی جابری، نماز وزندگی (قم، ستاد اقامہ نماز، 1398ق، 1377)، 60۔

37. Har Amili, *Wasal al-Shia*, Vol. 5, Chaap III, 40.

حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج5، چاپ سوم، 40۔

38. Ahmad Sadiqi Ardestani, *Jallo hai Namaz dur Qur'an wa Hadith* (Iran, Nashaar Kushan pur, 1383 SH), 326.

احمد صادقی اردستانی، جلوہ ہای نماز در قرآن وحدیث (ایران، نشر کوشان پور، 1383ق)، 326۔

39. Muhammad bin Ali vin Babwiyya, Saduq, *Ayun Akhbar Al-Raza*, Vol. 2, Chaap I (Tehran, Darul Kitab al-Islamiya, 1380 SH, 109.

محمد بن علی بن بابویہ، صدوق، عیون اخبار الرضا، ج2، چاپ اول (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1380ق)، 109۔

40. Muhammad Muhammadi, Ray Shahri, *Mizan al-Hikmah*, Vol. 5 (Qum, Dar al-Hadith, 1379 SH), 422.

محمد محمدی، ری شہری، میزان الحکمۃ، ج5 (قم، دار الحدیث، 1379ش)، 422۔

- Har Amili, *Wasal al-Shia*, 272.

- حر عاملی، وسائل الشیعہ، 272۔

41. Muhammad bin Ali, Ibn Babwiyya, Saduq, *Khasal*, Vol. 2, Chaap VIII (nc., nn., 1377 SH), 622.

محمد بن علی، ابن بابویہ، صدوق، خصال، ج2، چاپ ہشتم (شہر ندارد، ناشر ندارد، 1377 ش)، 622۔

42. Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 5, 147.

مجلسی، بحار الانوار، ج5، 147۔

43. Syed Muhammad Taqi, Khawansari, *Bur Chashma Saran Huzur*, Sazmaan Tablighaat Islami (nc., Markaz Chaap wa Nashaar, 1373 SH), 56.

سید محمد تقی، خوانساری، بر چشمہ ساران حضور، سازمان تبلیغات اسلامی (شہر ندارد، مرکز چاپ و نشر، 3173)، 56۔

نوجوانوں اور مساجد کے درمیان موثر رابطے میں حائل رکاوٹیں اور ان کا حل

Effective Association betweenYouth and *Masajid*: Barriers and their Removal

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Syed Musadiq Abbas
M. Phil. Islamic Studies from National University of Modern Languages, Islamabad.
E-mail: musadiq1472@gmail.com

Abstract:
Masjids are not only religious but also social, political, moral, educational charitable leadership centers of Islamic society. The status of *masajid* in Islamic society is like the heart, from where the blood of knowledge, education, guidance and direction reaches the veins of the entire society. In today's age, the young generation's distance from masjids or lack of interest in religious activities is encouraging.
Analyzing the relationship between the *masjid* and the youth, In this paper, it has been pointed out the lack of proper education and training, spiritual, spiritual and sports environment of Imams and believers in the masajid, which causes distance between the youth and the masjid. In the same way, all the elements that have an impact on masjids and worship, such as the distance of masjids from cities, the external structure of the masjid and the lack of proper hygiene, etc., have been discussed.
Apart from the above-mentioned issues, religious mismanagement, young people falling victim to misbehavior, bad friends, committing social evils, social and collective obstacles have been mentioned. At the end of this paper, the political and family barriers are discussed and it is emphasized that the role of the family in strengthening the connection between the masjid and the young generation is very important in addition to the gradual development and religious education of the youth. However, the present paper will help us to examine these obstacles, overcome them and attract the youth to the masjid.

Keywords: Young generation, Masjids, Islamic society, Education.

خلاصہ

مسجد اسلامی معاشرے کی نہ صرف دینی بلکہ معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، علمی و تربیتی اور رفاہی تربیت اور قیادت کا مرکز ہیں، بلکہ یہ اسلامی معاشرے میں دل کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ مساجد کی برکت سے پورے معاشرے کی رگوں میں علم، تربیت اور راہنمائی کا خون دوڑتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے عصر حاضر میں نوجوان نسل کا مساجد سے کوئی گہرا ربط نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا مساجد سے دور ہونا یا دینی کاموں میں عدمِ دلچسپی تشویق ناک ہے۔

مسجد اور نوجوانوں کے درمیان تعلقات کا تجزیہ کرتے ہوئے، ہمیں ایک مؤثر تعلق قائم کرنے میں متعدد رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو نوجوان نسل کا مسجد سے دوری یا عدم دلچسپی کا سبب بنتی ہیں۔ اس مقالہ میں آئمہ جماعت اور مومنین کا مساجد میں مناسب تعلیم و تربیت، معنوی، روحانی اور ورزشی ماحول کے فقدان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو نوجوان اور مسجد کے درمیان فاصلے کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح تمام عناصر جو مساجد اور عبادات پر تاثیر گزار ہیں مثلاً مساجد کا شہروں سے زیادہ فاصلے پر ہونا، مسجد کی ظاہری ساخت اور مناسب حفظان صحت کی کمی وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: نوجوان نسل، مساجد، اسلامی معاشرہ، تعلیم و تربیت۔

موضوع کا تعارف اور بنیادی مفاہیم کی وضاحت

مقالہ حاضر کے ذکر شدہ عنوان میں سب سے پہلا مفہوم، مسجد اور اس کی حیثیت ہے۔ مسجد لفظی طور پر عربی کے لفظ "سَجد" سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کے ساتھ عبادت کے ارادہ سے سر تسلیم خم ہونا۔ اصطلاح میں مسجد سے مراد وہ مقام یا جگہ ہے جہاں مسلمان بغیر کسی رکاوٹ کے اللہ کی عبادت اور بندگی کو انجام دیں سکیں نیز انفرادی اور اجتماعی طور پر عبادات و فرائض بجا لا سکیں۔ اسلام میں مساجد کی حیثیت محض عبادت گاہ کی نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ میں مساجد کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے جو محض عبادات تک محدود نہیں۔ مسلمانوں کی دنیوی و اخروی زندگی کی کامیابی کا انحصار مسجد سے جڑے رہنے میں ہے۔ عالم بشریت کی بقاء اور اس کا امن و استحکام مساجد کا مرہون منت ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل ضابطہِ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کے انفرادی و اجتماعی پہلوؤں کی راہنمائی کرتا ہے۔ اگر اسلام کو نور ہدایت تصور کر لیا جائے تو مساجد وہ چراغ ہیں جن کے ذریعے دنیا کو نا صرف ظلمت جہالت کے اندھیروں سے نکالا جاسکتا ہے بلکہ عالم کائنات کو ایمان کی روشنی سے منور بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

"إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ"

ترجمہ: " بلا شبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے بنایا گیا، وہ جو مکہ میں ہے۔ یہ برکت والا اور جہانوں کے لئے ہدایت والا ہے"۔ (95:3)

اگر ہم اسلام کے آغاز سے لے کر اب تک مسجد کی فعالیت و کردار کا جائزہ لیتے ہیں تو صدر اسلام میں مسجد، عبادت اور غور و فکر کے علاوہ مسلمانوں کے اجتماع، تعلیم و تربیت کا مرکز، بیت المال، عدلیہ، کونسل، ہسپتال، فارمیسی، دینی اور دنیاوی ایجوکیشن سینٹر، لائبریری، مبلغین کی فراہمی، مجاہدین کی تعیناتی، خبروں کے اعلانات، ملٹری اکیڈمی، ذخیرہِ غنائم حتی ہنگامی حالات میں اسراء اور مجرموں کو رکھنے کے لئے جیل کے عنوان سے بھی استعمال ہوتی تھیں۔

اس کے علاوہ اگر ہم عہد نبوی و خلافت راشدہ کا جائزہ لیں تو اس نتیجہ پر پہنچیں کے کہ مسجد ایک ایسی درسگاہ رہی ہے جہاں پر طلبا کو سائنس، ریاضی، فلسفہ، منطق، کلام، ادبیات، حدیث و قرآن، تاریخ اور فقہی علوم پڑھائے جاتے تھے، گویا دینی اور عصری علوم و فنون کی بنیادی مرکز مسجد تھی۔ بلا شبہ مساجد کے متولی، آئمہ جماعت اور مومنین کا نوجوانوں اور مساجد کے درمیان مؤثر رابطے میں رکاوٹیں کی طرف متوجہ ہونا اور ان عوارض کو دور کرنا، نوجوان نسل اور مساجد کے درمیان فاصلے کو کم کر سکتا ہے جو ہدف و مقصدِ تخلیق کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

مقالہ حاضر کا دوسرا مفہوم نوجوانی کی اصطلاح ہے۔ انسان کی زندگی کا سب سے اہم دور نوجوانی ہے۔ جوانی انسانی زندگی کے عروج کا دورانیہ ہے۔ خوشی اور مسرت کا دور، طاقت اور توانائی کا زمانہ ہے۔ جوانی درحقیقت خوشی، امید، محنت اور کوشش کا دوسرا نام ہے۔ یہ جوش و خروش کا وقت ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ، جوانی طاقت اور کمال کا زمانہ ہے۔ اگرچہ نوجوانی کی حد کے تعین میں ماہرین کے درمیان اختلاف ہے اور جوانی کے لئے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اجمالی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جوانی انسان کی طاقت اور جوش کا اعلیٰ ترین درجے کا دور ہے ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق 15 سے 25 سال تک کی عمر کو جوان کہا گیا ہے۔[1]

اگر اسوہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ آپؐ نے اپنی دعوت کا آغاز سب سے پہلے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت سے کیا۔ حضور کریم ﷺ کے حلقہ احباب میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ تھی جنہوں نے اسلامی معاشرہ تشکیل دیا۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قوموں کی تعمیر و ترقی میں نوجوان کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس قوم کے نوجوانوں کا کردار بہتر رہا اس قوم کو ترقی نصیب ہوئی کیونکہ نوجوان نسل کسی بھی معاشرے کا سب سے اہم اور قیمتی اثاثہ ہوتی ہے۔ معاشرے کی فلاح و بہبود، تعلیم و تربیت اور ترقی کا انحصار جدید نسل کی اسلامی تربیت اور مسلم ثقافت سے آشنائی ہے۔

موجودہ مقالہ کا تیسرا مفہوم مانع اور رکاوٹ ہے۔ موانع سے مراد وہ تمام عملی، نظریاتی، مثبت، منفی، طرز عمل اور زبانی روکاوٹیں ہیں منفی، جو بلاواسطہ اور بالواسطہ طور پر مایوسی، غیر حاضری، یا کمی کا سبب بنتی ہیں۔ جس سے

مساجد اور نوجوانوں کے درمیان مؤثر رابطے میں خلل پڑتا ہے۔ مذکورہ ابحاث میں اسلامی ثقافت کی ترویج و اشاعت میں مسجد کے مقام و منزلت اور اہمیت کے بارے میں جو کچھ ذکر گیا ہے اس کے باوجود آج ابھی مسجد میں دینی اور مذہبی ماحول کی تشکیل میں رکاوٹیں ہیں۔ مومنین کو چاہیے کہ مساجد میں ثقافتی، علمی اور تربیتی کاموں میں رکاوٹوں کو پہچان کر انہیں ختم کریں تاکہ مسجد میں مزید نوجوانوں کی موجودگی کو ممکن بنایا جاسکے۔

مسجد اور نوجوانوں کے درمیان تعلقات کا تجزیہ کرتے ہوئے، ہمیں ایک مؤثر تعلق قائم کرنے میں متعدد رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو نوجوان نسل کا مسجد سے دوری یا کم ہونے کا سبب بنتی ہیں۔ ان موانع کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1- سماجی اور ثقافتی موانع

سماجی اور ثقافتی رکاوٹوں سے مراد وہ مسائل، مشکلات اور ایسے موانع کہ جو اسلامی معاشرے کا جز لاینفک بن چکے ہیں مثل اہل اسلام کا اعوامی رویہ، غیر اسلامی رسم و رواج، فرہنگ و کلچر کا غلبہ اور مساجد کی فعالیت کو محدود بنانا ہے۔ سماجی اور ثقافتی مسائل کی وجہ سے نوجوان نسل مسجد کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں۔ مسجد میں نوجوان کی موجودگی کو بہتر بنانے کے لئے ذیل میں کچھ سماجی و ثقافتی رکاوٹوں کو ذکر کیا جاتا ہے جو مسجد اور نوجوانوں کے درمیان مؤثر رابطہ کے فقدان کا سبب بنتی ہیں۔

مساجد معاشرے میں ایک اہم تعلیمی اور ثقافتی مرکز شمار ہوتی ہیں۔ در اصل مساجد اسلامی معاشرے کا مرکز و مرجع ہیں اس لیے بہت سارے سماجی، معاشی اور ثقافتی امور مساجد سے وابستہ ہوتے ہیں۔ مساجد اسلامی معاشرے میں ایک اہم ثقافتی و سماجی کردار ادا کرتی ہیں۔ اسلامی ثقافت اسلامی طرز زندگی کی عکاس ہوتی ہے۔ اسلامی ثقافت در اصل وہ اعمال وافعال، طرز تفکر اور رہن سہن کا اسلامی طریقہ ہے جو ظہورِ اسلام کے بعد معرض وجود میں آئے اور ان کا تعلق مسجد سے ہے۔ جہاں مساجد میں روحانی، معنوی حوصلہ افزائی، تفریحی، تعلیمی اور آزاد اندیشی کا فقدان پایا جاتا ہے وہاں نوجوان مساجد میں شرکت کی طرف کم مائل ہوتے ہیں کیونکہ یہ مسائل نوجوان نسل کے خصوصی ترجیحات میں شامل ہیں۔ مسجد کی گورننگ کو نسل کو ثقافتی اور فرہنگی شغف کا حامل ہونا چاہیے۔ مسجد کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کو چاہیے کہ وہ اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ضروری اقدامات کے ذریعے نوجوانوں کو مسجد کی طرف راغب کرنے میں حائل رکاوٹوں کو دور کریں اور تمام نوجوانوں کا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مسجد خدا کا گھر اور اسلام کا پہلا اجتماعی، سماجی عوامی اور ثقافتی ادارے جو امتِ مسلمہ اور خاص کر نوجوان نسل کے لئے سب سے اہم اجتماع کی جگہ ہے۔ مسلمان مسجد میں اسلامی معاشرے کو درپیش بہت سارے

معاشی، سماجی اور ثقافتی مسائل پر باہمی گفتگو کرتے ہیں۔ کوئی بدامنی، دہشت گردی کے ظلم و ناانصافی کی بات کرتا ہے تو کوئی لوڈشیڈنگ اور مہنگائی کا ذکر کرتا ہے بعض مومن اپنے بچوں کے مستقبل کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ ایسے ہی ماحول سے نوجوان کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔[2]

جس طرح مساجد اسلامی معاشرے میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اسی طرح مسائل اور مشکلات کی نوعیت بھی سنگین ہے اور مساجد اسلام کے دشمنوں کی رینج میں واقع ہیں۔ دشمن کوشش کر رہا ہے کہ نوجوانوں میں مغرب کے کلچر کو پھیلائے اور انہیں مذہبی تصورات اور اصولوں کا منکر بنائے تاکہ اسلامی فرہنگ اور کلچر کی جگہ مغربی رسم و رواج کو ترویج دے سکے۔ ثقافتی یلغار میں اسلامی نظام کے مستقبل کے پھلنے پھولنے میں نوجوان سب سے اہم اور باثر گروہ ہیں۔ اسی بنا پر نوجوانوں پر دوسرے گروہوں کے مقابلے زیادہ حملے ہوتے ہیں۔ دشمن نوجوانوں کو ایک بھرپور اور بامقصد ثقافت سے محروم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلاف کو بیگانہ کرکے مذہبی اقدار کو ان کے لئے بے وقعت کرتا ہے۔ دشمن، مذہبی عقائد اور رسوم سے ہمارے نوجوانوں کو اپنے میڈیا اور دیگر وسائل کے حملوں سے نشانہ بناتے ہے اور ان کے ذہنوں اور سوچ کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے ہے۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہے اور ہمارے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد صراط مستقیم سے منحرف ہو گئی ہے۔

اس مشکل سے نکلنے کے لئے نوجوان نسل کا اسلامی تہذیب و تاریخ اور علمی ورثہ سے مانوس و باخبر رہنا اشد ضروری ہے۔ جو قوم اپنی تاریخ اور علمی ورثے سے غفلت برتتی ہے۔ تو وہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے یا مٹادی جاتی ہے۔ اپنی تاریخ و ثقافت سے مکمل آگاہی کے بغیر کوئی بھی قوم یا ملت بہتر مستقبل اور ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ اس وقت اُمت مسلمہ کی صورت حال یہ ہے کہ اس کا یہ اہم سرمایہ یعنی نوجوان نسل اپنی تاریخ، کلچر، فرہنگ اور اسلامی تہذیب و تمدن سے بالکل نابلد ہے۔ ملت کے نوجوانوں کو اسلامی فتوحات کا کچھ علم نہیں۔ نوجوان نسل کو اسلامی تاریخ، اقدار اور فرہنگ رسم و رواج اور علمی سرمایہ سے آگاہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مسلم نوجوان نسل کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور عالم گیر نظام زندگی ہے، جس خدا نے انسان کو خلق کیا ہے اسی خدا نے اسلام کو آئین زندگی قرار دیا ہے۔ جس طرح خداوند متعال قرآن میں اپنا تعارف رب العالمین کے عنوان سے اور اپنے رسولؐ کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے متعارف کراتا ہے، اسی طرح قرآن پاک جو کہ ھُدًی لِلنَّاسِ وکتابِ مبین ہے اس میں اسلام کو کامل ترین دین کے عنوان سے انسان کے لئے آئین زندگی قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی تہذیب ایسی تہذیب ہے جس میں تمام سابقہ تہذیب و تمدن کے متبادل ہونے کی صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

دشمن نوجوانوں کو گمراہ کی کوشش کر رہا ہے۔ انہیں اخلاقی اور حرام لذتیں، منحرف سیٹلائٹ پروگرامز اور میڈیا، مغربی اور مخالف مذہب رویوں کی ترویج کرنے کے علاوہ مذہبی عقائد کو کمزور، مذہبی شخصیات کی کردار کشی، قومی شناخت سے لوگوں کی بیگانگی اسلام اور باطل فرقوں کی ترویج کرتا ہے۔ جوان نسل سوشل میڈیا پر فحش فلمیں، پروگرامز اور تصاویر دیکھتی ہے، جس کے مضر اور منفی اثرات منطقی طور پر اس کے دل و دماغ اور ذہن پر مرتب ہوتے ہیں۔ تاہم اس کی تمام تر ذمہ داری بہرحال نوجوان نسل پر عائد نہیں کی جاسکتی۔ اس میں متعدد عوامل کار فرما ہیں، جن میں گھریلو تربیت، تعلیمی اداروں کی فضا، سماج اور ارد گرد کا ماحول خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[3]
دشمن اپنے اس انتہاء پسندانہ طرزِ عمل سے نوجوان نسل کے دلوں میں اسلام کے لئے نفرت کے جذبات پیدا کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ اس لیے اہل مساجد اور اس کے متولیوں کو اس جنگ کو جیتنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نوجوانوں کو دن بہ دن مسجد کے قریب لائیں، اور ان حملوں کو پوری طاقت سے ناکام بنائیں۔

نوجوانوں کو مسجد کی طرف راغب کرنے میں امام جماعت، مذہبی تنظیمیں، مسجد کا خادم اور مساجد کمیٹیز کا اہم کردار ہے۔ اگرچہ یہ سب دین اور مکتب اسلام کے راستے پر چلتے ہیں اور اپنے دینی مقاصد کے حصول اور ارتقاء کے لئے کی منصوبہ سازی کرتے ہیں لیکن چونکہ مسجد عبادت اور بندگی کا مرکز ہونے کے ساتھ اسلامی تاریخ، تہذیب و تمدن کا مظہر بھی ہے اس کے علاوہ مسلمانوں کے انفرادی اور سماجی رشتے کا مرکزی نقطہ ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر مساجد اور ان مذہبی تنظیموں اور انجمنوں کے متولیوں دونوں کے لئے ضروری ہے کہ مساجد سے نوجوانوں کا تعلق بڑھانے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی اور ہم فکری قائم کریں۔[4]

نماز اور اخلاقی ہدایات کی ادائیگی میں نمازی کے اعلیٰ اخلاق کو بہت اہمیت حاصل ہے لیکن بعض اوقات مسجد کے اشرافیہ کی نوجوانوں کے ساتھ، بدسلوکی، نظر اندازی اور سماجی رویہ مساجد کی کارکردگی اور نوجوانوں کے مسجد سے مؤثر رابطے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ نمازی کی ظاہری کارکردگی اس کے مذہبی کردار کی عکاسی کرتی ہے۔ بعض اہل مسجد کے رویوں میں دوغلاپن دیکھ کر نوجوان مساجد اور مساجد کے بارے میں مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اس وجہ سے مسجد چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

لہٰذا مساجد کے متولیوں کو صالح، مؤدب، صاف ستھرا ہونا چاہیے اور تعمیری و تعلیمی منصوبہ بندی کا اہل ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ مساجد کا بجٹ جائز اور حلال ہونا چاہیے، اور اہل مسجد متقی اور پرہیزگار ہوں؛ کیونکہ اگر مسجدیں بنانے والے ظالم اور سلاطین ہوں اور کاہن، جاہل اور بزدل ہوں جبکہ خادم متقی ہوں تو فطری طور پر مساجد اپنے اصل مقصد سے بھٹک جائیں گی، جو کہ روحانی خوشحالی ہے۔ اگر ہم نوجوان نسل میں دین گریزی اور الحاد کے بڑھتے ہوئے رجحان پر قابو پانا چاہتے ہیں تو ہمیں دین کے خلاف بیرونی سازشوں کے مقابلے کے ساتھ ساتھ بظاہر دیندار لوگوں کے رویوں کو بھی راہ راست پر لانے کی کوشش کرنی ہوگی اور ان کے غلط کاموں کے

خلاف بھی آواز اٹھانی ہو گی تاکہ یہ لوگ دین کی آڑ لے کر دانستہ یا نادانستہ دین کو نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔ مسجد میں آنے والے نوجوانوں کے ساتھ اہل مسجد کا رویہ اگر خلوص، ہمدردی مہر و محبت کے ساتھ ہو تو یہ یقینی طور پر نوجوانوں کو مسجد کی طرف راغب کرے گا۔ نوجوانوں کے ساتھ نمازیوں کی بد اخلاقی نوجوان نسل اور مسجد کے درمیان مؤثر تعلق کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ: "المساجد بیت اللہ"

ترجمہ: "کہ مساجد اللہ کا گھر ہیں"[5]

پس اہل ایمان کو مسجد میں نوجوانوں کی موجودگی میں نمازیوں کی تذلیل، توہین یا سرزنش نہ کی جائے کیونکہ یہ ان کے لئے مسجد سے دور رہنے کا موجب ہو گا۔ نوجوانوں کی غلطیوں کا شدید اور بے جا نوٹس لینا، نوجوانوں کی ظاہری شکل سے نفرت اور نوجوانوں کی غلطیوں کے بارے میں نامناسب فیصلوں میں جلد بازی، مسجد سے ان کی دوری کے دیگر عوامل ہیں۔ مسجد والوں کو چاہیے کہ وہ بد کردار، جاہل اور گناہ گار نوجوانوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں حضور ﷺ کی سیرت پر عمل کریں۔ اللہ کے رسولؐ کا تربیتی منہج بڑا شان دار اور منفرد انداز کا ہے۔ آپؐ ان کی کردار سازی پر بہت توجہ فرماتے تھے۔ اور نہ صرف ان کے خارجی مسائل حل کرتے تھے بلکہ ان کے نفسیاتی مسائل بھی حل کرتے تھے۔

نوجوانوں کے مسجد سے دور رہنے کی ایک وجہ بعض نمازیوں کا ناروا سلوک بھی ہے۔ اہل مسجد و نماز گذرا مومنین کے اس ناروا سلوک دینی اور شرعی نقطہ نظر سے توہین آمیز اور قابل مذمت ہونے کے علاوہ، توہین مسجد اور نوجوانوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ نوجوانوں کے ساتھ نمازیوں کا ناروا سلوک اس کے اور مسجد کے درمیان موثر رابطے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اگر نوجوان مسجد میں موجود ہوں تو نمازی ان کی تذلیل، توہین یا الزام تراشی نہ کریں۔

حکومت کی سماجی اور ثقافتی ذمہ داری ہے جس میں سرکاری افسران بشمول تعلیم، رہنمائی، میڈیا اور نیز اہل خانہ اور علمائے کرام کو اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس کے مختلف اسباب ہیں، اگر ان کا حقیقت پسندانہ اور گہرائی سے جائزہ نہ لیا گیا تو انقلاب کی اگلی نسل شدید خطرے میں پڑ جائے گی۔ ایسے حالات میں نوجوانوں کی مذہبیت کے بحران میں، ان مسجد کے خالی ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

اس کے علاوہ نوجوان نسل کے لئے مناسب ثقافتی منصوبہ بندی کا فقدان اور دشمنوں کی طرف دے مواتر اور منظّم ثقافتی یلغار نوجوان نسل کے اسلام سے دوری اور انحراف کے لئے اندرونی اور بیرونی خطرات کا سبب بنتی ہے۔ ان عوامل کو ختم کرنے کے لئے مختلف گروہوں، تنظیموں، سماجی، ثقافتی، اقتصادی اور ایک اصولی اور جامع سیاسی و

فرہنگی منصوبہ بندی کرنا چاہیے تاکہ نوجوان نسل کے مستقبل میں معاشرے کا سب سے اہم باأثر طبقہ دین سے دور نا ہو جائے۔ ایسا کرنے سے مسجد میں نوجوانوں کی موجودگی کی راہ میں حائل ایک اہم ترین رکاوٹ دور ہو جائے گی۔

2-زمینی شرائط اور ماحولیاتی رکاوٹیں

ایک اور اہم اور بنیادی رکاوٹ جو نوجوانوں کے مسجد سے مؤثر رابطے کو کمزور کرتی ہے وہ ظاہری شرائط اور ماحولیاتی رکاوٹیں ہیں۔ اگر مسجد کا ماحول اور اس کے آس پاس کی جگہ بے قاعدہ، گندی اور نامناسب فن تعمیر یا سہولیات موجود نہ ہوں تو نمازیوں کی فلاح و بہبود ممکن نہیں ہے اور ان شرائط کا فقدان نوجوانوں کو مسجد سے روگردانی کرنے کا سبب بنتا ہے۔

اس حصے میں، ہم مختصراً زمینی شرائط اور ماحولیاتی رکاوٹوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

انسان فطری طور پر پاکیزگی اور صفائی کو پسند کرتا ہے اور نوجوان دوسروں کی نسبت قدرتی مسائل زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ مساجد اللہ کے گھر ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت، بندگی، تلاوت اور ذکر وغیرہ کیا جاتا ہے اور عبادت کرنے والے بندے مسجد میں عبادت کے لئے حاضر ہوتے ہیں، فرشتے ان کے ہم نشین ہوتے ہیں، لہٰذا مساجد کو ظاہری و باطنی گندگیوں سے پاک وصاف رکھنا تمام اہل ایمان کی ذمہ داری ہے۔

لہٰذا مسجد میں مناسب حفظان صحت کا فقدان اور داخلی ماحول گندہ، اور بے ترتیب ہونا ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لیے مسجد کے منتظمین کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسجد کی بہترین ترتیب اور صفائی کے لئے ضروری اقدامات کریں۔ مساجد کے ظاہری وسائل جیسے قالین، دیواریں، مہریں، ٹوپیاں، صحن، بیت الخلاء وغیرہ کا گندہ ہونا بھی نمازیوں کی دوری کا سبب بنتا ہے، خاص طور پر نوجوان طبقہ اس سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ انسان اور بلاخص نوجوان نسل کی صفائی اور پاکیزگی میں مساجد کا بہت اہم کردار ہے۔ مسلمان جب نماز کے ارادہ سے مسجد کا رخ کرتا ہے تو وہ اپنی طہارت و نظافت کا اہتمام کرتا ہے غسل و وضو سے اپنے کپڑوں کا جائزہ لیتا ہے کہ کہیں گندگی یا کوئی

نجاست تو نہیں لگی۔ اسی طرح ظاہری صفائی کے ساتھ نوجوان اپنی باطنی گندگی یعنی شرک، کینہ، حسد، بغض وغیرہ سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔

مسجد کا ظاہر مثلاً مسجد فن تعمیر، ڈیزائن، رنگ اور پتھر بھی دلکش اور صاف ہونا چاہیے نیز مسجد کا ماحول ایک خاص خوبصورتی اور شان و شوکت کا حامل ہونا چاہیے۔ اگر مسجد میں مناسب فن تعمیر نہ ہو تو نوجوانوں کی موجودگی کم ہو جائے گی۔ اسی طرح مسجد کی تعمیر کے وقت مسجد کے جغرافیہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اس جہت سے کہ مساجد اور رہائشی احاطے، اسکولوں، کاروباروں، تفریحی مراکز، کھیل کے میدان اور دیگر مقامات ایک ایسا عنصر ہیں جو نوجوانوں کے مسجد کے ساتھ کمزور مؤثر رابطے میں معاون ہیں۔ مساجد مسلمانوں کے اجتماع کی جگہوں سے جتنی قریب ہوگیں تو ان تک پہنچنا جتنا آسان ہوگا اتنا ہی زیادہ لوگ خود کو خدا کے گھر کی طرف پہنچا سکتے ہیں۔ مسجد کی تعمیر اور جغرافیا کے ساتھ مناسب ضروری وسائل کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ساز و سامان اور وسائل مثلاً مسجد کے لئے موزوں جوتے، یا جوتے رکھنے کے لئے مناسب جگہ، مائع یا صابن بیت الخلاء کے لئے، صاف اور ٹھنڈے پانی کے کولر اور فوارے، مسجد یا صحن میں کچرے کے ڈبے خاص طور پر خواتین والے حصے میں کیونکہ بچے زیادہ ہوتے ہیں، اسی طرح اسپیکر اور ان کی رسمی جگہ ہے، مساجد کا نظارہ اچھا نہیں ہوتا (بل بورڈز، نماز کے لئے صاف مہریں اور مناسب چادریں سب میسر ہوں۔ ان وسائل کی کمی سے مساجد میں نوجوانوں کی زیادہ اور شاندار موجودگی ہو گی۔

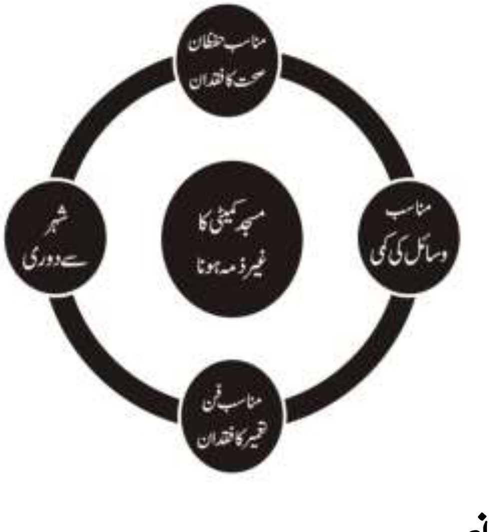

معاشی اور اقتصادی موانع

معاشی اور اقتصادی مسائل کسی بھی معاشرے کے ایسے مسائل ہیں جو بے شمار مشکلات،.برائیوں اور طرح طرح

کے جرائم پھیلنے کا سبب بن رہے ہیں۔ عصر حاضر میں نوجوان نسل کو بے شمار مسائل اور الجھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جدید نسل اگر ایک طرف غیر متوازن اور ناقص نظام تعلیم کے مسائل کا سامنا کر رہا ہے تو دوسری طرف اقتصادی و معاشی بحران اور مسائل سے دوچار ہے۔ جدید دور میں نوجوان کے لئے اگر ایک طرف خود ساختہ قیود کی وجہ سے وقت پر نکاح نہ ہونے کے مسائل ہیں تو دوسری طرف بے روزگاری نے ذہنی اور نفسیاتی پریشانیوں مبتلا کیا ہوا ہے۔

اقتصادی اور تنگی معیشت کا اولین اور بنیادی سبب خدا کی رحمت سے مایوس ہونا ہے۔ اللہ پر توکل نہ کرنا، قناعت نہ کرنا اور شکر کی نعمت سے محروم ہونا نوجوان نسل کو مساجد اور دینی مراکز سے دور کر دیتا ہے۔ اس مشکل کے حل کے لئے آئمہ جماعت اہل نماز کی خصوصی ٹیمیں تشکیل دی جانی چاہیں جو نوجوفان نسل میں مناسب تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر اور نئے اور چھوٹے کاروبار کے فروغ کے لئے ٹریننگ اور آگاہی دیں۔ جس ٹریننگ میں کم سے کم خرچے میں بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کو استعمال کرنا سکھایا جا سکے۔ اس طرح ناصرف نوجوان نسل کے درمیان مؤثر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے بلکہ جوان نسل بہت سارے مسائل سے بچایا جا سکتا ہے۔

4-سیاسی و اجتماعی روکاٹیں

ہمارے اسلامی معاشرے میں مساجد کے متعلق بعض مومینن کا یہ نظریہ ہے کہ مساجد میں ملکی، سیاسی اور دیگر معاملات پر بات نہیں ہونی چاہیے اور مساجد محض عبادت اور قرآن کی تعلیم کے لئے مخصوص ہوں۔ مساجد کے اجتماعات اور خطبات میں علماء اور واعظین کو ہر طرح کی سیاسی گفتگو سے گریز کرنا چاہیے۔ دین اور سیاست دو الگ چیزیں ہیں دین مقدس فرائض کا نام ہے جبکہ سیاست ہر طرح کی دھوکا دہی کا دوسرا نام ہے۔

یہ سوچ دراصل مغربی طرز تفکر و سوچ کی عکاس ہے اور یورپی کلچر کے زیر اثر ہمارے ہاں بھی یہ خیال عام ہوتا جا رہا ہے کہ مسجد میں سیاست سے متعلقہ کوئی بات کرنا مسجد کے تقدس کے منافی ہے۔ جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق دین عین ساست ہے اور سیاست عین دین ہے۔ دراصل اسلام میں سیاست اور مذہب ایک دوسرے سے

جڑے ہوئے ہیں اور اسلامی معاشرے میں مسجد طویل تاریخ میں عبادت گاہ کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل کی آگاہی، تبادلہ اور تنظیم کا مرکز رہیں ہے۔ گزشتہ تواریخ بلاخص عہد نبوی اور عہد خلافت میں بخوبی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ مساجد عبادات کے ساتھ ساتھ، علمی، معاشی، سیاسی خیالات کے تبادلہ اور سیاسی امور کی انجام دہی مرکز رہی ہیں۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جبر واستکبار کے خلاف ہر طرح کی جدوجہد میں سیاسی مسائل سے مکمل آگاہی بہت ضروری ہے۔ اسلام کی ارتقائی تاریخ میں عوامی کوششوں کے ساتھ ساتھ، نوجوانوں کے مذہبی سیاسی گروپوں کی تشکیل میں مساجد کے سیاسی کردار کو اچھی طرح سے دیکھا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا دلائل کی بناپر یہ کہنا درست ہے کہ مساجد روشن خیالی اور ایمان کو آراستہ کرنے کا مرکز ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلام محض فرد کا مذہب نہیں بلکہ انسانیت اور معاشرے کا آئین زندگی ہے اور اس کی تعلیمات کا تعلق صرف انسان کے شخصی وانفرادی معاملات سے نہیں بلکہ ایک مسلم معاشرہ کے اجتماعی معاملات سے بھی ہے۔[6]

تاریخ اسلام کے شواہد کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی ترویج واشاعت میں مسجد دین سے محبت رکھنے والے اور جزبہ ایثار سے سرشار نوجوانوں کے لئے ایک علمی وتربیتی مرکز تھی۔ یہ مساجد اسلام کے نونہالوں کو دنیا کی تمام سپر پاورز کے خلات مزاحمت کرنے کی تربیت دیتی تھیں۔ گزشتہ نظریاتی اور سیاسی رکاوٹوں کا شہیدوں کے کرادار اور جزبہ شہادت سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جنہوں نے اپنی دینی بصیرت کے ساتھ دنیا کو حیران کردیا، وہ کوئی اور نہیں بلکہ مساجد میں تربیت یافتہ تھے۔لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اسلام کی خالص سیاسی فکر مسجد میں غالب ہونی چاہیے، سیاست کاری نہیں۔فرقہ وارانہ اور متعصب۔ اگر ہم جماعتی اور دھڑے بندیوں کے سیاسی جلسوں کے لئے مقامی مساجد بننے کی سمت چلتے ہیں۔ یہ یقینی طور پر ممکن ہے کہ مسجد سے بھاگنے والے پہلے لوگ نوجوان ہوں گے۔ اگر امام جماعت یا مسجد کے متولیوں کا کسی گروہ یا جماعت یا بعض سیاسی افراد کی طرف خاص میلان ہوتا ہے اور بعض اوقات الیکشن اس کی تشہیر کرے گا، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ نوجوان مسجد کے متولیوں کے بارے میں منفی سوچ رکھیں گے۔اور مسجد میں نوجوانوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جائے گی۔

مسجد بصیرت کی جگہ ہے انتخابی یا سیاست کی نہیں۔ لہٰذا اگر غیر جانبدار اور منصفانہ، سب کو کسی بھی ذوق کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونا اور مذہبی، سماجی اور سیاسی فورم میں ایک دوسرے سے ملنا چاہیے سیاسی جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ اس سے نہ صرف نوجوانوں کو مسجد میں آنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی، بلکہ ان کی تعداد بڑھے گی۔ اگر نوجوان دیکھیں کہ خدا کے گھر میں معتمرین مخصوص سیاسی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور بنیادی فریضہ بھول گئے ہیں، تو وہ مسجد سے بھاگیں گے۔ متولی ایک خاص رجحان کو فروغ دے تاکہ مسجد اور نوجوانوں کے درمیان موثر رابطہ پیدا کرے سکے۔

واضح رہے کہ اگر مسجد کے متولی بعض سیاسی رجحانات یا دھڑے بندیوں کی طرف مائل ہوں اور مسجد کو اپنا گڑھ بنالیں تو نوجوان مسجد سے بھاگ کر ٹولیوں اور گروہوں کی گود میں آ جائیں گے۔ وہ مسجد سے باہر جائیں گے۔ نوجوان گروہوں میں ان معاملات میں پھنس جائیں گے۔

امام صادق علیہ السلام نوجوانوں کی طرف متوجہ ہونے کی دیکھ بھال کے بارے میں منحرف تنظیموں اور جماعتوں سے خبردار کیا اور فرمایا کہ

بَدِرُوا أَحْدَاثَكُمْ بِالْحَدِيثِ قَبْلَ أَنْ تَسْبِقَكُمْ لِلَيْهِمُ الْمُرْجِئَةَ:

یعنی: "آپ نوجوانوں کو گمراہ ہونے سے قبل انہیں حدیث پڑھائیں"۔ [7]

اس بات کا اندازہ آپ ﷺ کے ارشاد سے کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو نوجوانوں کو دین کی گود میں رکھا جائے تاکہ وہ پکڑے جائیں۔ تاکہ باطل کے جال میں پھنسنے پر منحرف نہ ہوجائیں۔ اس سلسلے میں امام صادقؑ اہل بدعت کو ان کے ساتھ شریک نہ کرو، اور ان کے ساتھ صحبت نہ کرو۔

5- متفرقہ موانع اور مسائل

ذکر شدہ موضوعات کے علاوہ چند اہم متنوع سماجی اور اجتماعی مسائل بھی نوجوان نسل اور مساجد کے درمیان مؤثر رابط میں رکاوٹ بنتے ان میں سے اہم مسائل کو اختصار کے ساتھ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

i. مناسب تعلیم وتربیت کا فقدان

مذکورہ بالا مسائل کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ جس کی وجہ سے نوجوان مختلف مسائل اور مشکلات میں کا شکار ہوتا ہے وہ مناسب تعلیم وتربیت کا فقدان ہے۔ کسی بھی قوم وملت کی تعمیر وترقی کا انحصار نظامِ تعلیم پر منحصر ہے، بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ کسی بھی قوم یا ملت کا بہتر مستقبل اس کے تعلیمی نظام پر منحصر ہے۔ اسلامی معاشرے میں

رائج نظام تعلیم زیادہ تر مغربی افکار و نظریات پر مبنی ہے۔ عصر حاضر میں تنگ نظری، مایوسی، مادیت، بے دینی، اخلاقی بے راہ روی اور انسان کا استحصال، نوجوانوں میں بڑھتے ہوئے جرائم، نیز خود کشی کے گراف میں اضافہ، یہ سب ناقص اور غیر اسلامی نظام تعلیم کے نتائج ہیں۔ موجودہ نظام تعلیم کے بر عکس اسلام کا نظام تعلیم الٰہی ہدایات پر مبنی ہے جو کسی بھی کمی یا نقص سے پاک ہے۔ اس میں انسان کی تعلیم، تعمیر تزکیہ اور تطہیر کے لئے جامع اور کامل ہدایات موجود ہیں۔ اسلام نظام تعلیم انسان کو اس کی انسانیت اور شخص کی شخصیت کو سنوارتا ہے۔ اس نظام تعلیم کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ زندگی کے بنیادی اور اہم سوالات کے جوابات فراہم کرتا ہے، مثلاً میں کون ہوں؟ میری خلقت اور زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مجھے خلق کرنے والا کون ہے؟ میں اس دنیا میں کیوں بھیجا گیا ہوں؟ میری ذمہ داریاں کیا ہیں اور میرا خالق مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟ خالق اور مخلوق کے درمیان اور پھر خود مخلوقات کے مابین کیا تعلقات ہیں؟[8]

اسلامی معاشرے میں مسجد نا صرف عبادت گاہ ہے بلکہ ایک ایسا ادارہ ہے جو مسلم نسل کی تعلیم و تربیت میں بنیادی اور اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اگر ہم تاریخ اسلام کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں مسجد ہی وہ درسگاہ تھی کہ تمام علوم و فنون اس میں پڑھائے جاتے تھے اور سب سے پہلے درس گاہ "اصحابِ صفہ" کے نام سے مسجد نبوی ﷺ میں قائم ہوئی تھی۔ مسجد میں درسِ قرآن و حدیث کے ساتھ عملی احکام اور فقہ کے مسائل بیان کرنے کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ علم و عرفان کا بہت سا حصّہ مسلمان مسجد سے ہی سیکھتے ہیں۔[9]

ہم جانتے ہیں کہ مذہب اسلام میں نظام تعلیم نطفہ کے جمنے سے پہلے شروع ہوتا ہے لہٰذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ بچوں کی پرورش کا سب سے مؤثر مرحلہ یہی ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کے مطابق اخلاق، ذاتی اور معاشرتی عادات کے سیکھنے کا عمل اس کے بچپن سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور بچہ اس مرحلے میں کسی بھی قسم کی اخلاقیات، رسم و رواج اور عادات کو آسان طریقے سے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق والدین بچے کو پیار، محبت، شفقت اور انس کے ساتھ ساتھ تشویق و ترغیب دلاتے ہیں کہ وہ بتدریج تعلیم کے ہمراہ عملی طور پر مذہبی بنے اور مذہبی فرائض ادا کرے تاکہ حقیقی مسلمان بنے اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرے اس کے بر عکس جو نوجوان ماں باپ کی تعلیم وتربیت سے محروم رہ جائے گا لازمی طور سے مسائل اور اُلجھنوں کا شکار ہو گا۔ اسلام نے بچوں کی پرورش کے ساتھ ساتھ ماں باپ پر یہ بھی ذمہ داری عائد کی ہے کہ ان کو تعلیم وتربیت اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرا کے صحت مند معاشرے کے لئے بہترین اور کار آمد افراد تیار کریں کیونکہ بچہ اپنے گھر سے سیکھنا شروع کرتا ہے۔ اسلامی کے نزدیک ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہے۔ بچہ اپنے والدین سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ بچے کے مستقبل کو بنانے اور سنوارنے کا انحصار ماں باپ کے رویے، انداز اور طور طریقے پر ہوتا ہے۔[10]

اس سلسلے میں آئمہ جماعت، والدین، علما اور دانش وروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کریں تا کہ نوجوان طبقہ مستقبل میں معاشرے اور ملت کی تعمیر اور اصلاح کے لئے مؤثر کردار ادا کر سکے۔

ii. دعوتِ حق اور اصلاح کا فقدان

دعوتِ حق سے مراد نوجوان نسل کو نیکی اور حقیقت سے متعارت کروانا ہے۔ اسلام نے دعوتِ حق کا فریضہ بحیثیتِ مجموعی امتِ مسلمہ کو فرضِ کفایہ کے طور پر تفویض کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ :

"وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ "

ترجمہ: "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے، جو بھلائی کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، یہی لوگ کامیاب ہیں"۔ (104:3)

فرضِ کفایہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر ایک جماعت دعوتِ حق کے اس فریضے کو انجام دے رہی ہو تو باقی لوگ بری الذمہ ہیں، ایسا ہر گز نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے دائرۂ کار واختیار کی حد تک جواب دہ رہے گا۔ البتہ یہاں پر "دعوت" اور "اصلاح" دو الگ الگ کام ہیں۔ جو کہ ہماری یکساں توجہ کے مستحق ہیں۔ یہاں پر یہ قیاس کرنا بالکل بھی مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنی ملت کے نوجوانوں کی اصلاح وتربیت سے فارغ ہو جائے تو پھر "دعوت" کی طرف توجہ کریں گے کیونکہ نہ تو ہم "اصلاح وتربیت" کے لئے کوئی ٹائم فریم مقرر کر سکتے ہیں کہ دس، پندرہ یا بیس سالوں کی ڈیڈ لائن سے پہلے ہم یہ کام مکمل کرلیں گے اور نہ ہی ہم اصلاح وتربیت کا کوئی ایسا پیمانہ رکھتے ہیں تربیت تو ایک مسلسل عمل ہے۔ جو انسان کی سانس ٹوٹنے تک چلتا رہتا ہے۔[11]

iii. عدم توجہ اور کسمپرسی

نشہ آج دنیا کے نوجوانوں کو درپیش سب سے بڑے خطرات میں سے ایک ہے، خاص کر اسلامی معاشرے کے جوان نشے کے رجحان کی وجہ سے معاشرے سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں اور خود کو بیکسی کی دلدل میں تنہا محسوس کرتے ہیں۔ اگر ہمارے نوجوان بدکاری اور نشے کے جال میں پھنس گئے تو وہ دن بہ دن مسجد سے دور ہوتے جائیں گے اور یہ نوجوانوں اور مسجد کے درمیان مؤثر رابطے کی راہ میں ایک رکاوٹ ہو گی۔ نشہ ایک ایسی لعنت ہے جو ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح ختم کر رہا ہے، اسلام میں نشے سے سختی سے منع کیا گیا ہے، قرآن کریم اور احادیث میں بھی نشہ کرنے سختی سے منع کیا گیا ہے، یہاں تک کہ نشے کی حالت میں نماز اور دوسرے واجبات بھی ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں ہے۔[12]

واضح رہے کہ نوجوانوں میں نشے کے رجحان کی ایک اہم وجہ بیروزگاری کا مسئلہ اور مسجد کا اجتماع کی جگہ ہونا ہے۔ مومنین نوجوانوں کے روزگار کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو بہترین طریقے سے دور کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ اسلام کے

آغاز میں ہوا تھا۔ حضور ﷺ بعض اوقات مسجد والوں کی شرکت سے نوجوانوں کے لئے کام فراہم کرتے تھے۔

iv. دین گریزی

عصر حاضر میں روشن خیالی کی بدولت دین گریزی کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ دین کے دائرہ کار کو محدود کیا جا رہا ہے۔ انسان کی بنیادی ضروریات سے صرف نظر ممکن نہیں اس بنا پر بعض دوسرے مذہبی و دینی تصورات کا غیر معقول اظہار، ناانصافی سماجی سطح پر بہت سے دوسرے نعروں کے باوجود نوجوان نسل کی بنیادی ضروریات پر توجہ دینا جیسے شادی، ملازمت اور رہائش، ذاتی مقاصد کے حصول کے لئے منصوبہ سازی بہت ضروری ہے۔ بعض اوقات نوجوان نسل کا بعض سیاست دانوں کی طرف سے آلہ کار کے طور پر استعمال ہونا اور گروہ بندی کا شکار ہو جانا نیز نوجوان نسل کے لئے مناسب ثقافتی منصوبہ بندی کا فقدان اور اس کے برعکس دشمنوں کی منصوبہ بند ثقافتی یلغار نوجوان نسل کے انحراف و گمراہی کے اندرونی اور بیرونی خطرات کا سبب بنتی ہے۔ ان عوامل کو ختم کرنے کے لئے مختلف اسلامی گروہوں، تنظیموں، سماجی، ثقافتی، اقتصادی اور ایک اصولی اور جامع سیاسی منصوبہ بندی کرنا چاہیے تاکہ انقلاب کے مستقبل میں معاشرے کا سب سے اہم باثر طبقہ دین سے دور نا ہو جائے۔ ایسا کرنے سے مسجد میں نوجوانوں کی موجودگی کی راہ میں حائل ایک اہم ترین رکاوٹ دور ہو جائے گی۔ بلاشبہ، انقلاب کے بعد کی نسلوں کے نوجوانوں کے ایک گروہ کی مذہبیت ناقابل تردید ہے۔[13]

اسلامی حکومت کی ذمہ داری کہ وہ مساجد میں سماجی اور ثقافتی ماحول کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرے۔ اس کے علاوہ سرکاری افسران بشمول تعلیم، رہنمائی، میڈیا اور نیز اہل خانہ اور علمائے کرام کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس کے مختلف اسباب ہیں، اگر ان کا حقیقت پسندانہ اور گہرائی سے جائزہ نہ لیا گیا تو اسلامی معاشرے کی اگلی نسل شدید خطرے میں پڑ جائے گی۔ ایسے حالات میں نوجوانوں کی مذہبیت کے بحران میں، ان مسجد کے خالی ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

v. نوجوان نسل سے اہل نماز اور مذہبی لوگوں کی بداخلاقی

حقوق العباد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ان آیات میں جو نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے، انفرادی اخلاقیات کے مسائل کا بھی حکم دیتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ: "الْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ" ترجمہ: "اپنے والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو"۔ (8:29)

اس طرح درج ذیل آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ: حُسْناً وَأَقِيمُوا الصَّلاةَ وَاتُوا الزَّكَاةَ ترجمہ: "اپنی زبان اچھی بولو اور نماز پڑھو اور زکوۃ ادا کرو۔" (43:02)

نماز اور اخلاقی ہدایات کی ادائیگی میں نمازی کے اعلیٰ اخلاق کو بہت اہمیت حاصل ہے لیکن بعض اوقات مسجد کے

انتظامیہ اور اشرافیہ کی نوجوانوں کے ساتھ، بدسلوکی، نظر اندازی اور سماجی رویہ مساجد کی کارکردگی اور نوجوانوں کے مسجد سے مؤثر رابطے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ نمازی کی ظاہری کارکردگی اس کے مذہبی کردار کی عکاسی کرتی ہے۔ بعض اہل مسجد کے رویوں میں دوغلا پن دیکھ کر نوجوان مساجد اور مساجد کے بارے میں مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اس وجہ سے مسجد چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ نماز عبادت کی بہترین شکل ہے لیکن عبادت اور بندگی کا دائرہ کار بہت وسیع ہے جس میں اخلاقیات کو بہت اہمیت دی گئی ہے جیسا کہ معصوم کا فرمان ہے کہ

أَلْسِنَتَكُمْ وَ كُفُّوهَا عَنِ الْفُضُولِ وَقَبِيحِ الْقَوْلِ۔ یعنی: "لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور اپنی زبان کو محفوظ رکھو اور مبالغہ آرائی اور غیبت سے پرہیز کرو۔"[14]

ہم روزانہ کی بنیاد پر مسجد میں موجود بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ برے رویہ اور غلط سلوک کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ پس اہل مسجد کا نوجوانوں کے ساتھ سخت اور پرتشدد رویہ نہ ہو، اگرچہ بچے شرارتیں بھی کر رہے ہوں تو ان سے شفقت اور احترام سے پیش آئیں کیونکہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق مومن کی نشانیوں میں سے ایک غصے میں معافی بھی ہے۔ جیسا کہ ارشاد مبارک ہے کہ "مومن وہ ہیں کہ جب غصے میں ہوں تو معاف کر دیں"۔[15]

ہمارے رول ماڈل حضرت یوسفؑ ہیں جنہوں نے برسوں سختی کا مشاہدہ لیکن اس نے بھائیوں سے کہا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ خدا تمہیں معاف کرتا ہے اور خدا تمہیں معاف کرے، اور وہ بڑا مہربان ہے اور معاف کرنے والا ہے وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔[16]

vi. اعتدال و توازن کا فقدان

اعتدال سے مراد دو چیزوں کے درمیان بیلنس برقرار رکھنا اس طرح کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو یا کسی کے ساتھ زیادتی یا تبعیض نہ ہو۔ راہ اعتدال' اسلامی تعلیمات میں ایک نمایاں خصوصیت کی حامل ہے۔ اس کو 'توازن' کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ یعنی دو متقابل (متوازی) یا متضاد (مخالف) چیزوں کے درمیان 'اعتدال' کا اس طرح واقع ہونا کہ ان کے درمیان کسی ایک زیادہ حاصل ہونے کی بنا پر منفرد اور نمایاں نظر نہ آئے۔ اعتدال و توازن سے مراد نوجوان نسل کا دین اور دنیا کے درمیان معتدل طرز عمل اپنانا۔ عصر حاضر میں کیریئرازم نے نوجوان نسل کو معاشرتی، دینی اور اسلامی ثقافت سے الگ تھلگ کر دیا ہے۔ اگرچہ اسلام کیریئر اور مستقبل کو خوب سے خوب تر بنانے اور نکھارنے سے منع نہیں کرتا ہے بلکہ اسلام تو قاعدے اور سلیقے کے ساتھ منظّم اور اچھے طریقے سے کیریئر بنانے پر زور دیتا ہے۔ جہاں پر اسلام انسان کو اچھا مستقبل بنانے کی اجازت دیتا ہے وہاں اسے دوسروں کے حقوق کی تلقین بھی کرتا ہے۔ مساجد واحد مراکزِ دینی ہیں جہاں پر نوجوان نسل کو عقیدہ آخرت کی درست تشریح

کی جا سکتی ہے تاکہ جوان نسل اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی فکر بھی کرے تاکہ پیسے کے حصول ہی کو کامیابی تصور نا کرے۔[17] دراصل اعتدال و توازن کا دائرہ کار زندگی کے صرف چند شعبوں تک موقوف نہیں بلکہ اس کا تعلق ہر شعبۂ حیات اور زندگی کے ہر پہلو کے ساتھ ہے۔

vii. فرقہ پرستی اور معاشرتی بگاڑ

عصر حاضر دراصل میں اسلامی معاشرے اور ہماری اجتماعی زندگی کا شیرازہ بکھر چکا ہے جو اُمت مسلمہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ اسلامی معاشرہ یا اُمت واحدہ اب مختلف فرقوں، گروہوں، گروپوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ دور حاضر میں مسلم معاشرہ، انتشار، خلفشار، بگاڑ، باطل افکار، اخلاق و کردار کی پستی، اسلامی تاریخ، تہذیب و تمدن سے دوری نوجوان نسل کے مستقبل کے لئے خطرے کا نشان بنتا جا رہا ہے۔ نسل جدید اخلاقی جرائم، بے حیائی، برائی، فحاشی اور بد تمیزی کی لپیٹ میں ہے۔ وہ تمام برائیاں جو گذشتہ امتوں کی بربادی کا سبب بنیں مثلاً دہشت گردی قتل و غارت رہزنی بد دیانتی، رشوت، بے چینی، بدامنی، بے سکونی، وحشت و دہشت گردی عصر حاضر میں اسلامی معاشرے میں عام ہے۔ وہ تمام کام جن سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے مثلاً قتل و غارت، ڈاکہ زنی، رہزنی، بد دیانتی، بدعہدی، رشوت، دھوکہ دہی، ملاوٹ، جھوٹ، فریب اسلامی معاشرے کا حصہ بن چکا ہے۔ مذکورہ بالا عناصر نے نوجوان نسل کے مستقبل کو مشکوک بنا دیا ہے۔

جبکہ قرآن میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ:

"وَلاتَكُونُوا كَالَّذينَ تَفَرَّقُوا وَ اخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ ما جاءَهُمُ الْبَيِّناتُ"

ترجمہ "اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے تفرقہ پیدا کیا اور واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد بھی اختلاف کیا۔" (105:03)

نوجوان نسل کو اس مشکل سے نکلنے کے لئے علماء، زعماء، دانشور، مساجد اور دینی مراکز کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اگرچہ فرقہ واریت اور معاشرتی فساد کا مکمل خاتمہ ناممکن ہے لیکن اس کی شدت میں کمی لائی جا سکتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام علاقوں موجود مساجد میں قرآن و سنت کی حقیقی تعلیم عام اور سستی کی جائے اور لوگوں میں تحمل اور برداشت کے جذبے کو ابھارا جائے۔

viii. تعظیم و تکریم کا فقدان

جیسا کہ ہم جانتے ہیں معاشرہ انسانوں کا اجتماعی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ انسانی اجتماعی زندگی کی خوبی و بدی اس کے پرسکون

و خوشگوار بنانے کے لئے کچھ بنیادی صفات سے متصف ہونا چاہیے، خصوصاً نوجوان نسل کا ان صفات سے متصف ہونا انتہائی ضروری ہے، اگر انسانی اور اسلامی معاشرے میں ان صفات کو نہ اپنایا گیا تو اجتماعی زندگی پریشانی، بد نظمی، الجھن مشکلات اور مصیبتوں کی آماجگاہ بن جائے گی۔

نوجوان جو کہ اس معاشرہ کا اہم سرمایہ ہے اپنے گھر اور خاندان کے دائرے سے آگے اپنے گرد و پیش معاشرے کا بھی ایک اہم فرد ہے؛ بلکہ ایک مثالی اور صحت مند اسلامی معاشرے کے تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسے مناسب احترام کا سزاوار قرار دیا جائے اور حسن سلوک کو مد نظر رکھا جائے۔

کیونکہ معاشرے کی اصلاح اور اسلامی و خوشگوار معاشرے کی تشکیل کے لئے نوجوان کی ذمہ داری سب سے اہم ہے اس کے اسلامی کردار و گفتار، اخلاق اور اعمال حسنہ کے بغیر معاشرے کی اصلاح اور اسلامی معاشرے کا وجود ناکام و ناتمام رہتا ہے۔ طول تاریخ میں شہداء، علماء اور صالح نوجوانوں کے بے شمار واقعات ہیں جن سے مسلم امہ کے افراد کا مثالی کردار ابھر کر سامنے آتا ہے ان نوجوانوں نے اپنے اسلامی کردار و اعمال، اچھے اخلاق کے ذریعہ ایک مثالی معاشرہ قائم کیا، ایثار و ہمدردی یعنی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی اہم تعلیمات ہیں۔ معاشرہ کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقا میں ان کا بڑا عمل دخل ہے۔ اگر نوجوان نسل کو دینی ماحول میں تعظیم و تکریم سے نوازا جائے تو جدید نسل اور مسجد کے درمیان مؤثر رابطہ پیدا کیا جاسکتا ہے۔

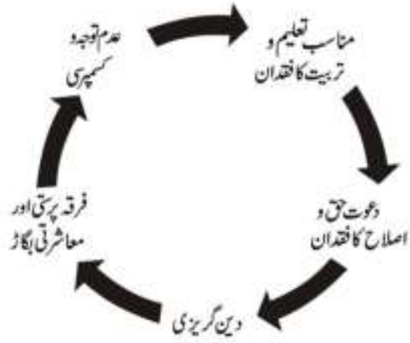

نتیجہ

ابتداء سے عصر حاضر تک اسلامی معاشرے میں مساجد کا کردار نمایاں اور عیاں ہے۔ آج کل کے معاشرے میں خاص کر نوجوان نسل میں انارکی اور افراتفری ہے۔ آج کی نوجوان نسل ہر طرح کے جرائم: معاشی، معاشرتی، اخلاقی، جنسی عام ہو رہے ہیں۔ انسانیت کا خون ارزاں ہے، تنگ نظری، مذہبی تعصب شدت پسندی، دہشت گردی اور عدم برداشت کی فضا قائم ہے۔ مایوسی، دین گریزی، غربت و جدید نسل اور مسجد میں مؤثر رابطہ میں روکاوٹ بن رہی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں شہروں اور قصبوں میں لاکھوں مساجد ہیں مگر اُن سے معاشرہ کی اصلاح کا خاطر خواہ کام نہیں لیا جارہا۔ محراب و منبر سے نا صرف حق و حقانیت کا پرچار نہیں ہو رہا بلکہ بعض اوقات سوء استفادہ کیا جاتا ہے۔ دور حاضر کے اس میں پُر فتن وپر آشوب ادوار میں تمام مسلمانوں کو معاشرے کی اصلاح میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا اس کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے کردار کو دوبارہ فعال بنانا ہوگا اور سیرت نبی مکرمؐ پر عمل پیرا ہونا ہوگا تاکہ عالم انسانیت کی امامت اور ہدایت کا فریضہ ادا کیا جاسکے اسی میں دینا اور آخرت کی بھلائی ہے۔

مسجد مومنین کے لئے اہم اجتماع کی جگہ اور لوگوں کے مذہبی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی فعالیت کا مرکز ہے۔ اس لیے مسجد اور نوجوانوں کے درمیان یہ تعلق بہت مضبوط ہونا چاہیے۔ کیونکہ مذہبی اصولوں کے مطابق نوجوان معاشرے کا سرمایہ اور معاشرے کی تشکیل میں سب سے زیادہ بااثر گروہ ہیں لیکن اس دوران ہمیں رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ایک نظر میں، ہم نوجوانوں اور مسجد کے درمیان مؤثر رابطے میں رکاوٹوں کو کئی عوامل میں تلاش کر سکتے ہیں، جن میں سے ہر ایک یا تو اکیلے یا مل کر، وہ مسجد میں نوجوانوں کی موجودگی کو کمزور کر دیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ نوجوانوں کا مسجد سے مؤثر رابطہ ثقافتی، فرہنگی، ماحولیاتی اور سماجی رکاوٹوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ بہترین منصوبہ بندی اور کوشش سے مسجد کے متولیوں اور ذمہ دار افراد بالخصوص امام جماعت، بورڈ آف ٹرسٹیز، بسیج اور نمازی کی کوشش و سعی سے ان رکاوٹوں کو دور کرتے ہوئے مساجد اور نوجوانوں کے درمیان فاصلے کم کیے جاسکتے ہیں اور مساجد میں ان کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

*****

References

1. Mujtaba Farooq, *Aser Hazer aur Nojawan* (Lahore, Youth Publisher, 2019), 4.

مجتبیٰ فاروق، *عصر حاضر اور نوجوان* (لاہور، یوتھ پبلیشر، 2019)، 4۔

2. Abdullah Qasim, Vishli, *Al-Masjid wa Nishatah al-Ajtamahi Ala Madar al-Tarikh* (Beirut, Maktaba al-Kitab al-Thaqafata, 2016), 325.

عبداللہ قاسم، وشلی، *المسجد ونشاطہ الاجتماعی علی مدار التاریخ* (بیروت، مکتبہ الکتاب الثقافتہ، 2016)، 325۔

3. Mumtaz Hussain Shah, *Shariat bill ki Haqiqat* (California, California University, 1990), 206.

ممتاز حسین شاہ، *شریعت بل کی حقیقت* (کیلیفورنیا، کلیفورنیا یونیورسٹی، 1990)، 206۔

4. Muhammad Tahir, Al-Qadri, *Nojwan Nasal e Deen say q door hai?* (Lahore, Minhaj-ul-Quran, 2016), 83.

محمد طاہر، القادری، *نوجوان نسل دین سے کیوں دور ہے؟* (لاہور، منہاج القرآن، 2016)، 83۔

5. Abu Ja'far bin, Mohammed Sheikh Saduq, *Sawab Ilahmaal wa Aqaab Ilahmal* (Qum, Nasher Dar al-Sharif Razi, 2017), 28.

ابو جعفر بن، محمد شیخ صدوق، *ثواب الاعمال وعقاب الاعمال* (قم، ناشر دار الشریف رضی، 2017)، 28۔

6. Ammar Zahid, Al-Rashdi, *Islami Mashraon ki Islaha mein Masajid ka Kirdaar*, Majala Roz Nama Islam, Vol. 3, Issue 43 (June 2003): 12.

عمار زاہد، الراشدی، *اسلامی معاشروں کی اصلاح میں مساجد کا کردار*، مجلّہ روز نامہ اسلام، جلد 3، شمارہ 43(جون 2003): 12۔

7. Nasir al-Din, Tusi, *Tehbih al-Ahkam*, Vol. 8 (Tehran, Dar al-Kitab al-Islamiya, 1365 SH), 114.

نصیر الدین، طوسی، *تہذیب الاحکام*، ج8(تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1365ش)، 114۔

8. Mohsin Hussain, Qaraiti, *Tafsir Noor* (Qum, Markaz Farangi Dars High Qur’an, 2019), 123.

محسن حسین، قرائتی، *تفسیر نور* (قم، مرکز فرہنگی درس ہائی از قرآن، 2019)، 123۔

9. Muhammad Rehan, Kazim, *Seerat al-Nabi* (Lahore, Maktaba Islamiya, 2013), 14.

محمد ریحان، کاظم، *سیرۃ النبی* (لاہور، مکتبہ اسلامیہ، 2013)، 14۔

10. Syed Mehdi, Behishti, *Mowanah Artabaat Mowhaser Nojawanan bamasjid*, Majala: Tarikh-e-Tashi'i, Vol. no, Issue 7, 2017): 5.

سید مہدی، بہشتی، *موانع ارتباط موثر نوجوانان با مسجد*، مجلّہ: تاریخِ تشیع، جلد ندارد، شمارہ 7، (2017)): 5۔

11. Ashfaq Parvez, *Tahmir Moashra aur Islam* (Bengal, Kashmir Publishers, 2012), 55.

اشفاق پرویز، *تعمیر معاشرہ اور اسلام* (بنگال، ناشر کشمیر پبلیشر، 2012)، 55۔

12. Aisha Karen Khan, what you will see inside a Masque (Delhi, Path Publishinh, 2009), 53.

13. Ibn Sa'd, Muhammad bin Sa'd bin Muni al-Hashimi al-Basri, *Al-Tabaqat al-Kabara*, Tehqeeq: Muhammad Abd al-Qadir Atta, (Beirut, Dar al-Kitab Al-Ilamiya, 1410 AH), 201.

ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری، *الطبقات الکبری* تحقیق: محمد عبدالقادر عطا،(بیروت، دارالکتب العلمیۃ، 1410ق)،201۔

14. Sheikh Hassan Hur, Amili, *Wasal Shia*, Tarjma: Muhammad Hussain Dhakko, Vol. 12 (Sargodha, Antarshat Maktaba Sabtain, 2016), 104.

شیخ حسن حر، عاملی، *وسائل شیعہ*، مترجم: محمد حسین ڈھکو، ج12(سرگودھا، انتشارات مکتبہ سبطین، 2016)،104۔

15. Muhammad bin Yaqub, Klini, *Al-Kafi*, Vol.3 (Qum, Nasher Dar al-Hadith, 2008), 209.

محمد بن یعقوب، کلینی، *الکافی*، ج3 (قم، ناشر دارالحدیث،2008)، 209۔

16. Muhammad Shaher Ray, *Hikmatnama Jawan* (Qum, Dar Al Hadith, 2004), 91.

محمد شہر ری، *حکمت نامہ جوان* (قم، دارالحدیث، 2004)،91۔

17. Muhammad Tahir, *Al-Qadri, Islam aur Tasawer Ehtdaal wa Tawazan* (Lahore, Minhaj Publishers, 2016), 123.

محمد طاہر، القادری، *اسلام اور تصور اعتدال وتوازن* (لاہور، منہاج پبلیشر، 2016)،123۔

واقعہ کربلا کی اردو شعری ادبیات پر تاثیر

(آزاد کشمیر کے تناظر میں)

Impact of Karbala on Urdu Poetry
(In the Context of Azad Kashmir)

Dr. Mir Yousaf Mir
Assistant Professor, Department of Urdu University of Azad Jammu and Kashmir Muzaffrabad.
E-mail: muhammad.yousaf@ajku.edu.pk
Sira Qayum
Lecturer (V) Department of Urdu University of Azad Jammu and Kashmir; Muzaffarabad.
E-mail: Sairaqayyummughal786@ Gmail. com
Dr. Ambreen Khawja
Assistant Professor, Department of Kashmir Study University of Azad Jammu and Kashmir; Muzaffarabad.
E-mail: anbrinkhawja@gmail.cim

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Abstract: This research paper is an attempt to highlight the greatness of Hazrat Imam Hussain through literary genre in context of Azad Kashmir. The incident of Karbala has been a feature of the poetic consciousness of Urdu literature. Almost all the poets of Azad Kashmir have somehow tried to speak about the tragedy of Karbala. Because there is resistance against oppression in any part of the world, the links of its tradition and the denial of oppression go back to this rare and great event, the battlefield of which is the field of Karbala and whose hero is Hussain Ibn Ali. Poets of Kashmir have referred to Karbala in the context of resistance movement in the context of Tehreek-e-Azadi Kashmir and using various metaphors, symbols and allusions has provided the spirit of awakening of Kashmiri nation. Karbala, the symbols of Karbala, allusions to Karbala, metaphors and similes of Karbala, allusions to Karbala and references to Karbala are directly mentioned in the event of devotion and love of Karbala. Karbalai influence is fully present in the Urdu poetic literature of Azad Kashmir.

Key words: Genre, Tradition, Allusion, Tragedy, Metaphor, Karbala.

خلاصہ

آزاد کشمیر کے ادبی پس منظر سے عیاں ہے کہ یہ خطہ علم و ہنر وثقافت اور مختلف مذاہب کا مرکز رہا ہے۔ کشمیر کا ابتدائی لٹریچر سنسکرت، کشمیری، فارسی، عربی اور دیگر مقامی زبانوں سے ہوتا ہوا اردو تک پہنچتا ہے اور اس خطہ میں اردو شاعری کی روایت تین صدیوں پر محیط ہے۔ آزاد کشمیر کی پہلی شعری تخلیق ''گلزار فقر (۱۷۱۷) از غلام محی الدین میر پوری'' کے ساتھ ہی اردو شاعری کا آغاز ہو جاتا ہے۔ شاعروں نے اپنی غزل، منقبت، سلام، مرثیہ، نظم، رباعیات، قطعات اور دیگر اصناف میں واقعہ کربلا کے دوام و عروج کو موضوع بنا کر کربلا کو سفینہ نجات قرار دیا ہے۔ تقریباً تمام شعرائے آزاد کشمیر ہی کسی نہ کسی طور سانحہ کربلا سے متعلق سخن آزمائی کر کے فکری روشنی حاصل کر رہے ہیں، حریت پسندوں نے استبدادی اور استعماری حکمرانوں کے خلاف واقعہ کربلا کو انقلابی جدوجہد قرار دیا ہے، شعرائے آزاد کشمیر نے تحریکِ آزادی کشمیر کے ضمن میں مزاحمتی انداز میں کربلا سے حوالہ لیا ہے اور مختلف استعارات وعلامات، اشارات اور تلمیحات کے استعمال سے کشمیری قوم کو بیدار ہونے کا جذبہ مہیا کیا ہے۔ کشمیر کی دردناک صورت حال کو دیکھ کر شعرا کو سانحہ کربلا کی ایک دم یاد آتی ہے۔

کلیدی الفاظ: نوع، روایت، اشارہ، المیہ، استعارہ، کربلا۔

موضوع کا تعارف

اردو ادب میں مضامینِ کربلا کی فکری میراث عرب اور فارس کے ذریعے داخل ہوئی۔ تاہم اردو ادب نے موضوعِ کربلا کو اس انفرادیت کے ساتھ اپنایا کہ اب یہ ذاتی اور فطری موضوع بن گیا ہے۔ دنیا بھر کی زبانوں اور لٹریچر میں واقعہ کربلا کو نمایاں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ خاص طور پر عربی اور فارسی علم و ادب میں واقعہ کربلا کے موضوع پر زمانہ قدیم سے ہی شعر و ادب میں فلسفہ حق و باطل کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اردو ادب نے کربلا کو حق و باطل کے ایک بلیغ استعارے کے طور پر پیش کیا ہے۔ اردو کی نثری و شعری تصنیفات و تالیفات کی ترقی و ترویج اور حوصلہ افزائی کا ایک اہم ترین افق مجلسِ امام حسین ابن علی علیہ السلام کو سمجھا جاتا رہا۔ اردو کی ابتدائی شاعری سے ہی عزائے حسینؑ، ولائے پنجتنؑ کا شہرہ، مجالس و مراثی کی محافل اور محمدؐ وآلِ محمدؐ سے عقیدت و محبت نے فلسفۂ کربلا کو عام کیا۔

دبستانِ دکن، دلّی و لکھنؤ کے شعرا نصرتی، رستمی، محمد قلی قطب شاہ، ملّاوجہی، غوّاصی، ولی، سودا، میر تقی میر، ناسخ، مصحفی، مومن خان مومن، امیر مینائی، خواجا حیدر علی آتش، میر حسن، میر انیس (میر ببر علی انیس کو دشت کربلا کا عظیم ترین سیّاح قرار دیا گیا ہے)، میرزا دبیر، غالب، ذوق، بہادر شاہ ظفر، یاس یگانہ، حسرت

موہانی، علامہ اقبال، جوش ملیح آبادی، فیض احمد فیض، عبدالحمید عدم، احسان دانش، ناصر کاظمی، قمر جلالوی، محسن نقوی، علامہ رشید ترابی، عابد علی عابد، سید ضمیر جعفری، جون ایلیا، رئیس امروہوی، شکیب جلالی، احمد ندیم قاسمی، قتیل شفائی، احمد فراز، منیر نیازی، شیر افضل جعفری، کیفی اعظمی، مصطفیٰ زیدی، جعفر طاہر، مشیر کاظمی، سید شاد گیلانی، بیدل پانی پتی، علامہ طالب جوہری، سیف زلفی، وحید الحسن ہاشمی، ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، افسر عباس افسر، سجاد باقر رضوی، عدیم ہاشمی، مہندر سنگھ بیدی، بیدل حیدری، محسن احسان، پروین شاکر، فارغ بخاری، ڈاکٹر عاشور کاظمی، مشکور حسین یاد، افتخار عارف، عرفان صدیقی، ریحان اعظمی، حسن رضوی، امجد اسلام امجد، عباس تابش، زاہد فخری، صفدر ہمدانی، ڈاکٹر خورشید رضوی، سبط جعفر زیدی، شاہد نقوی، ریحان سرور، اختر چنیوٹی، زکی سرور کوٹی، رفعت سلطان، پیر نصیر الدین نصیر، ظفر سعید ظفر، ندیم عباس شاد، قائم نقوی، سید عقیل محسن نقوی، شوکت رضا شوکت، عرفی ہاشمی، ڈاکٹر شبیہ الحسن ہاشمی، رمیض حیدری کے علاوہ عہد حاضر کے بہت سے دیگر نامور اور گمنام تخلیق کار ایسے ہیں کہ جن کی فکری و شعری دنیا میں کربلا کے شعوری سفر اور کربلائی اثرات جس توانائی وطاقت کے ساتھ موجود ہیں جس سے اردو ادب میں کربلا شناسی کا فلسفہ ایک منفرد اور نظریاتی تحریک کی صورت میں متعارف ہوا ہے۔ مسلمان شعرا کے علاوہ اردو زبان کے بعض غیر مسلم شعرا کی تخلیقات بھی کربلائی استعارات اور افکار سے لبریز ہیں۔

۱۰ محرم ۶۱ ہجری بہ مطابق ۶۸۰ عیسوی کو موجودہ عراق میں وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کربلا میں (جس میں نواسہ رسول حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ، آپ کے ۷۲ رفقا کو ظالم حکمران یزید کی ایک بڑی فوج نے انتہائی بے دردی کے ساتھ ظلم و تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا) انسانی فکر و عمل کے لاتعداد گوشے پنہاں ہیں جن کو کبھی حق و باطل، ایثار و قربانی اور حریت و آزادی کے نام سے دائمی اقدار میں شمار کیا جاتا ہے تو کبھی فرات، دشت، چراغ، خیمہ، پیاس، قتل، لاوارثی، نیزہ، سرفروشی، بلند نظری اور شام غریباں، وفا، دشتِ بلا، مقتل، نوکِ نیزہ، گریہ خون، خیمہ، قفس، درد، خیر و شر، تشہیر، کوچۂ عشق، دھوپ، سجدہ، جراحت، ماتم، سفر، یتیمی، تشنہ دہانی، غربتِ جاں، چراغِ خیمہ، آخری وداع، رسن بستگی، صبر، بے کسی، خنجرِ قاتل، شہیدِ وفا، مسافرت، حُر، گردِ سفر، تیغِ ستم، بندشِ آب، سر بُریدگی، بازو قلم ہونا، مشکیزہ، دریا، پامالی، بازارِ کوفہ، خاکِ مزار، وقتِ عصر، چادرِ سر، عزا، مجلس اور اس جیسے کئی دیگر استعارات و اشارات اور الفاظ و تراکیب ہر دور میں حق پرستوں کے لئے مشعل راہ بنی رہیں گی۔

دنیا میں آزادی کی تحریکات کے لئے فلسفہ کربلا سے روشنی اور طاقت لی جاتی ہے، تحریکِ آزادی پاکستان کے سلسلے میں اردو شعرا نے انگریزوں کے ظالمانہ اقتدار اور حریت پسندوں پر ان کے جبر و استبداد کے خلاف جب آواز بلند کی

تو سانحۂ کربلا کے استعارے ان کے محسوسات کے ترجمان بنیں۔ شعرا نے سانحۂ کربلا کی علامات و تلمیحات سے تحریکِ آزادی میں روح پھونکنے اور تحریکِ آزادی کے راہ رووں کے عزم و حوصلے کو بلند کرنے کے لئے اپنی شاعری پیش کی۔ جدیدیت کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو سانحۂ کربلا کی تلمیحات و علامات نئی معنویت کی حامل ہو گئی ہیں۔ جب سے واقعہ کربلا وقوع پذیر ہوا، تب سے لے کر قیامت تک حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام، آپ کا خاندان، و رفقائے حسین کے تاریخی کرداروں کو خراج عقیدت، مدحت و مودب کے نذرانے پیش کیے جاتے رہیں گے اور دشمنوں کے لئے آتشِ جہنم برساتا رہے گا۔ شعرا نے اس موضوع کو اپنا کر اپنی قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ سید محمود الحسن لکھتے ہیں:

> "شعراء کو جب اپنی شاعری کے ذریعے مظلومین کی آواز بلند کرنے اور انسانیت کے اصولوں کی تبلیغ کے لئے کوئی مثال تلاش کرنی پڑی تو انہیں صرف واقعات کربلا کا سہارا ملا۔ اردو شاعری نے عوامی زندگی کے غم، مصائب اور انفرادی شرائط و کلام سے سکون حاصل کرنے کے لئے اس واقعہ کو مثال بنا کر پیش کیا۔ کبھی واضح طور پر، کبھی علامت کے ذریعے اگر ایک طرف مرثیہ گو شعرا نے جب روح ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے اپنے فن کو ذریعہ بنایا تو دوسری طرف غزل گو شعرا نے بھی اپنے اشعار میں اس واقعہ پر اشارے کر کے انسانی شعور کو بیدار کرنے پر توجہ دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو شاعری کی ابتدائی منزل سے آج تک اس واقعہ کو کسی نہ کسی شکل میں پیش کیا جاتا رہا ہے۔ خاص طور پر جب انسانیت پر ظلم و جبر کی قوت حاوی ہوتی رہی ہیں اس وقت شعرا نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔" [1]

آزاد کشمیر کا ادبی پس منظر اور کربلا کی روایت

آزاد کشمیر کے ادبی پس منظر سے عیاں ہے کہ یہ خطہ علم و ہنر وثقافت اور مختلف مذاہب کا مرکز رہا ہے۔ کشمیر کا ابتدائی لٹریچر سنسکرت، کشمیری، فارسی، عربی اور دیگر مقامی زبانوں سے ہوتا ہوا اردو تک پہنچتا ہے اور اس خطہ میں اردو شاعری کی روایت تین صدیوں پر محیط ہے۔ آزاد کشمیر کی پہلی شعری تخلیق "گلزار فقر (۱۷۱۷) از غلام محی الدین میر پوری" کے ساتھ ہی اردو شاعری کا آغاز ہو جاتا ہے۔ شاعروں نے اپنی غزل، منقبت، سلام، مرثیہ، نظم، رباعیات، قطعات اور دیگر اصناف میں واقعہ کربلا کے دوام و عروج کو موضوع بنا کر کربلا کو سفینہ نجات قرار دیا ہے۔ تقریباً تمام شعرائے آزاد کشمیر ہی کسی نہ کسی طور سانحہ کربلا سے متعلق سخن آزمائی کر کے فکری روشنی حاصل کر رہے ہیں، حریت پسندوں نے استبدادی اور استعماری حکمرانوں کے خلاف واقعہ کربلا کو انقلابی جدوجہد قرار دیا ہے، شعرائے آزاد کشمیر نے تحریکِ آزادی کشمیر کے ضمن میں مزاحمتی انداز میں کربلا سے

حوالہ لیا ہے اور مختلف استعارات و علامات، اشارات اور تلمیحات کے استعمال سے کشمیری قوم کو بیدار ہونے کا جذبہ مہیا کیا ہے۔ کشمیر کی دردناک صورت حال کو دیکھ کر شعرا کو سانحہ کربلا کی ایک دم یاد آتی ہے۔ ڈاکٹر افتخار مغل نے درست تجزیہ کیا ہے:

"آزاد کشمیر کے شعراء کے کلام میں کربلا اور صاحب کربلا کا حوالہ تحریکِ آزادی کشمیر کے پس منظر میں شاعری کے مزاحمتی مزاج کی بنا پر بھی مقبول ہو رہا ہے کیوں کہ جبر کے خلاف مزاحمت دنیا کے کسی بھی حصے میں ہو اس کی روایت کی کڑیاں، جبر سے انکار، کے اس فقید المثال اور عظیم الشان واقعے سے جا ملتی ہے جس کی رزم گاہ میدان کربلا ہے اور جس کے ہیرو حسین ابن علی علیہم السلام ہیں۔"[2]

محبوب موضوع ہونے کی وجہ سے شعرا آزاد کشمیر نے خوب انداز میں موضوعاتِ کربلا، علاماتِ کربلا، تلازماتِ کربلا، استعارات و تشبیہاتِ کربلا، تلمیحاتِ کربلا اور حوالہ جاتِ کربلا کا براہ راست ذکر کر کے واقعہ کربلا سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ باسیانِ آزاد کشمیر کے شعرا نے نظم، غزل، سلام، مرثیہ اور منقبت وغیرہ میں واقعہ کربلا کو سمیٹتے ہوئے کہیں شعرِ واحد میں لفظ کربلا کو استعمال میں لایا ہے، کہیں قافیہ و ردیف ہی لفظ کربلا ٹھہرا اور بعض شعرا نے تو نظموں بلکہ کتابوں کو بھی عنوانِ کربلا سے زینت بخشی ہے۔ جن شعراء کی شاعری میں کربلا کے موضوعات پر اشعار، نظمیں، منقبتیں، نوحے اور سلام موجود ہیں اُن میں درج ذیل شعراء کا درج ذیل کلام قابل ذکر ہے:

محمد خان نشتر کی نظم "موج فرات"، بشیر صرفی کی نظم "منقبت بحضور مولائے کائنات حضرت علیؑ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ"، پروفیسر بشیر مغل اپنی نظم "حضرت حسینؑ"، خان محمد بدر چوہان کی نظم "حضرت امام حسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں"، ڈاکٹر مقصود جعفری کی "کربلائے عصر حاضر" زاہد کلیم کی نظم "حسینؑ"، ڈاکٹر آمنہ بہار کی نظم "اپنے امام کے لئے"، پروفیسر ڈاکٹر نثار ہمدانی کی "نہج البلاغہ اور حسینؑ" علامہ جواد جعفری کی "کربلاء کشمیر" اور "نوحہ"، زاہد بخاری کی نظم "قرب ید اللّٰہی"، شہریار آفریدی کی نظمیں "جشنِ نو بہار" اور "سلام"، توصیف خواجا کی نظم "دس محرم"، پروفیسر رفیق بھٹی کی نظم "حبہ کدل ہے کہ کربلا ہے"، پروفیسر عبدالحق مراد کی "خراج حق" کریم اللہ کرنائی قریشی کی "کربلا میں کیا ہوا"، میجر رفیق جعفری کی نظم "ایمان کا قافلہ" پروفیسر اعجاز نعمانی کی نظم "روشنی کے امام"، علی عارفین کی نظم "سبز راہوں کا وہ مسافر"، فرزانہ فرح کی نظم "شامِ غریباں"۔

ضیاء الحسن ضیا کی نظم "خون شہ کربلا کی یاد میں"، حر کاشمیری کا سلام بہ عنوان "مظلومین کربلا کے نام"، منشی احمد دین سویدا کی نظم "نقشہ کربلا"، اکرم سہیل کی نظم "کربلا حریت کا استعارہ" ڈاکٹر سردار فیاض الحسن کی نظموں

میں ''یاد حسینؑ میں اور وہ دشتِ کربلا والے''، ڈاکٹر صغیر صفی کی نظم ''حسینؑ کربلا میں ہے''، واحد اعجاز میر کی نظم ''کربلا'' لطیف آفاقی کی ''کربلا سے کربلِ کشمیر تک''، تنویر اختر ناز کی نظم ''خطہ کرب و بلا''، حناء بابر کی نظم "کربلا"، یاسر عباس کی ''پہرا'' اور ''غم حسینؑ شکریہ''، اور حق نواز مغل کی نظم ''سانس لینے کا قرض''۔

جاوید الحسن جاوید نے شہدائے کربلا سے عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہوئے ان کی نسبت کو باعث فخر جانا شہباز گردیزی نے کئی مناقب، سلام اور نوحے حضرت امام حسینؑ کی یاد میں لکھے۔ ایاز عباسی نے اہل بیت کی تعریف و قربانی اور جذبہ شہادت کو خراج تحسین پیش کیا۔ اسی طرح رضوان حیدر بخاری حضرت امام حسینؑ اور کربلا کے موضوع پر بھی ایک کثیر سرمایہ تخلیق کر چکے ہیں۔ آزر عسکری، الطاف قریشی، منور قریشی، امین طارق قاسمی، ڈاکٹر عبد الرحمٰن عبد، صادق ڈار دائم، پروفیسر شفیق راجا، طاہر قیوم طاہر، خواجا محمد عارف، یاسر عباس، مسعود ساگر اور شوزیب کاشر اور دیگر کئی شعرا کی شاعری بھی کربلا کے واقعات و کرداروں کے گرد گھومتی ہیں۔

آزاد کشمیر کے شعراء میں ذکر کربلا کے نمونے

محمد خان نشتر اپنی نظم ''موج فرات'' میں دیار کرب و بلا کی کیفیت پہ یوں گویا ہیں:

یہ کہہ رہی ہے زمانے سے اب بھی موج فرات
جو تشنہ لب ہوں، قدم ان کے چومتی ہے حیات
حسینیت کی ضرورت ہے پھر زمانے کو
ملی نہیں ہے بشر کو ابھی بشر سے نجات[3]

احمد شمیم اور الطاف قریشی واقعہ کربلا اور غم حسینؑ میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔ پروفیسر بشیر مغل اپنی نظم ''حضرت حسینؑ'' میں تیغِ بے نیام حسینؑ کو ظلم کے خلاف جہاد قرار دیتے ہیں جب کہ ڈاکٹر مقصود جعفری غزلیہ ہئیت میں واقعہ کربلا سے یوں فکری روشنی لے کر دنیا کو شعوری آگہی دے رہے ہیں:

مجھے یہ شہر لگے دشت کربلا کی طرح
یہیں پہ لٹنے کوئی قافلہ بھی آئے گا
بلا رہا ہے کوئی کوفہ ستم سے مجھے
چلے تو ساتھ مرے کوئی میرے مدفن تک[4]

حرمت قبلتین کہتے ہیں
جس بشر کو حسینؑ کہتے ہیں
درد والے دلوں کی خوشبو کو

مشہد و کاظمین کہتے ہیں

ہم سے ہو گی نہ مدحت جہلاء

پیروان حسینؑ کہتے ہیں

میں ہوں الطاف حسین ابن علیؑ کا پیرو

زندگی کرتا ہوں میں جبر سے انکار کے ساتھ [5]

اساسِ صدق و صفا پختہ جس کے نام سے ہے

زمینِ کرب و بلا کا وہ تشنہ کام حسینؑ

یزیدیت کے مقابل ہے حشر تک جو کھڑا

جہاں ہے ظلم وہاں تیغِ بے نیام حسینؑ [6]

میں نے انساں کو عجب کرب و بلا میں دیکھا

بے خطا حلقہء صد جور و جفا میں دیکھا [7]

میدان کربلا کا وقت ایسا تھا کہ کسی کو اپنے جان و مال کی پرواہ کے بغیر محض یہ ہی دھن تھی کہ کسی طرح دین کا سربلند ہو جائے اور دین زندہ و جاوید رہے۔ اپنی نظم "منقبت بحضور مولائے کائنات حضرت علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ" میں اسی خیال کی ترجمانی بشیر صرفی نے اپنے اس شعر میں کرتے ہوئے حضرت علیؑ کا مقام و مرتبے کو بھی واقعہ کربلا کے حوالے سے اجاگر کیا ہے:

علیؑ ہے واقعہ کربلا کا اول باب　　　　علیؑ نے کر دیا دینِ مبین کو شاداب [8]

ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد، مولانا خلیل ثاقب، زاہد کلیم کی شاعری میں ذکر کربلا سے محبت و عقیدت سے لبریز اشعار موجود ہیں۔ پروفیسر رفیق بھٹی اپنی نظم "حبہ کدل ہے کہ کربلا ہے" واقعہ کربلا سے جذبہ حریت پیدا کر رہے ہیں جب کہ ڈاکٹر افتخار مغل نے اپنے "سلام" میں غم حسینؑ کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح خواجا محمد عارف اپنی نظم "کاروانِ عشق" میں کربلا سے عقیدت و محبت ایسے برت رہے ہیں:

نوکِ نیزہ پر رہے شبیرؓ کتنے سربلند　　　　بندگی کیا شے ہے ایسی بندگی کے سامنے

جاوداں ہو کر جو ابھری کربلا کی خاک سے　　　　کانپتی ہے موت ایسی زندگی کے سامنے [9]

اے حسینؑ اے پیکرِ صبر و رضا تجھ کو سلام　　　　اے حسینؑ اے نورِ چشم مصطفیٰ تجھ کو سلام

تیرے دشمن روسیاہ ہیں تو مگر ہے سرخرو　　　　کہہ رہی ہے خاکِ دشتِ کربلا تجھ کو سلام [10]

زاہد کلیم کی تریسٹھ اشعار پر مشتمل طویل نظم "حسینؑ" سے اشعار ملاحظہ ہوں:

جانشین حیدر کرار ہے تواے حسینؑ　　　منچلوں کا قافلہ سالار ہے تواے حسینؑ

یاد تیری جب بھی آئے چین پا سکتے نہیں　　　واقعاتِ کربلا کو ہم بھلا سکتے نہیں[11]

سری نگر میں حبہ کدل ہے　　　کسی جواں سال کا جنازہ گزر رہا ہے

شہیدِ ارض وطن کی میت کا کارواں ہے　　　فغاں فغاں بھی رواں رواں ہے[12]

آ ! اے زمین مل کے اٹھائیں یہ بوجھ ہم

تو کس طرح اٹھائے گی تنہا غم حسینؑ[13]

ہر گام کربلا ہے تو ہر کربلا کے بعد

بازار سب ہیں کوفہ تو دربار سب دمشق[14]

پروفیسر شفیق راجا کا حضرت حسینؑ کے عشق میں ڈوبا ہوا یہ شعر سلام پیش کرتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ جو بادشاہِ کربلا ہیں بادشاہ زماں و مکاں ہیں اور فخر ہیں دین اسلام کا،اسی طرح ضیاء الحسن ضیاء کی نظم ”خون شہؑ کربلا کی یاد میں“ سے شعری نمونے دیکھیے:

سمجھ سکا ہے جو کوئی کبھی مقامِ حسینؑ　　　یقین کرو کہ اسی دم ہوا غلامِ حسینؑ

اے شہہ کربل سبط رسول ﷺ　　　سلام شاہ زمان و مکاں، سلام فخر بتولؑ[15]

رلوا رہی ہے خونِ شہؑ کربلا کی یاد　　　سبطِ رسول، صاحبِ صبر و رضا کی یاد

خیامِ اہل بیت کے لٹنے کی داستان　　　پورِ بتولؑ پر ستم ناروا کی یاد[16]

حضرت امام حسینؑ نے نہ صرف یہ جنگ فتح کر کے اسلام کا بول بالا کیا بلکہ صداقت اور سچائی پر کس پختگی سے قائم رہے۔ خواجا محمد صادق ڈار دائم غزلیہ ہئیت میں اس حوالے کو جرات، شجاعت، غیرت و حمیت کا نام دے کر شہدائے کربلا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اظہار عقیدت اور کہیں دکھ، رنج و غم اور تڑپ کا اظہار کرتے ہیں:

کشمکشِ حق و باطل میں ضمیرِ زندگی　　　تازہ کر کرب و بلا کی یاد ہائے ہائے[17]

آج دنیا میں حق اور سچ کے لئے جتنی جنگیں جاری ہیں ان میں سے ایک کشمیر بھی ہے انصاف اور حق کے لئے جو ظلم و ستم کشمیر کے عوام سہہ رہے ہیں وہ کربلا سے کچھ کم نہیں ہے لیکن افسوس کہ اس جنگ کو فتح کرنے کے لئے وہ جذبہ اور وہ قوت مفقود ہے جو ایک فاتح کو چاہیے ہوتی ہے۔ ناز مظفر آبادی واقعہ کربلا سے بے خوفی، حق پرستی، اور جبر کے خلاف مزاحمت اور جذبہ شہادت کشید کرتے ہوئے صبر حسینؑ کو ایک شعری استعارہ کی صورت میں کربلا سے وابستہ کرتے ہوئے تازہ کربلاوں میں کشمیر کی آزادی اور حریت کا پیغام دے رہے ہیں:

ہر آن ہو رہی ہے جو تعمیر کربلا　　　ہے تازہ کربلاؤں میں کشمیر کربلا[18]

زندگی میں جہاں کہیں بھی حق اور باطل میں جنگ ہوتی ہے ہمیں واقعہ کربلا یاد آجاتا ہے اور یہ غم تازہ ہو جاتا ہے کیوں کہ حق کو ثابت کرنے کے لئے بڑی قربانی دینی پڑتی ہے۔ پروفیسر عبدالحق مراد اپنی نظم "خراج حق" میں عقیدت دیکھیے، ڈاکٹر سید نثار ہمدانی اپنی نظم "حسینؑ" میں یوں خدا سے غم حسینؑ کی عطائیگی کے لئے التجا کر رہے ہیں:

حسینؑ اک خاص مقصد لے کے میدان میں اتر آیا　　　خراج حق ادا کرنے وہ کٹوانے کو سر آیا

بھرا دامن سرِ میدانِ کربل اپنا لٹوا کے　　　یقینِ لازوال اس نے بھری محفل میں دکھلایا[19]

مرے خدا ہے مری ایک التجا تجھ سے　　　غم حسینؑ عطا ہو تو خوشی کا مقام[20]

حر کاشمیری اپنی "منقبت" میں، منشی احمد دین سویدا اپنی طویل نظم "نقشہ کربل" میں، اکرم سہیل اپنی نظم "کربلا حریت کا استعارہ" میں اور تنویر اختر ناز نے اپنی نظم "خطہ کرب و بلا" میں یوں حضرت امام حسین ابن علی علیہم السلام سے چاہت اور عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں:

پیشوائے تشنگان کربلائے زندگی　　　رہبر مردان حر ہے بے گماں ابن علیؑ

ریگزارِ کربلا کو کر گیا ہے سرفراز　　　سجدہ مرد خدا بے خانماں ابن علیؑ[21]

نہ تھا یہ قتل بن حیدرؑ یہ مرگ کفر و اعدا تھی

کہ اس کربل کے پردہ میں نہاں عظمت تھی مسلم کی[22]

چلا کے تیغِ ستم بھی وہ سرنگوں ہی رہے　　　حسینؑ سر کو کٹا کے بھی سرفراز رہا[23]

یہ دھرتی بے شک ہے خطہ کربلا کی طرح　　　دھری گئی ہے اس میں ظلمت بے انتہا کی طرح[24]

سردار فیاض الحسن نے اپنی نظم "ابن حیدرؑ نے پاس وفا کر دیا" میں حضرت امام حسینؑ کے مقام و مرتبہ کو بہت ہی خوب صورت شعری پیرائے میں بیان کیا ہے کہ ایسا باہمت اور بلند حوصلہ حضرت امام حسینؑ کے سوا کس کا ہو سکتا ہے کہ جس نے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان اور خون کا ایک ایک قطرہ قربان کر دیا اور دین حق پہ ثابت قدم رہے، اور ایسی تاریخ رقم کر دی کہ جو رہتی دنیا تک عالم انسانیت کے ذہنوں پر ثبت رہے گی۔

ابنِ حیدرؑ نے پاسِ وفا کر دیا　　　زیرِ خنجر بھی سجدہ ادا کر دیا

رقم اپنے خوں سے کی تاریخ عالم　　　صحرا کو یوں کربلا کر دیا[25]

حضرت حسینؑ نے اپنے خون سے جو تاریخ کربلا کی زمین پر رقم کی اس کی نسبت سے کربلا ہمیشہ یاد رہے گی۔ دشمنانِ شہدائے کربلا کو لعن طعن کرنا، شہدا کی قسمت پر رشک کرنا اور خاکِ کربلا کے بوسے لینے کی خواہش جاری و ساری رہے گی۔ کربلا کے زندہ و تابندہ کرداروں سے والہانہ عشق و محبت کرنے والوں میں طاہر قیوم کی غزل کا شعر ملاحظہ کیجیے:

ابنِ حیدرؑ نے عطا کیں آدمی کو رفعتیں   سر کٹا کے کربلا میں دین کو زندہ کیا[26]

کوفی کیسے اب یہ امید رکھ سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے جب کہ انھوں نے آل رسول کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا کہ ان کی عزت و توقیر کو ریزہ ریزہ کیا۔ خان محمد بدر اپنی نظم "حضرت امام حسین علیہ اسلام میدان کربلا میں" میں عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے ہیں رضوان حیدر بخاری خاک کربلا کو چومنے کی خواہش کا اظہار کر رہے ہیں۔:

کرتے بیاں ہیں آج کرب و بلا کی شان   رنج والم مصائب وجور و جفا کی شان

اے سرزمین کربلا تو نے جو دیکھا ہے   اس قافلہ حسینؑ علیؑ نقش پا کی شان[27]

میرے بابا مجھ کو بھی بلوائیں اب تو گھومنے

تا کہ آ جاؤں میں خاکِ کربلا کو چومنے

اے کوفیو! مہمانِ کربلا کی یہ توقیر

کیوں کر ملے گی تم کو شفاعت حسینؑ کی[28]

میجر رفیق جعفری نے اپنی نظم "ایمان کا قافلہ" میں واقعہ کربلا سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔اسی طرح جاوید الحسن جاوید نے اپنی غزل کے شعر میں جان دار انداز میں قوم کی عظمت وغیرت کو جوش دلانے کے لیے اسلام کے شان دار ماضی کی یاد دہانی کروائی ہے اور صاحبانِ کربلا سے شناسائی کا درس بھی دیا ہے:

کرب و بلا سے قافلہ اترا ہے شام میں   ہابیل آگئے ہیں حلب احترام میں

گلہائے رنگ اور گلستاں کا قافلہ   نوکِ سناں پہ قاری قرآں کا قافلہ[29]

بر سرِ صحرا پکارا جب وہ جانِ کربلا   جانتے ہو کون ہوں میں اہلیانِ کربلا[30]

واقعہ کربلا کا درد مسلمانوں کے دلوں میں موجود ہے اور جس طرح اس جنگ نے اسلام کا سر ہمیشہ کے لئے سربلند کر دیا ہے تو اب ہر مسلمان کی یہ خواہش ہے کہ کاش میں بھی اسلام کی سربلندی کے لیے جان کا ایسا نذرانہ پیش کر سکتا کہ رہتی دنیا تک لوگوں کو یاد رہتا۔اسی خواہش کی ترجمانی اعجاز نعمانی نے غزلیہ شعر سے اور کریم اللہ کرنائی اپنی نظم "کربلا میں کیا ہوا" اور پھر جواد جعفری نے اپنی غزل کے مذکورہ شعر میں عقیدت کا اظہار کیا ہے:

میرا بھی کربلا کے شہیدوں میں ہوتا نام   دل میں مچلتی رہتی ہے یہ آرزو حسینؑ[31]

کربلا میں کیا ہوا، کیسے ہوا، کیوں کر ہوا   معرفت کا راز پنہاں عام سے نہ سر ہو

عشقِ صادق کا ہوا جب کربلا میں امتحاں   دینِ حق کی لاج کا وہ معرکہ ہے کربلا![32]

سر بکف معرکہ کرب و بلا میں جو بڑھی   قوم وہ قوتِ باطل سے نہ ہو گی پابند[33]

ڈاکٹر سیدہ آمنہ بہار کا یہ شعر بھی ایک غم کو دوسرے غم کا سہارا بناتے ہوئے کہا گیا ہے۔ سید صغیر صفی اپنی نظم ''حسینؑ کربلا میں ہے'' کے ایک شعر میں یوں حضرت امام حسینؑ کے خون سے عقیدت کرتے ہوئے ظلم کی مذمت کر رہے ہیں جو دین کی راہ میں قربان ہونے کے لئے بالکل نہیں کانپے اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ کربلا میں کیا چال چلی جا رہی ہے ثابت قدم رہے۔ سید شہباز گردیزی اپنے شعر میں حضرت امام حسینؑ سے عقیدت برت رہے ہیں:

بھر آئیں گے یہ زخم بھی غم خوار سے کہنا اِک تشنہ لبی ساتھ جو کربل سے چلی ہے[34]

حسینؑ کا لہو زمینِ کربلا کو دھو گیا

وہ ننھے پھول کے گلے سے تیر پار ہو گیا[35]

اب بھی لگے ہوئے ہیں تالے فرات پر اب بھی مرا حسینؑ تیروں کی زد میں ہے[36]

مسعود ساگر نے اپنے اس شعر میں دو غموں کو یک جا کر دیا ہے کہ ان کا غم دوبالا ہے۔ ایک وہ غم جس کی جنگ ہم لڑ چکے اور فتح پا چکے ہیں اور دوسرا غمِ کشمیر جس کی جنگ جاری ہے اور انھیں معلوم نہیں یہ غم کب تک ہر کشمیری کو اپنی لپیٹ میں رکھے گا۔

مجھ سے بہتر نہ کوئی کرب و بلا سمجھے گا میں بیک وقت حسینی بھی ہوں کشمیری بھی[37]

کربلا کا واقعہ ایسا ہے کہ اس سے عقیدت عشق کی حد تک ہر مسلمان کے دل میں پنہاں ہے۔ کیوں کہ حق کے لئے ایسی قربانی نہ کربلا سے پہلے کسی نے دی اور نہ ہی اس کے بعد بھی کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔ واحد اعجاز میر اور بصیر تاجوریوں کربلا سے عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔ یاسر عباس کی نظم ''پہرا'' اور ایک اور نظم ''غم حسینؑ شکریہ'' میں لکھا ہے:

کربلا کا سفر عشق ہے کربلا سر بہ سر عشق ہے راستہ، رہنما عشق ہے، کربلا جا بہ جا عشق ہے[38]

کوفیوں کے دیس میں رب نے مجھے پیدا کیا یہ طبیعت ہی تو، وجہِ کربلا، ہو جائے گی[39]

ایک بیمار پر کربلا کتنی حیران تھی کربلا کی زمیں پر تھے مہمان بھی[40]

جس طرح نبی پاک آخری دم تک اسلام پر چم سربلند کرتے رہے اور اسلام پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کیا بالکل ویسے ہی حضرت امام حسینؑ نے بھی دین اسلام کے لئے یہ عظیم الشان جنگ فتح کر کے نبی کے نواسے ہونے کا ثبوت دیا۔ شوزیب کاشر کی کربلا سے محبت کا انداز دیکھیے۔ اسی طرح حق نواز مغل اپنی نظم ''سانس لینے کا قرض'' یوں عقیدت برت رہے ہیں:

حضورﷺ طائف میں سرخرو تھے، حسینؑ فاتح ہے کربلا میں

کسی کا نانا نہیں نبی ﷺ سا، نہ ہے نواسہ حسینؑ جیسا[41]

میں وارثِ کربلا کا داعی　　　کربلا کو سجا کے آخر
سانس لینے کا قرض　　　زندگی کو لٹا کے آخر[42]

کربلا کے دکھ اور غم کا اظہار علی حسن بخاری نے امام حسینؑ کو بیان کرتے ہوئے اس حالت کو بیان کیا ہے جو واقعہ کربلا کو یاد کرکے ہر مسلمان کے دل پر گزرتی ہے۔ توقیر گیلانی، ظہیر مغل نے بھی اپنی شاعری میں واقعہ کربلا کا یوں اظہار کیا ہے۔ حسیب جمال نے واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین ابن علی علیہ السلام سے یوں شعری عقیدت کا اظہار کیا ہے:

حسینؑ آج بھی جب کربلا دکھائی دے　　　حسینؑ آج بھی اشکوں میں خون بہتا ہے[43]
تمھارا کچھ بھی نہیں بنے گا　　　تمہیں بزرگوں کی بدعا ہے
یہ سارے منظر سنے سنے ہیں　　　یہ ارض ِ کربل میں ہو چکا ہے[44]
نہیں اسلام کو خطرہ یزیدی زر خریدوں کا　　　لہو ہے اس کی بنیادوں میں کربل کے شہیدوں کا[45]
کربلا میں اصغرِ معصومؑ کے　　　خون سے لکھا ہوا ہے العطش[46]

لطیف آفاقی نے بھی دو مصرعوں میں دو دکھ پرو دیے ہیں۔ اس میں کسی شبے کی تو گنجائش ہی نہیں کہ کربلا کی زمین کس قدر خوش قسمت ہے کہ جس نے اس قدر انمول ہستیوں کا خون خود میں سمویا۔ ان ہستیوں کی شہادتوں نے اس عام سی زمین کو بھی پر وقار اور قابل احترام بنا دیا ہے اور یہ خواہش از خود دل میں پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہمارے نصیب میں بھی اس مٹی میں فنا ہونا نصیب ہو۔ اسلم رضا بھی فنا فی الحسین اور کربلا میں موت کے لیے دعا گو ہیں:

جنگ ہے زنجیر سے شمشیر تک　　　خواب آزادی کی ہر تصویر تک
معرکہ آرائی کی تاریخ ہے　　　کربلا سے کربلِ کشمیر تک[47]
خدا کرے کہ مجھے کربلا میں موت ملے　　　خدا کرے میں فنا فی الحسین ہو جاؤں[48]

کربلا، تحریک آزادی کشمیر کی روح رواں

بلا شبہ کربلا ہی وہ موضوع ہے جس نے جہاد و قربانی، ثبات واستقامت اور محنت و وفاداری کا جذبہ عطا کیا ہے۔ آزاد کشمیر کی اردو شاعری میں کربلا کا موضوع محبوب موضوع اور شعری شعور کا خاصہ ہے۔ کربلا اور شاہ کربلا کا ذکر شعرا کی عقیدت اور صداقت کا عظیم اظہار ہے۔ جس طرح ہر زبان کے ادب نے کربلا کے موضوع سے فکری

روشنی حاصل کی ہے،اسی طرح آزاد کشمیر کے اردو ادب کی تقریبا تمام تخلیقی اصناف کربلا کے ادراک سے سرسبز نظر آتی ہیں۔آزاد کشمیر کی اردو شاعری میں حضرت امام حسین ابن علیؑ، اور شہدائے کربلا کی یاد میں مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی ہوتی رہی ہے اور اب بھی یہ سفر اپنی خوب صورتی اور انفرادی کے ساتھ رواں دواں ہے۔

کشمیر کی اردو شاعری میں کربلا کا شعری استعارہ نہایت بلیغ ہے۔ شعرا کربلا کی تعلیمات کو نئے عصری منظر نامے میں تبدیلی کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ان کے تخلیقی وجدان کو کربلا کے کرداروں سے گہری انسیت اور محبت ہے۔ وہ انداز بیان بدل بدل کر حق و حقیقت کے اس واقعہ کو انسانی اذہان تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ان کے ہاں استعاراتی طور پر ان تلمیحات کا استعمال بالعموم ان موقعوں پر کیا گیا ہے، جہاں حق و باطل کی آویزش ہوتی ہے یا جبر واستبداد کے تسلط کے خلاف بغاوت کے جذبات ابل پڑتے ہیں۔

آزاد کشمیر کے شاعروں نے خاص کر کشمیر کی آزادی کے لئے واقعہ کربلا سے جذبہ حریت لے کر واقعہ کربلا کی اشاریت، کربلائی علامتوں اور تعلیقات کو مستقل مزاجی، سنجیدگی اور پوری تخلیقی قوت کے ساتھ پیش کیا ہے، انہوں نے نہ صرف علاماتِ کربلا کو بخوبی برتا بلکہ اس میں عصری شعور اور انقلابی معنویت بھی بھر دی۔ اپنے عہد کے مسائل و موضوعات کے بیان میں موضوعِ کربلا سے نئے نئے معنیاتی پیرائے وضع کیے۔ علاوہ ازیں کشمیر کے شعرانے نے کربلا کے توسط سے ایک ایسا لفظیاتی نظام بھی ترتیب دیا جو کشمیر کے شعرا کا اسلوبی امتیاز ٹھہرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کی اردو شاعری میں کربلا کا موضوع، موضوع اور اسلوب دونوں سطحوں پر انفرادی شناخت رکھنے کے باعث قابلِ ذکر رہے گا۔

*****

References

1. Prof. Syed Mehmood-ul-Hassan, *Chand Tasraat, Mashmola, Urdu Shairi mein waqiat Karbala az Dr. Naseem Ara Nikhat* (Lucknow, Jamia Lucknow, 1993), 8-9.

پروفیسر سید محمود الحسن، *چند تاثرات،مشمولہ، اردو شاعری میں واقعات کربلا از ڈاکٹر نسیم آرا نکہت* (لکھنؤ، جامعہ لکھنؤ،1993ء)،8-9۔

2. Dr. Iftikhar Mughal, *Kashmir mein Urdu Shairi*, Maqala Baray M. Phil. (Islamabad, Allama Iqbal Open University, 1995), 111.

ڈاکٹر افتخار مغل، *کشمیر میں اردو شاعری*، مقالہ برائے ایم۔ فل (اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، 1995)، 111۔

3. Muhammad Khan Nishtar, *Lamhaat Nishtar* (Rawalpindi, ST Printers, 2003), 26.

محمد خاں نشتر، *لمحات نشتر* (راولپنڈی، ایس ٹی پرنٹرز، 2003ء)، 26۔

4. Ahmed Shamim, *Shakhsiat aur Fan*, Marta Naveed Sheikh, 71, 512.

احمد شمیم، *شخصیت اور فن* ۔ مرتبہ نوید شیخ، 71، 512۔

5. Altaf Qureshi, Ghair Matboha.

الطاف قریشی، غیر مطبوعہ۔

6. Professor Bashir Mughal, *Gardab* (Rawalpindi, nn, dn.), 30.

پروفیسر بشیر مغل، *گرداب* (راولپنڈی، ناشر ندارد، سن ندارد)، 30۔

7. Dr. Maqsood Jafari, *Jabr-e-Massal* (Islamabad, Pak Media Foundation, 2015), 54.

ڈاکٹر مقصود جعفری، *جبرِ مسلسل* (اسلام آباد، پاک میڈیا فاؤنڈیشن، 2015ء)، 54۔

8. Bashir Sarti, *Kalam-i Bashir Sarfi*, Martab Dr. Shafiq Anjum (Islamabad, Purap Academy, 2010), 94.

بشیر صرفی، *کلامِ بشیر صرفی*، مرتب ڈاکٹر شفیق انجم (اسلام آباد، پورب اکادمی، 2010ء)، 94۔

9. Dr. Abdul Rahman Abd, *Irfan Abd* (New York, New York Urdu Anjman, 1991), 35.

ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد، *عرفان عبد* (نیویارک، نیویارک اردو انجمن، 1991ء)، 35۔

10. Muhammad Khalil Saqib, *Guldasta Aqidat* (Rawalpindi, Nawab Sons Publications, dn.), 23.

محمد خلیل ثاقب، *گلدستہ عقیدت* (راولپنڈی، نواب سنز پبلی کیشنز، سن ندارد)، 23۔

11. Zahid Kaleem, *Mihrab Fiker* (Muzaffarabad, Neelam Publications, 2006), 33.

زاہد کلیم، *محراب فکر* (مظفر آباد، نیلم پبلی کیشنز، 2006ء)، 33۔

12. Prof. Rafiq Bhatti, *Lahongar* (Mirpur, Panjal Publishers, 1997), 55.

پروفیسر رفیق بھٹی، *لہو نگر* (میرپور، پنجال پبلشرز، 1997ء)، 55۔

13. Dr. Iftikhar Mughal, *Kashmir mein Urdu Shairi*, 123.

ڈاکٹر افتخار مغل، *کشمیر میں اردو شاعری*، 123۔

14. Khawaja Muhammad Arif, *Saadat* (Mirpur, Tehbir Publications, 2006), 226.

خواجا محمد عارف، *سعادت* (میرپور، تعبیر پبلی کیشنز، 2006ء)، 226۔

15. Professor Shafiq Raja, *Kadal* (Bagh Azad Kashmir, Tolo Adab Bagh, 2019), 39.

پروفیسر شفیق راجا، *کدل* (باغ آزاد کشمیر، طلوع ادب باغ، 2019ء)، 39۔

16. Zia-ul-Hasan Zia, *Harf o Hakaiat* (Kuliyat) (Lahore, Nasir Baqir Printers, dn.), 43.

ضیاء الحسن ضیاء، *حرف و حکایت (کلیات)* (لاہور، ناصر باقر پرنٹرز، سن ندارد)، 43۔

17. Sadiq Dar, Daim, *Hasil Kalam* (Rawalpindi, Faisal ul Islam Printers, 2015), 37.

صادق ڈار، دائم، *حاصل کلام* (راولپنڈی، فیصل الاسلام پرنٹرز، 2015ء)، 37۔

18. Naz Muzaffar Abadi, *Harf Ashna* (Faisalabad, Misaal Publications, 2017), 36.

ناز مظفر آبادی، *حرف آشنا* (فیصل آباد، مثال پبلی کیشنز، 2017ء)، 36۔

19. Abd al-Haq Murad, *Junbish-e-Lib* (Rawalpindi, nn, 2017), 54.

عبدالحق مراد، *جنبشِ لب* (راولپنڈی، ناشر ندارد، 2017ء)، 54۔

20. Dr. Syed Nisar Hussain Hamdani, *Chinar, Chandni and Chanbali* (Muzaffarabad, Al-Sheikh Printer, 1993), 36.

ڈاکٹر سید نثار حسین ہمدانی، *چنار، چاندنی اور چنبیلی* (مظفر آباد، الشیخ پرنٹر، 1993ء)، 36۔

21. Har Kashmiri, Ghair Matboha Kalaam.

حر کاشمیری، غیر مطبوعہ کلام۔

22. Munshi Ahmad Deen Sweida, *Mukhfi Khazaina* (Rawalpindi, Metrox Publications, 2021), 27.

منشی احمد دین سویدا، *مخفی خزینہ* (راولپنڈی، میٹروکس پبلی کیشنز، 2021ء)، 27۔

23. Akram Sohail, *Nahy Ujalay hain Khaab Mary* (Lahore, Jamhor Publications, 2016), 22.

اکرم سہیل، *نئے اجالے ہیں خواب میرے* (لاہور، جمہور پبلی کیشنز، 2016ء)، 22۔

24. Tanvir Akhtar Naz, *Naziat* (Mirpur, Kashar Publishers, 2013), 21.

تنویر اختر ناز، *نازیات* (میرپور، کاشر پبلی شرز، 2013ء)، 21۔

25. Dr. Fayaz-ul-Hasan, *Zouk-e-Irafan* (Muzaffarabad, Itafaq Printing Press, 2005), 29.

ڈاکٹر فیاض الحسن، *ذوقِ عرفاں* (مظفر آباد، اتفاق پرنٹنگ پریس، 2005ء)، 29۔

26. Tahir Qayyum Tahir, *Jashan e Milaad Muhammad (PBUH) hai Manao Logo* (Mirpur, Riyaz Printers, 2008), 76.

طاہر قیوم طاہر، جشنِ میلاد محمد ﷺ ہے مناؤ لوگو (میر پور، ریاض پرنٹرز، 2008ء)، 76۔

27. Khan Muhammad Bader Chauhan, *Gulzar Watan* (Haveli Kahota, nn, 2017), 33.

خان محمد بدر چوہان، گلزار وطن (حویلی کھوٹہ، ناشر ندارد، 2017ء)، 33۔

28. Rizwan Haider Bukhari, *Karam Huzoor Ka Hai* (Rawalpindi, Faizul Islam Printing Press, 2017), 34.

رضوان حیدر بخاری، کرم حضور کا ہے (راولپنڈی، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس 2017ء)، 34۔

29. Maj. Rafiq, Jafri, *Sab K Sab Muhammad Se* (Rawalpindi, ST Printers Golmandi, 2017), 23.

میجر رفیق، جعفری، سب کے سب محمدؐ سے (راولپنڈی، ایس ٹی پرنٹرز گوالمنڈی، 2017ء)، 23۔

30. Javed-ul-Hasan Javed, *Poon* (Muzaffarabad, Kashmir Cultural Academy, 2010), 84.

جاوید الحسن جاوید، پون (مظفر آباد، کشمیر کلچرل اکیڈمی، 2010ء)، 84۔

31. Ejaz Naumani, *Kehy Baghair* (Rawalpindi, Mehmood Brothers Printers 2019), 13.

اعجاز نعمانی، کہے بغیر (راولپنڈی، محمود برادرز پرنٹرز 2019ء)، 13۔

32. Karimullah Karnai, *Khizr Dekta Hai Villar K Kanaray* (Muzaffarabad, Buzm Suz-i Kashmir, 1995), 15.

کریم اللہ کرنائی، خضر دیکھتا ہے ولر کے کنارے (مظفر آباد، بزم سوزِ کشمیر، 1995ء)، 15۔

33. Jawaad Jafri, *Qalam k Mahaz say* (Muzaffarabad, Kashmir Academy, 1995), 75.

جواد جعفری، قلم کے محاذ سے (مظفر آباد، کشمیر اکیڈمی 1995ء)، 75۔

34. Dr. Amna Behar, Ghair Matboha.

ڈاکٹر آمنہ بہار، غیر مطبوعہ۔

35. Syed Sagheer Safi, *Koi Awaz Mohabbate Ki Sunai de de* (nc, nn, 2014), 13.

سید صغیر صفی، کوئی آواز محبت کی سنائی دے دے (شہر ندارد، ناشر ندارد، 2014ء)، 13۔

36. Shahbaz Gardezi, *Haqiqat k Kawab* (Bagh Azad Kashmir, Tolo Publications, 2010), 24.

شہباز گردیزی، حقیقتوں کے خواب، (باغ آزاد کشمیر، طلوع پبلی کیشنز، 2010ء)، 24۔

37. Masood Sagar, *Wara* (Lahore, Al-Riyaz Publications, 2019), 41.

مسعود ساگر، ورا (لاہور، الریاض پبلی کیشنز، 2019ء)، 41۔

38. Wahad Ijaz Mir, *Rasta Mat Badal* (Lahore, Khazeena Ilam Wa Adab, dn.), 35.

واحد اعجاز میر، *راستہ مت بدل* (لاہور، خزینہ علم وادب، سن ندارد)، 35۔

39. Basir Tajur, Ghair Matboha Kalaam.

بصیر تاجور، غیر مطبوعہ کلام۔

40. Yasir Abbas, *Shaam ho gahi Akhar* (Lahore, Samar Farooq Printers, 2007), 34.

یاسر عباس، *شام ہو گئی آخر* (لاہور، ثمر فاروق پرنٹرز، 2007ء)، 34۔

41. Shuzeb Kashar, *Khamiazah* (Rawalpindi, Faizul ul Islam Printing Press, 2018), 23.

شوزیب کاشر، *خمیازہ* (راولپنڈی، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، 2018ء)، 23۔

42. Haq Nawaz Mughal, *Nae Tanha Nae Hon Mein* (Rawalpindi, Faiz-e-Salam Printers, 2014), 21.

حق نواز مغل، *نہیں تنہا نہیں ہوں میں* (راولپنڈی، فیض السلام پرنٹرز، 2014ء)، 21۔

43. Ali Ahsan Bukhari, Ghair Matboha Kalaam.

علی احسن بخاری، غیر مطبوعہ کلام۔

44. Tauqir Gilani, Ghair Matboha Kalaam.

توقیر گیلانی، غیر مطبوعہ کلام۔

45. Zaheer Ahmed Mughal, Ghair Matboha Kalaam.

ظہیر احمد مغل، غیر مطبوعہ کلام۔

46. Haseeb Jamal, Ghair Matboha Kalaam.

حسیب جمال، غیر مطبوعہ کلام۔

47. Latif Afaqi, *Karbala say Karbal Kashmir Tak*, Zir Tabeh Majmoha Shairi.

لطیف آفاقی، *کربلا سے کربل کشمیر تک*، زیر طبع مجموعہ شاعری۔

48. Aslam Raza, Ghair Matboha Kalaam.

اسلم رضا، غیر مطبوعہ کلام۔

فیمینزم کی تاریخ اور اسباب

The Background & Roots of Fiminism

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Syed Zahid Abbas
Mustafa International University (MIU), Islamabad.
E-mail: syedzahidnaqvi@gmail.com

Abstract: In the Western world, feminism emerged in the form of the women's liberation movement in the nineteenth century, and gradually this movement took the form of an ideology.In most of the historical periods in the western world, the condition of women was not appropriate. The stages of the formation of feminism are historically divided into three waves. Due to the diversity of ideas about women and the difference in trends, the feminist movement is divided into different groups. The feminist movement is divided into different groups. The main reason for this is two points:

First, feminists have offered different analyzes of women's inferiority.

Second, they have proposed various ways of addressing and correcting the inferiority of women. The theory of feminism has theoretical foundations like other theories. The theoretical foundations of feminism can be divided into general and specific principles according to different trends.

Keywords: Feminism, Sex Discrimination, Gender Inequality, Patriarchy.

خلاصہ

مغربی دینا میں فیمینزم انیسویں صدی میں خواتین کی آزادی کی تحریک کی صورت میں سامنے آئی اور رفتہ رفتہ اس تحریک نے نظریہ کی شکل اختیار کرلی۔ مغربی دنیا میں اکثر تاریخی ادوار میں خواتین کی حالت مناسب نہیں تھی۔ فیمینزم کی تشکیل کے مراحل کو تاریخی طور پر تین لہروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ خواتین کے بارے میں نظریات کی کثرت اور رجحانات کے اختلاف کی وجہ سے تحریک حقوق نسواں کو مختلف گروہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تحریک حقوق نسواں کا مختلف گروہ میں تقسیم ہونے کی بنیادی وجہ دو نکات ہیں:

پہلا، یہ کہ فمینیسٹ حضرات نے خواتین کی کمتری کے مختلف تجزیے پیش کیے ہیں۔ دوسرا، انہوں نے خواتین کی کمتری کو دور کرنے اور اسے درست کرنے کے مختلف طریقے پیش کیے ہیں۔ نظریہ فیمینزم دیگر نظریات کی طرح نظریاتی بنیادیں رکھتا ہے فیمینزم کی نظریاتی بنیادوں کو مختلف رجحانات کے مطابق عمومی اور مخصوص اصولوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

کلیدی الفاظ: حقوق نسواں، جنسی امتیاز، صنفی عدم مساوات، پدرانہ نظام۔

مقدمہ

موجودہ دور کے اہم موضوعات میں سے ایک موضوع، خواتین کے مسئلے پر مختلف جہتوں سے سوال اور بحث ہے۔ خواتین کے حقوق اور شناخت پر مختلف نظریات تجویز کیے گئے ہیں۔ حقوق نسواں ایک ایسی تحریک کا عنوان ہے جو خواتین کے حقوق کے حصول کے لئے ابھری ہے۔ تحریک حقوق نسواں کے سماجی نظریہ کو سماجی علوم کا ایک "سیاسی نظریہ" سمجھا جاتا ہے۔ تحریک نسواں در حقیقت حقوق نسواں کی فکر کو زندہ کرنا چاہتی ہے اور یہ فکر اپنی نظریاتی بنیادوں سے ماخوذ ہے۔ فیمینزم کا فکری اور فلسفیانہ تفکرات جیسے ہیومنزم(Humanism) لبرل ازم(Liberalism) مارکسزم (Marxism) اور مابعد جدیدیت (Postmodernism) سے متاثر ہونے کی وجہ سے فلسفہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

اس تحقیق میں سماجیات(Sociology) اور سیاسیات(Political Science) کے پہلو سے قطع نظر "نظریہ فیمینزم" کے فلسفیانہ پہلوؤں (Philosophical dimensions) پر غور کیا گیا ہے۔ عام طور پر، فیمینزم کی نظریاتی بنیادوں کو بنیادی نظریات کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے جو فیمینیسٹی نظریہ اور سوچ کی بنیاد ہیں۔ تحریک حقوق نسواں Feminists کا دعویٰ ہے کہ پوری تاریخ میں خواتین پر ظلم ہوا ہے اور ان کے حقوق پامال ہوئے ہیں۔اس لیے خواتین کو زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے برابر ہونا چاہیے۔

تحریک حقوق نسواں کے نعرے میں، حقیقت میں، ایک سوال نہفتہ ہے: کہ، فیمینزم کے علاوہ کوئی مکتب، خواتین کے حقوق کے احقاق کی بات نہیں کرتا؟ اس لیے علمائے اسلام کو چاہیے کہ اس نظریے کو رد کرنے کے شکوک و شبہات کو دور کریں۔اور دیکھے کہ فیمینزم کس بنیاد پر عورتوں کے حقوق کا دعویٰ کرتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ کیا یہ اصول، عورت کی بحیثیت انسان، اس کی عزت سے ہم آہنگ ہیں؟ اور اس طرح کے سوالات کا جواب دے کر فیمینزم کی بنیادوں پر تنقید کی جا سکتی ہے جن پر حقوق نسواں کی فکر قائم ہے۔

فمینیزم کی لغوی تعریف

فیمینزم (Feminism) اصل میں ایک فرانسیسی لفظ ہے۔ جو لاتینی زبان «Femina» سے ماخوذ ہے جس کا معنی عورت «Woman» ہے۔ اس لفظ کی انگریزی اور فرانسیسی زبان میں توصیفی شکل اسی سے ماخوذ ہے جو کہ "نسوانیت" کے معنی میں ہے۔[1]

فیمینزم کا اصطلاحی معنی

کئی سماجی تصورات کی طرح فیمینزم (Feminism) کی ایک جامع تعریف فراہم کرنا بھی ایک مشکل کام ہے۔

لہٰذا فیمینزم کے اصطلاحی معنی پر کوئی اتفاق رائے نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فیمینزم کی کوئی ایک تعریف پیش کرنا ممکن نہیں ہے؛ کیونکہ حقوق نسواں کوئی ایک نہیں، بلکہ متعدد تحریکیں چال رہی ہیں جن کا نقطہ اشتراک یہ ہے کہ خواتین کو پسماندہ رکھا گیا ہے اور اس پسماندگی سے ان کی نجات کے لئے کوئی حکمت عملی اپنانی ہوگی۔ لیکن ان تحریکوں کا خواتین کی پسماندگی کے اسباب اور ان کی آزادی کے حصول کے طریقوں کے بارے میں کوئی اتفاق نہیں ہے۔ بہرصورت فیمینسٹ دو نکات پر متفق ہیں: ایک، یہ کہ خواتین کے ساتھ ان کی جنس کی وجہ سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، خواتین کی ضروریات کو پورا نہیں کیا جاتا اور ان کی ضروریات کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور اس امتیاز کو ختم کرنا ضروری ہے۔ دوسرا، یہ کہ اس امتیازی سلوک کے خاتمے کے لئے معاشی، سماجی اور سیاسی نظام میں بنیادی تبدیلی لانا ضروری ہے۔ خواتین کے حقوق کے حامی زیادہ تر تحریکیں مغربی فلسفیانہ اور سیاسی مکاتب سے منسلک ہیں اور ان مکاتب کی تعلیمات کی بنیاد پر وہ اپنے خیالات کی وضاحت کرتی ہیں اور خواتین کی کمتری کی وجہ کا تجزیہ کرتی ہیں۔

چند لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ "فیمینزم" اور "فیمنسٹ" کی اصطلاحات کے معانی بڑے واضح ہیں۔ اس ابہام کی ایک خاصیت یہ ہے کہ فیمنسٹ کا لفظ استعمال کرنے کا رجحان ان خیالات کے تنوع کو ظاہر کرنے کے لئے ہے جس کا اظہار فیمنسٹ کرتے ہیں۔ روز پسند حمار کے قول کے مطابق: "کم از کم یہ کہا جا سکتا ہے" کہ "فیمنسٹ" وہ ہے جو اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ خواتین کے ساتھ ان کی جنس کی وجہ سے امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔ جن کی مخصوص ضروریات ہیں جن کی طرف توجہ نہیں ہوتی ان ضروریات کی تسکین کے لئے سماجی، معاشی اور سیاسی نظام میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے۔[2]

فیمینزم کا پس منظر

چونکہ فیمینزم کی تحریک بنیادی طور پر مغربی دنیا سے اٹھی ہے، لہٰذا ہمیں سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ مغربی معاشروں میں خواتین کی کیا حیثیت رہی ہے؟

1. یونان کی تہذیب میں خواتین (Women in Greece Civilization)

قدیم یونانی تہذیب میں عورت کو قابل نفرت مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ یونانی تہذیب میں تمام بنیادی کام اور سرگرمیاں جیسے جسمانی اور ذہنی سرگرمیاں اور تعریفیں مردوں کے لئے مخصوص تھیں۔ وہ خواتین کو سیاسی (Political) یا سماجی (social) سرگرمیوں کے اہل نہیں سمجھتے تھے۔[3] یونان میں خواتین کو شہری نہیں سمجھا جاتا تھا اور انہیں سماجی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ انہیں سیاسی یا سماجی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت نہیں تھی، وہ صرف گھر میں کام کرتی تھیں۔ ان کا کام صرف بچوں کی دیکھ بھال کرنا تھا۔ یونانی

خواتین کا بنیادی کام بچے کو جنم دینا تھا، خاص طور پر لڑکا تاکہ مرد کی نسل کا سلسلہ جاری رہے۔[4]

2. رومن تہذیب میں خواتین (Women in Roman Civilization)

رومی تہذیب میں عورتیں انسانی حقوق سے محروم تھیں اور ان کی بدترین حالت تھی عورت کو مارنا، لڑکی کو قتل کرنا، بچے بیچنا اور زبردستی شادی کرنا یہ باپ کا قانونی اور روایتی حق تھا۔ رومی تہذیب میں رومن معاشرہ مردوں پر مشتمل تھا۔ رومی اس رائے کے حامل تھے۔ کہ عورت کی جنس کی ناتوانی کی وجہ سے عورت کے لئے ایک مرد کی سرپرستی ضروری ہے اس وجہ سے لڑکیوں کی زبردستی شادیاں کی جاتی تھیں۔[5]

3. قرون وسطی کی تہذیب میں خواتین (Women in medieval civilization)

قرون وسطی کی تہذیب میں عورتوں کی حالت یونانی اور رومی تہذیب میں عورتوں کی صورت حال سے بدتر تھی۔ اس تہذیب میں عورت کو ایک منحوس مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ ہمبستری صرف نسل کی بقاکے لیے جائز تھی۔ اس کے علاوہ جنسی ملاپ کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ اس تہذیب میں خواتین کی قانونی شخصیت نہیں تھی۔ سماجی اور سیاسی معاملات میں عورتوں کی مداخلت ممنوع تھی عدالتوں میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں تھی مرد کو تام الاختیار سمجھا جاتا تھا۔[6]

4. رنسانس میں خواتین کی صورتحال (The Status of women in the Renaissance)

نشاۃ ثانیہ سے پہلے کی خواتین متوسط طبقے کی تھیں۔ اور گھر کا کام کرتیں تھی۔ اور گھر والوں کی سختیاں اور مشکلات برداشت کرتی تھیں۔ سینٹ برنارڈینو St. Bernardino لوگوں سے کہتا تھا: "میں تم مردوں سے کہتا ہوں۔ اپنی حاملہ عورتوں کو نہ ماریں کیونکہ یہ بہت خطرناک ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ انہیں نہ ماریں لیکن مارنے کے لئے صحیح وقت کا انتخاب کریں۔"[7] لیکن رنسانس میں اور اس دور کے بعد خواتین نے مردوں کے برابر ہونے کی کوشش کی۔ اور قرون وسطی کی مجبوریوں سے باہر نکلیں۔[8]

نشاۃ ثانیہ اور جدیدیت مکمل طور پر مردانہ دنیا کی تشکیل کرتی تھی نشاۃ ثانیہ کا آئیڈیل مرد تھا۔[9] نشاۃ ثانیہ میں مردوں نے خواتین کی فکری قوت کی نشوونما میں رکاوٹ ڈالی اور ان کا نظریہ تھا کہ خواتین فکری گفتگو سے قاصر ہیں۔[10] اسی عرصے میں، میری ڈوگون (Marie Dugone) نے "مردوں اور عورتوں کے درمیان مساوات، خواتین کی شکایات" کے عنوان سے ایک مقالہ شائع کیا۔ اس نے عورتوں کو وہ مخلوق سمجھا جن کے لئے تمام اچھی چیزیں حرام ہیں۔ اور ان سے آزادی چھین لی گئی ہے اور ان کی تمام خوبیوں سے انکار کردیا گیا ہے۔[11]

فیمینزم کی تحریک کے نظریاتی اسباب Theoritical Causes of the Feminism

فیمینزم کی تشکیل کے علل اور اسباب کو نظریاتی، عملی اور سماجی اسباب کے اعتبار سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جہاں

تک اس تحریک کے وجود میں آنے کے نظریاتی اسباب کا تعلق ہے تو یہ درج ذیل ہیں:

1. بائبل، چرچ اور فیمینزم کے اسباب

بائبل میں امتیازی نقطہ نظر اور عیسائیت اور یہودیت کے حقوق نسواں مخالف نظریات نے حقوق نسواں کی بنیاد فراہم کی۔ بائبل میں، عورت کو فطری طور پہ پست قرار دینا اور لارڈ آف چرچ کی پر تشدد کارکردگی نے خواتین کی تحریک کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔[12]

2. مغربی مفکرین کی خواتین مخالف فکر

بیشتر مغربی فلسفیوں اور مفکرین کے خیال میں خواتین مردوں کی مقابلے میں دوسرے درجے کی اور پست مخلوق تصور کی جاتیں تھیں۔ ان کا خیال تھا کہ خواتین فطری طور پر مردوں سے وابستہ ہونے کی وجہ سے شہریت سے محروم تھیں۔ جین جیک روسو Jean-Jacques Rousseau کا نظریہ تھا: "عورت فطرتاً کمزور ہے اور انسان کے لئے فطری حقوق کا معیار حکمت اور دانائی ہے جو انسان کو جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔ چونکہ عورت کی حکمت اور دانائی میں شک ہے اس لئے عورت کو حقوق کا حقدار نہیں سمجھا جا سکتا عورت کے بارے میں روسو کی تعلیم کا سب سے اہم عنصر یہ ہے کہ عورت کا فرض مردوں کو خوش کرنا ہے"۔[13]

3. عورت کی عزت کا انکار Denial of Female Dignity

انسانی معاشرے میں عورت کی حیثیت ہمیشہ مردوں سے کم رہی ہے اور شاید انسانوں کی خدمت میں ایک آلہ کے طور عورت کو دیکھا گیا۔ انسانی تاریخ میں زیادہ تر مرد اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے اور اقتدار پر غلبہ حاصل کرتے رہے۔[14] سماجی طور پر بہت سے انفرادی حقوق خواتین سے چھین لیے گئے۔ جیسے جائیداد، وراثت، ووٹنگ وغیرہ۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آخر میں، امریکہ اور برطانیہ میں خواتین کو حق رائے دہی سے محروم کر دیا گیا۔ ایسے ماحول میں دھیرے دھیرے مخالفت شروع ہو گئی اور مرد اور عورت کے درمیان برابری کا رجحان پھیلتا گیا۔[15]

فیمینزم کی تحریک کے سماجی اسباب Social Causes of the Feminism

ہم درج سماجی روّیوں کی روشنی میں تحریک نسوانیت کی تشکیل کے اسباب کا جائزہ لے سکتے ہیں:

1. تشدد Violence

تشدد کی ایک طویل تاریخ ہے آج کے مہذب معاشروں میں تشدد مختلف شکلوں میں موجود ہے۔ تشدد کی سب سے اہم مثالوں میں سے ایک جنسی تشدد ہے۔ اس صورت میں، جسمانی طاقت اور دیگر اقسام کو مخالف جنس کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر تاریخی ادوار میں، مردانہ جنس عورت پر حاوی رہی ہے۔ مردوں اور عورتوں

کے درمیان ہمدردانہ تعلقات کے علاوہ، تسلط پسندانہ اور تسلط پسند تعلقات کے ثبوت کے بہت سے واقعات ہیں جن میں خواتین کو ظلم اور زیادتی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔[16]

2. استحصال Exploitation

ماضی میں وسیع پیمانے پہ خواتین کا استحصال اور خواتین کے طرف سے اپنے حقوق کے مطالبے کا فقدان سوالیہ نشان ہے۔ تاریخ میں خواتین کے استحصال کا دائرہ کافی وسیع ہے مثلاً ملکیت کا موقع نہ ملنا، زیادہ کام اور کم اجرت، گھر پر کام کرنے کی اجرت نہ ملنا، خاندان میں مناسب سہولیات نہ ملنا، غذائی قلّت، قانونی کوتاہیاں وغیرہ۔ بعض اوقات، استحصال زیادہ محنت اور کم اجرت کی صورت میں ہوتا ہے حتی کم اجرت کی وجہ سے خواتین اور بچوں کے لیے روزگار کی پالیسی ایک عالمی مسئلہ ہے۔[17]

3. سرمایہ داری اور لبرل ازم Capitalism and Liberalism

جدیدیت نے مغربی زندگی کے مختلف حصوں میں ایک گہری تبدیلی لائی۔ فکری، معاشی اور سائنسی تبدیلیوں کے بعد خاندانی نظام نے بھی بہت سے اتار چڑھاؤ دیکھے۔ خاندان اپنی مقبولیت کھو گیا۔ سرمایہ دارانہ نظام نے مزدوروں کی بغاوتوں سے خوفزدہ ہو کر انہیں رعایتیں دیں اور ان کے نام سے متعصبانہ مواد شائع کیا اور لیبر خواتین مارکیٹ میں داخل ہوئیں لیکن اصل منافع خور سرمایہ دار تھے۔ اس تاثر کو تقویت اس وقت ملی ہے جب لبرل نظریہ نگاروں نے خواتین کے حقوق کو نظر انداز کیا ہے۔[18] روسو کی نگاہ میں خواتین شہریت سے محروم ہیں لڑکوں کو عقلی، روحانی اور خود مختار انسان بننے کی تربیت دی جانی چاہیے، جب کہ لڑکیوں کو گھر میں فرمانبرداری کرنے اور ایسی مہارتیں حاصل کرنے کی تربیت دی جانی چاہیے جو مستقبل کے شوہر کو پسند آئیں۔[19] اس طرح خواتین کے بارے میں لبرل نظریہ سازوں کے منفی موقف اور اس حوالے سے ان کی خاموشی کی وجہ سے تحریک نسواں کے ابھرنے کے عوامل میں مزید اضافہ ہوا۔[20]

فیمینزم کی تاریخ

اگرچہ پوری تاریخ میں خواتین کی حیثیت پر تنقید ہوتی رہی لیکن حقوق نسواں کی تحریکوں کا آغاز اور لفظ فیمینزم کا جدید معنی میں رائج ہونا انیسویں صدی کے اواخر سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس عرصے کے دوران، لفظ فیمینزم ابھرا اور مقبول ہوا، لیکن حقوق نسواں کی تحریک کا حقیقی آغاز انقلاب فرانس سے متصل سمجھا جاتا ہے۔[21] فرانسیسی انقلاب کے بعد میری وولسٹن کرافٹ نے فیمیزم کو متعارف کرایا۔ اور مردوں اور عورتوں کے درمیان صنفی، طبقاتی اور اندرونی فرق سے انکار کیا۔ اس نے ان اختلافات کو سماجی ماحول سے منسوب کیا۔[22] کچھ کا خیال ہے کہ فیمیزم کی تاریخ انسانی شعور کے آغاز سے ہے، اور کچھ اس کی ابتداء کو پندرھویں صدی، کوئی سترھویں

صدی اور کچھ اٹھارویں صدی کے اواخر کو جانتے ہیں۔[23]

حقوق نسواں کی تحریک کی تاریخ، اٹھارویں صدی کے اواخر تک جاتی نظر آتی ہے۔ کیونکہ میری وولسٹن کرافٹ نے اسی صدی میں 1792 میں کتاب "خواتین کے حقوق کی قانونی حیثیت" "The Legitimacy of Women's Rights" لکھی تھی اور اس کتاب کے لکھنے کے ساتھ ہی اس دور میں فیمینزم کو متعارف کرایا۔ اگر فیمینزم کی تاریخ کو لفظ نسواں کے ساتھ ہی تصور کیا جائے تو فیمینزم کی تاریخ اٹھارویں صدی کے اواخر سے شروع ہوتی ہے کیونکہ اٹھارویں صدی کے اواخر تک فیمینزم کا لفظ خواتین کی سماجی تحریک کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا، لیکن کچھ کا خیال ہے کہ مغرب میں خواتین کی تحریک کا آغاز لفظ فیمینزم کے مقبول ہونے سے پہلے ہوا۔[24]

ماہرین سماجیات نے فیمینزم کی تاریخ کو تین لہروں میں تقسیم کیا ہے۔ فیمینزم کو تین لہروں میں تقسیم کرنے کا محور اس کی تاریخی حیثیت ہے، کیونکہ ان تین لہروں میں سے ہر لہر ایک مخصوص تاریخی دور پر مشتمل ہے جس کی توضیح درج ذیل ہے:

پہلی لہر: اس تحریک کی پہلی لہر ایک ایسے وقت میں آئی جب امریکہ اور یورپ میں خواتین کی تحریکیں سرگرم تھیں۔ پہلی لہر کے ابھرنے میں غلامی کے خاتمے کی تحریک Slavery abolition movement نے اہم کردار ادا کیا۔ خواتین اس کی طرف راغب ہونے والے اولین گروہوں میں سے تھیں اور اس تحریک میں خواتین کی موجودگی نے حقوق نسواں کی تحریک کی تشکیل میں موثر کردار ادا کیا۔[25]

دوسری لہر: دوسری لہر کی اصطلاح خود پہلی لہر کے اختتام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔[26] انسانیت پسند فیمینزم (feminism Humanistic) نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔ سیمون ڈی بیوویر Simone de Beauvoir دوسری فیمنسٹ لہر کی رہنما ہیں کیونکہ سیمون ڈی بیوویر Simone de Beauvoir نے "جنس دوم The Second Sex" کتاب لکھ کر تحریک حقوق نسواں کے انتہا پسندانہ رویے کی بنیاد رکھی۔[27] ایک طرف، فمینزم کی دوسری لہر، شہری حقوق سے لے کر خواتین کی آزادی تک فمینزم کی پہلی لہر کی تاریخ کو سمیٹتی ہے۔[28] دوسری طرف خواتین کی آزادی کی تحریکوں کی دوسری لہر پہلی لہر سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ کیونکہ پہلی لہر میں سیاست اور معاشیات کے الفاظ کو سماجی، ذاتی اور خاندانی زندگی کے شعبوں میں سمجھا جاتا ہے۔ لیکن دوسری لہر کی تحریک نسواں نے ان الفاظ کو عام کیا۔ اس لیے انہوں نے تنہائی پر زور دیا اور شادی کی مذمت کی۔ خواتین کو بڑے پیمانے پر معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ دوسری لہر میں حقوق نسواں کا بنیادی نعرہ تمام سیاسی، ثقافتی، سماجی اور نفسیاتی شعبوں میں مرد اور عورت کی مکمل مساوات تھا۔ ان کا خیال تھا کہ خواتین کا غیر فعال کردار، مردانہ تسلط کا موجب بنتا ہے۔ یہیں سے خواتین نے پدرانہ نظام کے خلاف جدوجہد شروع

کی۔[29] حقوق نسواں کی دوسری لہر کا نظریاتی ڈھانچہ، اس کے مطالبات اور ترجیحات کی نوعیت، سیاسی نظام کی طرف سے دیئے گئے جوابات اور 1970 سے 1990 کی دہائی تک معاشرے کا رد عمل فیمینزم کی تیسری لہر کی پیدائش کے اہم عوامل ہیں۔[30]

تیسری لہر: فیمینزم کی تیسری لہر میں اس بات کو اصول کے طور پر قبول کیا گیا کہ خواتین کے خلاف تمام ظلم و ستم کی جڑ پدرانہ ثقافت کا وجود ہے۔ ان کا خیال ہے کہ پدرانہ نظام کی ثقافت دنیا پر حاوی ہے۔ اس لیے دنیا کی تشریح اور اسے دیکھنے کا انداز پدرانہ ثقافت کے غلبے سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ رویہ مختلف جہتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔[31] لہٰذا فیمینزم کی جدوجہد کا بنیادی ہدف پدرانہ نظام کی تمام جہتوں کو گہرائی سے سمجھ کر اس پر قابو پانا ہے۔ کیونکہ یہ نظام مردوں کو طاقت اور منافع دیتا ہے۔[32] پدرانہ کلچر سے نجات کے لئے دنیا کو نسوانی نقطہ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ دنیا کی تشریح نسوانی تشریح ہونی چاہیے اور رویہ نسوانی رویہ ہونا چاہیے۔ فیمینیسٹ مصنفین تحقیق کے شعبوں میں بھی نسوانی نقطہ نظر رکھتے ہیں جیسے کہ "فیمنسٹ علمیات"، "نسوانی اخلاقیات"، "فیمنسٹ سیاسی فلسفہ"، "فیمنسٹ تھیالوجی"۔[33]

فیمنیزم کے مختلف رجحانات

فیمینزم کے اہم رجحانات درج ذیل ہیں:

1. لبرل فیمینزم Liberal Feminism

لبرل از کے پیروکار تاریخی طور پر قدیم ترین فیمنسٹ گروپ رہے ہیں۔ دراصل، لبرل ازم کا نظریہ عمل کی آزادی، خود پسندی اور خود اطمینانی کی اصلیت پر یقین رکھتا ہے۔ لہٰذا اس نظریہ کے طرفداروں کے مطابق ماں اور بیوی کا کردار ہمیشہ انسانوں کی تسکین کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا خواتین کی موجودہ صورت حال کی اصلاح کے لئے سماجی اور سیاسی قوانین اور ڈھانچے کی اصلاح ضروری ہے۔[34]

2. مارکسسٹ فیمینزم Marxist Feminism.

کارل مارکس اور فریڈرِش اینگلز مارکسزم کے بانی ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ خواتین کے خلاف جبر اور امتیازی سلوک کی جڑیں نجی ملکیت میں ہیں۔ معاشروں میں پرائیویٹ املاک عورتوں کی اسیر ہونے کا باعث بنی، ذرائع پیداوار پر مردوں کی نجی ملکیت نے طبقاتی نظام کو جنم دیا اور سرمایہ دارانہ نظام کے طور پر ابھرا۔ عورتوں پر ظلم کا سرچشمہ خود سرمایہ دارانہ نظام ہے۔[35] جب تک خاندان کی جائیداد ہے، عورتوں کی آزادی ممکن نہیں، ان کی اسیری جاری رہے گی۔[36]

3. بنیاد پرست فیمینزم Radical Feminism

ان کے نزدیک خواتین پر جبر کا مقابلہ کرنا ایک سیاسی کام ہے۔ انہوں نے خواتین پر جبر کو انسانی معاشروں میں ظلم

کی سب سے بنیادی شکل قرار دیا۔ تمام امتیازات میں سے طبقاتی، نسلی، مذہبی اور نسلی امتیاز خواتین پر سب سے اہم ظلم ہے، جس کی وجہ ان کی جنس ہے۔ اور یہ تمام امتیازات پدرانہ نظام کی وجہ سے ہیں۔ وہ پدرانہ نظام کو خواتین پر ظلم کو جاری رکھنے کا اہم عنصر سمجھتے ہیں۔[37]

4. سماجی فیمینزم Social Feminism

سماجی تحریک حقوق نسواں کا رجحان 1970 کی دہائی میں مارکسزم اور بنیاد پرست فیمینزم کی غلطیوں سے بچنے کی وجہ سے سامنے آیا۔ سماجی فیمینزم Social feminism میں پدرانہ صنفی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام دونوں ہی خواتین کے جبر میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ اور پدرانہ نظام معاشرے میں خواتین کی محکومی کا سبب ہیں۔ عورت کی آزادی کے لئے معاشی نظام کی اصلاح کے ساتھ گھریلو محاذ پر بھی جدوجہد جاری رکھنی ہوگی۔[38]

5. پوسٹ ماڈرن فیمینزم Postmodern Feminism

سن ستر کی دہائی کے بعد، مابعد جدیدیت پسندی کے نظریات سے متاثر ہو کر پوسٹ ماڈرن فیمینزم سامنے آیا یہ انسانی فرق کے اصول پر زور دیتے ہیں۔ اس گروہ کے مطابق، کوئی مونث یا مردانہ کردار نہیں ہے۔ سماجی ڈھانچے لڑکیوں اور لڑکوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور سماجی ڈھانچے نے پوری تاریخ میں خواتین کو غلام بنایا ہے، اور اس سماجی ڈھانچے کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔[39]

6. اسلامی فیمینزم Islamic Feminism

اسلامی فیمینزم، اسلامی ممالک میں ایک نیا رجحان ہے۔ ان کا خیال ہے کہ حقوق نسواں کی ایک تشریح پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔ علاقائی حالات اور مختلف قوموں کی ثقافتی خصوصیات کی وجہ سے فیمینزم کا ایک ورژن پیش کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا ان کی کوشش ہے کہ فیمینزم کو اس طرح پیش کیا جائے جو مذہبی عقائد سے مطابقت بھی رکھتا ہو اور فیمینزم کے اصولوں پر بھی مبنی ہو۔ ان کا دعویٰ ہے کہ فیمینزم کی تعلیمات، اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اور اسلام کو فیمینزم کے نقطہ نظر سے پڑھا اور تشریح کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی فیمینزم پر بنیادی اعتراض یہ ہے کہ مغربی دنیا میں حقوق نسواں کی تحریک تمام رجحانات کے ساتھ، بنیادی طور پر معاشرے سے مذہبی اصولوں کو الگ کرنے کے نتیجے میں ابھری اگر اسلامی فیمینزم کا نظریہ اسلام کی تشریح کا باعث بنتا ہے تو مذہب کے ناقابل تردید اصولوں کو ترک کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا اسلامی فیمینزم کا لفظ مغربی تصور کو محفوظ رکھتے ہوئے ایک متضاد لفظ ہے۔[40]

فیمینزم کے عمومی اصول General principles of Feminism

ہر نظریہ کے کچھ اصول ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر نظریے استوار ہوتے ہیں۔ فیمینزم کی بھی دوسرے نظریات کی

طرح کچھ بنیادیں ہیں۔ فیمینزم کی بنیادوں کو ایک نظر میں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: الف) فیمینزم کے عمومی اصول۔ ب) مخصوص اصول۔ جہاں تک فیمینزم کے عام اصولوں کا تعلق ہے تو ان سے مراد وہ اصول ہیں جو تمام حقوق نسواں کے رجحانات میں موجود ہیں۔ یہ اصول درج ذیل ہیں:

1۔ انسان پسندی Humanism

مغربی ثقافت کا سب سے اہم عنصر "ہیومنزم" یا انسانی اصلیت اور انسان پسندی ہے۔ ہیومنزم کا مطلب ہے خدا کے بجائے انسان، جنت کے بجائے زمین اور آخرت کے بجائے دنیاوی زندگی کو محور قرار دینا۔[41] نشاۃ ثانیہ سے لے کر آج تک، فلسفیانہ اور سیاسی نظریات اور مکاتب فکر نے ہیومنزم پر توجہ مرکوز کی ہے۔ جدید مغربی فکر میں انسانیت پسندی سب سے اہم عنصر ہے۔

ہیومنزم ایک ایسا فلسفہ ہے جو انسانی قدر اور حیثیت کا احترام کرتا ہے، اور انسان کو ہر چیز کا پیمانہ بناتا ہے، اور انسان اور انسان کے مفادات کو اپنا موضوع بناتا ہے۔[42] ہیومنزم در حقیقت قرون وسطیٰ کی عیسائیت کی بدعت کے خلاف ایک انتہا پسند تحریک تھی۔ جب رومی سلطنت کی امنگیں کمزور پڑ گئیں اور لوگوں پر مایوسی چھا گئی تو عیسائیت نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور عیسائیوں نے خلوت اور منفی تقویٰ کی تبلیغ کی۔ ان کا ماننا تھا کہ انسان فطری طور پر گناہ گار ہے اور اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ فطرت اور مادی دنیا اور تمام مخلوقات برے ہیں۔ انسانی عقل و ارادہ پست فطرت کا اسیر ہے۔ اس لیے انسان کو بچانے کے لئے عقل اور ارادہ کوئی کردار ادا نہیں کر سکتے۔ ایک مطلق ماورائی ہستی پر یقین کرنے سے، انسان نجات کی امید کر سکتا ہے۔ یعنی انہوں نے حقیقی دنیا کو مافوق الفطرت تصور کیا۔[43] اس طرح مغربی انسان نے مادہ پرست یونانی اور رومن ورژن سے مایوس ہو کر عیسائیت میں پناہ لی، اور کلیسا نے انسان کی آزادی میں صرف جنت اور آخرت کا وعدہ کیا۔[44] چونکہ عیسائی ثقافت سیکولرازم اور مادیت مخالفت کا مرکب تھا، اس لیے نشاۃ ثانیہ کی آمد کے ساتھ ہی انسانی فطرت کی طرف لوٹنے اور مافوق الفطرت کو مسترد کرنے کا نعرہ لگایا گیا، عیسائی ثقافت پر حملہ کیا گیا۔ ہیومنزم کا نصب العین ہے کہ کامل بنیں اور صحت مند رہیں اور اس دنیا میں ترقی کے مواقع پیدا کریں حصول دنیا ان کی اولین ترجیح ہے۔[45]

انسانیت پسندوں نے عیسائی اخلاقیات کی شدید مخالفت کی۔ لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی تاکید کی۔ انہوں نے لامحدودیت سے انکار کیا۔ کریڈیمور میڈی جی Credimore Medi G کے حوالے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا:
"آپ لامحدود چیزوں کے لئے کوشش کرتے ہیں اور میں محدود چیزوں کے حصول کے درپے ہوں، آپ نے آسمان میں اپنی سیڑھی لگائی اور میں اسے زمین پر رکھ دیتا ہوں، تاکہ میں اتنی اونچائی پر نہ جاؤں جہاں کسی گڑھے میں گرنے کا خدشہ ہو"۔[46] اسی کے نتیجے میں انسانی فکر میں ہیڈونزم Hedonism غالب آگیا پینٹنگ اور

مجسمہ سازی میں زمینی محبت اور عریانیت کی ثقافت کو فروغ دے کر بالترتیب زندگی کے تمام شعبوں کو مات دے دی۔ ہیومنزم میں انسان اصل ہے، اس لیے تمام نظریاتی اور عملی نظریات، انسانی محور کے گرد گھومتے ہیں۔ انسانی دنیا میں انسان مکمل اور عظیم ہستی ہے۔ اس لیے تمام مخلوقات انسان کی خدمت میں ہیں لیکن انسان کسی ہستی کا بندہ نہیں ہے۔ انسان خود ابتدا اور خود ہی مقصد ہے۔[47]

اس سوچ کے مطابق انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو اپنی جبلت کی حدود میں جانور کی طرح کام کرتا ہے۔ انسان خواہشات کا اسیر ہے۔ انسان فطرت سے آگے نہیں جا سکتا۔ انسانیت پسندی میں انسان بنیادی طور پر خوش مزاج اور مفید ہے۔ ذاتی مفادات کے دائرہ کار میں معاملات کو آگے بڑھاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے مفادات کو دوسرے انسانوں کے مفادات سے متصادم دیکھتا ہے۔ انسان پرست انسان کو اپنے مفادات سے آگاہ سمجھتے ہیں۔ انسان پرستوں نے خدا کو انسانی زندگی سے خارج کر دیا۔ وہ انسان کو خدا کی جگہ پر رکھتے ہیں اور وہ انسان کو قانون ساز سمجھتا ہیں۔[48]

اس سوچ کے نتیجے میں ماورائی وجود کو قبول نہیں کیا گیا۔ انسان نے خدا کی جگہ لے لی۔ اور انسان ہی قانون سازی کا ذریعہ بن گیا۔ فمینزم نے اسی اصول کو مد نظر رکھا اور مادی دنیا کو ہی سب کچھ سمجھا۔ انسان کے کام اور امور کی بنیاد حصول لذت ہو گئی۔

اچھائی کے تصور کو ایسی چیز سمجھتے ہیں جو خوشگوار ہو، یعنی جو بھی چیز خوشگوار ہو وہ اچھی ہے۔ فطری حالت میں انسانی مرضی کسی ذمہ داری کے تابع نہیں ہے۔ انسان کی مرضی مطلق ہے اور کسی اصول اور معیار تک محدود نہیں ہے۔ اس طرح خدا اور مذہب کو منظر سے ہٹا دیا گیا۔ خدا کے بجائے انسان کا تعارف ہوا اور دین اور فرض کی جگہ لذت نے لے لی حقوق نسواں میں سب سے پہلے انسان کو خدا کی بجائے مرکز و محور قرار دیا گیا اور انسان کے دائرہ کار کا تعین مذہب سے نہیں ہوتا بلکہ انسانی توقعات سے ہوتا ہے کیونکہ انسان مذہب کے لئے نہیں بلکہ مذہب انسان کے لئے ہے اس طرح خدا اور مذہب کو منظر سے ہٹا دیا گیا۔ خدا کے بجائے انسان کا تعارف ہوا اور دین اور فرض کی جگہ لذت نے لے لی۔ یوں hedonism انسانی فکر کا ایک لازمی حصہ بن گیا۔ پہلے مرحلے میں انسان دوست سوچ نے زمینی محبت کو فروغ دیا اور عریانیت کے کلچر کے تسلط کا باعث بنی۔

2. سکولاریسم (Secularism)

لفظ سیکولرازم لاطینی لفظ۔ Secularis سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب ہے اجداد اور کائنات۔ سیکولرازم وہ ہے جو دنیا سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں دنیاوی معاملات کی اصلیت پر یقین شامل ہے۔

لفظ سیکولرازم اصطلاح میں مختلف معانی جیسے: "دین اور دنیا کی علیحدگی"، "غیر مقدس اور غیر روحانی"، "عقلیت" اور "سائنس ازم"، "مذہب کو سیاست سے الگ کرنا"، "مذہب کا انکار" اور "آخر کار انسان کی سماجی

زندگی سے مذہب کا اخراج" جیسے معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔[49]

سیکولرازم اور فیمینزم کے درمیان تعلق

انسانیت پرستی کا ایک نتیجہ مذہبی اقدار سے دوری ہے۔ ہیومنزم الوہیت سے تعلق کے بغیر اپنے آئیڈیل کی پیروی کرتا ہے۔ اس طرح یہ سوچ مذہب کو سماجی دائرے سے الگ کرنے کا باعث بنی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے عوامی دائرے کو مذہبی اور الٰہی اقدار کے دائرے سے الگ کرنے کی خواہش کو دیکھا۔[50] جب مغرب میں مذہب اور مذہبی اقدار کو چھوڑ دیا گیا۔ مذہبی اصولوں اور اقدار کو چھوڑ کر انہوں نے سماجی تعلقات میں مذہب کی جگہ مناسب فلسفہ اور نظریہ رکھنے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ سے مغرب میں مختلف نظریات اور مکاتب فکر نے جنم لیا جن میں فیمنزم کی فکر بھی شامل ہے۔

3. برابری اور مساوات (equality)

مساوات فیمنزم کے عمومی اصولوں میں سے ایک ہے۔ فیمنزم کے رجحانات میں یہ موجود ہے۔ باوجود اختلافات کے فیمنزم کے تمام رجحانات کی جدوجہد خواتین کے لئے مساوی حقوق کا دفاع کرنا ہے۔ درحقیقت مساوات ہیومنزم اور سیکولرازم کا ایک مظہر ہے۔ جو فیمنزم کی بحث سے جڑی ہوا ہے۔ ہیومنزم اور سیکولرازم نے مساوات اور آزادی سمیت بہت سے نئے نظریات کو جنم دیا۔ لفظ "مساوات" یا مساوی، ہر ایک سے مراد اشیاء کے دو گروہوں، لوگوں، یا۔۔۔کے درمیان دو طرفہ تعلق ہے۔ ایک یا زیادہ مخصوص خصوصیات رکھنے کے لحاظ سے برابر معیار کا ہونا مساوات کو "یکسانیت" (sameness) سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ اور مساوات کو "یکسانیت" قرار نہیں دیا جاسکتا۔[51]

فیمینزم میں اخلاقی مساوات پیش نظر ہے اخلاقی مساوات وہ آئیڈیل ہے جو عام انسانی فطرت کی بنیاد پر تمام انسانوں کے لئے ایک قسم کے فطری اور ناقابل تنسیخ حقوق کا سبب بنتی ہے۔ یہ مساوات فیمنسٹ رجحانات میں واضح طور پر نظر آتی ہے، خاص طور پر فیمینزم کی پہلی لہر کے نظریات میں۔ لبرل فیمینزم نے خواتین کو عوامی میدان میں مردوں کے برابر ہونے کا مطالبہ کیا۔[52]

اسی اخلاقی مساوات کا مطالبہ مارکسیسی اور سوشلسٹ فیمینزم نے مختلف انداز میں کیا۔ فطری حقوق پر مبنی فیمنیسٹی رجحانات نہ صرف خواتین کی مردوں کے ساتھ برابری کا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ تمام سماجی طبقات کی برابری کا مطالبہ کرتے ہیں اور تمام معاشی طبقات اور سرمایہ داری کو ختم کرکے معاشرے میں مکمل مساوات قائم کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔[53]

اور بنیاد پرست فیمینزم Radical feminist میں، مساوات پر بحث نہیں کرتے۔ کیونکہ اس رجحان میں

مساوات پر بحث کرنے کالازمہ مرد اور عورت کے فرق کی بحث ہے۔ مساوات کا مسئلہ مرد اور عورت کے درمیان فرق کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اس دور میں، مردوں کو انسانی معاشروں میں برائی کا مجسم تصور کیا جاتا ہے۔[54] اسی وجہ سے مردوں کو ظالم کہا جاتا ہے۔ لبرل ازم کے مکتب میں بھی لبرل مساوات مبہم ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ "مساوات کے نعرے کا ابہام ایسا ہے کہ اس نے پوری تحریک حقوق نسواں کو مبہم بنادیا ہے"۔[55]

لبرل فیمنسٹ خواتین کو عوامی میدان میں مساوی ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں، لیکن، بنیاد پرست فیمینزم کا مقصد خواتین کی سرکاری اور نجی شعبوں میں مردوں سے آگے نکلنا ہے۔[56] آج فیمینزم کی سوچ نہ صرف عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق کا مطالبہ کرتی ہے بلکہ اس سوچ کے تقاضے برابری سے بڑھ کر ہیں۔ وہ تمام حقایق کو جنسیت کی عینک سے دیکھنا چاہتے ہیں۔[57]

فیمینزم کی خصوصی بنیادیں۔ Special Foundations of Feminism

فیمینزم کے مخصوص اصول عموماً وہ اصول ہوتے ہیں جو فیمینیسٹی رجحانات میں سے ایک خاص رجحان سے منسوب ہوتے ہیں۔ فیمنسٹی رجحانات کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک رجحان درحقیقت فکری اور فلسفیانہ مکاتب سے متاثر ہوتا ہے۔ اور یہ ان مکاتب فکر سے متاثر ہے، للذا حقوق نسواں کے رجحانات نے انہی مکاتب فکر کے نام پر اپنا نام رکھا ہے۔ اس تناظر میں، "لبرل فیمینزم" کی فکری بنیاد کے طور پر "لبرل ازم"، اور "مارکسسٹ فیمینزم" کی نظریاتی بنیاد کے طور پر "مارکسزم" اور "سوشلزم" کو "سوشل فیمینزم" کی فکری بنیاد کے طور پر اور "پوسٹ ماڈرن ازم" یہ "پوسٹ ماڈرن فیمینزم" کی فکری بنیاد کے طور پر جانا جاتا ہے۔

نتیجہ گیری

فیمینزم کی تحریک کو عصر حاضر کی اہم ترین تحریکوں میں سے ایک قرار دیا جا سکتا ہے جو خواتین کے حقوق کے حصول کے لئے ابھری ہے اور خواتین کے بارے امتیازی سلوک کے خاتمے کا مطالبہ کرتی ہے۔ حقوق نسواں کی تحریک درحقیقت، فیمنسٹی فکر اور نظریے کے احیاء کے درپے ہے۔ اور فیمنسٹی فکر اور نظریہ اپنی نظریاتی بنیادوں سے ماخوذ ہے۔ ہیومنزم، لبرل ازم، مارکسزم اور مابعد جدیدیت کو فمینزم کی نظریاتی بنیادوں کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ فمینزم کا دعویٰ ہے کہ پوری تاریخ میں خواتین پر ظلم ہوا ہے اور ان کے حقوق پامال ہوئے ہیں۔ اس لیے خواتین کو زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے برابر ہونا چاہیے۔ فمینزم کے نعرے میں دراصل ایک سوال ہے: کوئی مکتب فکر خواتین کے حقوق کا دعویٰ نہیں کرتا، اور صرف فمینزم خواتین کے حقوق کا دعویٰ کرتا فیمینزم کی بنیادوں پر غور کرنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے فمینزم جن بنیادوں پر خواتین کے حقوق کا دعویٰ کرتا ہے وہ اصول عورت کی بحیثیت انسان

عزت سے ہماہنگ نہیں ہیں اور مسلم ممالک میں فیمینزم، اسلامی تعلیمات پر حملہ کرتا ہے اور اسلامی قانون کو امتیازی تصور کرتا ہے۔

*****

References

1. Muhammad Raza, Batani, *Farang Mahsir* (Tehran, Nasher Wahad Pasrohash Farang Mahsir, 1381 SH), 597.

محمد رضا، باطنی، فرہنگ معاصر (تہران، نشر واحد پژوہش فرہنگ معاصر، 1381)، 597۔

2. Rick, Wilford, *Feminism*, "Mokadma Baridhiwlosi hai Siasi" Tarjma: Quaid, M., Bolteen Marjhe Feminism 4 (Tehran, Madirat Mutalihat Islami wa Markiz Mutalihat Farangi bahan Al-mulli Al-Hadah, nd.), 30.

ریک، ویلفورد، فمینیسم، «مقدمہ بر ایدئولوژی ہای سیاسی» ترجمہ: قائد، م، بولتن مرجع فمینیسم 4 (تہران، مدیریت مطالعات اسلامی و مرکز مطالعات فرہنگی بین المللی الہدی، سن ندارد)، 30۔

3. Molirakin, Suzanne, *Zan az Dedgha Falsfa Siasi Gharb*, Tarjma: Nourizadeh (Tehran, Intasharat Qaseed Isra, nd.), 18, 23.

مولیر اکین، سوزان، زن از دیدگاہ فلسفہ سیاسی غرب، ترجمہ: نوری زادہ (تہران، انتشارات قصید اسرا، سن ندارد)، 18،23۔

4. Ashpsil Fogal, *Tamadan Maghreb Zameen*, Tarjma: Arya, Muhammad Hussain, Vol. 1 (Tehran, Intasharat Amir Kabir, 1380 SH) 136.

اشپسیل فوگل، تمدن مغرب زمین، ترجمہ: آریا، محمد حسین، ج1 (تہران، انتشارات امیر کبیر، 1380) 136۔

5.Ibid, 200.

ایضاً، 200۔

6. Wale, Durant, James, William, *Tarikh Tamadan*, Tarjma: Tehri, Abu-al Qasim, Vol. 13 (nd., Intasharat Ilmi wa Farangi, 1376 SH), 482, 483.

ویل، دورانت، جیمز، ویلیام، تاریخ تمدن، ترجمہ: طاہری، ابوالقاسم، ج13 (شہر ندارد، انتشارات علمی و فرہنگی، 1376)، 482،483۔

7. Wale Durant, *Tarikh Tamadan*, Ch. 5, Vol. 6, 614.

ویل دورانت، تاریخ تمدن، چ5، ج6، 614۔

8. Ibid, Vol. 5, 66.

ایضاً، ج5، 66۔

9. Ibid, 275.

ایضاً، 275۔

10. Ibid, Tarjma: Alama Tabatabai, Zia ul deen, Vol. 10, 989.

ایضاً، ترجمہ: علامی طباطبائی، ضیاء الدین، ج10، 989۔

11. Andra, Michel, *Hanbash Ijtamai Ranan*, Tarjma: Zanjani, Huma, Ch. II (Iran. No publisher, 1378 SH), 57.

آندرہ، میشل، *جنبش اجتماعی زنان*، ترجمہ: زنجانی، ہما، چ دوم (ایران، ناشر ندارد، 1378)، 57۔

12. Geri, Banawat, *Rananan az Deed Mardan*, Tarjma: Poinda, Muhammad Jafar, Ch. I (nd., Intasharat Jami, 1377 SH), 51.

گری، بنوات، *زنان از دید مردان*، ترجمہ: پوئیندہ، محمد جعفر، چ اول (شہر ندارد، انتشارات جامی، 1377)، 51۔

13. Mushirzadeh, Humira, Arjanbash ta Nazaria Ijtamai, *Tarikh do Qurn Feminism* (Tehran, Nashir Poshrohash Shiraza, 1381 SH), 11 ,12.

مشیر زادہ، حمیرا، *از جنبش تا نظریہ اجتماعی، تاریخ دو قرن فمینیسم* (تہران، نشر پژوہش شیرازہ، 1381)، 11و12۔

14. Hadi Vakili, *Islam wa Feminism*, Ch. 1, Vol. 1 (Tehran, Posro Hashkadah Farang wa Mahrif, 1381 SH), 239.

ہادی وکیلی، *اسلام و فمینیسم*، چ اول، ج1 (تہران، پژوہشکدہ فرہنگ و معارف، 1381)، 239۔

15. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, Vol. 1, 426.

بیات، عبدالرسول، *فرہنگ واژہ ہا*، ج1، ص426۔

16. Hadi Vakili, *Islam wa Feminism*, Vol. 1, 241.

ہادی وکیلی، *اسلام و فمینیسم*، ج1، ص241۔

17. Ibid, 243.

ایضاً، 243۔

18. R.K: Banwaat, Gari, *Zanan az Deed Mardan*, Pashen, 19.

ر.ک: بنوات، گری، *زنان از دید مردان*، پیشین، 19۔

19. Rousseau, Jean-Jacques, Amile, *Ahmorash wa Parwarsh*, Tarjma: Ghulam Hussain Zirakzadeh, Ch. 5 (nc., Sahami Chehar, 1345 SH), 244-245.

روسو، ژان ژاک، امیل، *آموزش و پرورش*، ترجمہ غلام حسین زیرک زادہ، چ5 (ایران، سہامی چہر، 1345)، 244۔245۔

20. Hadi Vakili, *Islam wa Feminism*, 248.

ہادی وکیلی، *اسلام و فمینیسم*، 248۔

21. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, 426.

بیات، عبدالرسول، *فرہنگ واژہ ہا*، 426۔

22. Zebaynejad, Muhammad Raza, Subhani, Muhammad Raza wa Muhammad Taqi, *Darhamdi Bar Nizaam Shakhsiat Zan Dar Islam*, Ch. I (Qum, Dafter Motaliat wa Tehqiqaat Zananan, 1379 SH), 94.

زیبائی نژاد، محمد رضا، سبحانی، محمد رضا و محمد تقی، درآمدی بر نظام شخصیت زن در اسلام، چ اول (قم، دفتر مطالعات و تحقیقات زنان، 1379)، 94۔

23. Andrew, Vincent, *Audlouwsihai Madran Siasi*, Tarjma: Saqib Far, Murtaza (Tehran, Qaqnos, 1378 SH), 225.

آندرو، وینسینت، ایدئولوژیہای مدرن سیاسی، ترجمہ: ثاقب فر، مرتضی (تہران، ققنوس، 1378)، 225۔

24. Jain, Farid Man, *Feminism*, Tarjma: Mohajer, Firozha (Tehran, Ashyan, 1381 SH), 6.

جین، فرید من، فمینیسم، ترجمہ: مہاجر، فیروزہ (تہران، آشیان، 1381)، 6۔

25. Mushirzadeh, Humira, *Az-Junbish ta Nazria Ajtamai*, 52.

مشیر زادہ، حمیرا، از جنبش تا نظریہ اجتماعی، 52۔

26. Maggi, Ham, *Feminist Nazria High Feminisaq*, tarjma: Mohajer, Feroze wa Degran, 391.

مگی، ہام، فرہنگ نظریہ ہای فمینیستی، ترجمہ: مہاجر، فیروز و دیگران، 391۔

27. Maggi, Hamm, Sarah Gumbel, *Farhang Nazreh Hai Feministi*, Tarjma: Feroze Muhajar Va digaran, Ch. 1 (Tehran, Tehsan, 1382 SH), 391.

مگی، ہام، سارا گمبل، فرہنگ نظریہ ہای فمینیستی، ترجمہ فیروز مہاجر و دیگران، چ اول (تہران، توسعہ، 1382)، 391۔

28 . Ibid, 391.

ایضاً، 391۔

29. Ibid.

ایضاً۔

30. Mushirzadeh, Humira, *Az-Junbish ta Nazria Ajtamai Tarikh do Qurn Feminism*, 392.

مشیر زادہ، حمیرا، از جنبش تا نظریہ اجتماعی تاریخ دو قرن فمینیسم، 392۔

31. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, 429.

بیات، عبدالرسول، فرہنگ واژہ ہا، 429۔

32. Andra, Michel, *Junbish Ajtamai Zanan*, tarjma: Ranjanizadeh, Huma, Ch. II (nc., Nashrnika, 1377 SH), 140-143.

آندرہ، میشل، جنبش اجتماعی زنان، ترجمہ: رنجانی زادہ، ہما، چ دوم (شہر ندارد، نشرنیکا، 1377)، 140-143۔

33. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, 429.

بیات، عبدالرسول، فرہنگ واژہ ہا، 429۔

34. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, 230.

بیات، عبدالرسول، فرہنگ واژہ ہا، سابقہ، 230۔

35. Allison, Jigar, "*Chahar Talqi az Feminism*", Quarterly Zanan, Vol. no, Issue 28, (nd.): 51.

آلیسون، جگر، "چہار تلقی از فمینیسم"، مجلّہ زنان، جلد ندارد، شمارہ 28، (سن ندارد): 51۔

36. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, 430.

بیات، عبدالرسول، فرہنگ واژہ ہا، 430۔

37. Mushirzadeh, Humira, *Az-Junbish ta Nazria Ajtamai*, 272, 273.

مشیر زادہ، حمیرا، از جنبش تا نظریہ اجتماعی، 272، 273۔

38. Masooma, Mousavi, *Nazicha Mukhtaser Takween Nazira High Feminisaq*, *Kitab Tosaha*, Issue 9, 120; Mackenzie, Pan wa Degran, Muqadma Braidio lowsi highe Siasi, Tarjma: Qaid, m, 346.

معصومہ، موسوی، تاریخچہ مختصر تکوین نظریہ ہای فمینیستی، کتاب توسعہ ش 9، ص 120؛ مکنزی، وپان، مقدمہ بر

ایدئولوژی ہای سیاسی، ترجمہ: قائد، م، 374۔

39. Quarterly Marfat, Vol. no, Issue 67, (nd.): 35.

مجلّہ معرفت، جلد ندارد، شمارہ 67، (سن ندارد): 35۔

40. Bayat, Abd al-Rasoul, *Farhang wa Asahah*, 433.

بیات، عبدالرسول، فرہنگ واژہ ہا، 433.

41. Muhammad Taqi, Misbah Yazdi, *Nazaria Siasi Islam*, Vol.1 (Qum, Mowasah Ahmorashi wa Parwarshi Imam Khomeini (RA), 1378 SH), 170.

محمد تقی، مصباح یزدی، نظریہ سیاسی اسلام، ج1 (قم، مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی (رہ)، 1378)، 170۔

42. Abdullah, Javadi Amli, *Nisbet Din Wa donia*, Ch II, (nc., Markaz Nasher Israa, 1381 SH), 54.

عبداللہ، جوادی آملی، نسبت دین ودنیا، چ دوم، (شہر ندارد، مرکز نشر اسراء، 1381)، 54۔

43. Muhammad Taqi Muhammad Raza Subhani, Zebaynejad, *Darahmdi br Nizaam Shakhsiat ran dar Islam*, 19.

محمد تقی محمد رضا سبحانی، زیبای نژاد، درآمدی بر نظام شخصیت زن در اسلام، 19۔

44 . Ibid.

ایضاً۔

45. Randall, Herman, *Seer tul-Kamal Aqal Nawain*, tarjma: Payandah, Abul Qasim, Ch. II, Vol. 2 (Tehran, Antasharat Ilmi Frangi, 1386 SH), 135.

رندال، ہرمن، سیر تکامل عقل نوین، ترجمہ: پایندہ، ابوالقاسم، چ دوم، ج2 (تہران، انتشارات علمی فرہنگی، 1386)، 135۔

46 .Ibid.

ایضاً۔

47. Gunun, Rana, *Buhran Duniai Matjadad*, tarjma: Dashiri, Zia-ud-Din, Ch II (nc., Antasharat Amir Kabir, 1372 SH), 9.

گنون، رنہ، بحران دنیای متحدد، ترجمہ، دہشیری، ضیاء الدین، چ دوم (شہر ندارد، انتشارات امیر کبیر، 1372)، 9۔

48.Ibid, 68.

ایضاً،68۔

49. Syed Muhammad, Naqeeb Anatas, *Islam wa Duniai Gri*, tarjma: Muhammad Aram (Tehran, Danishgah, 1374 SH), 15.

سید محمد، نقیب انعطاس، اسلام و دنیوی گری، ترجمہ محمد آرام (تہران، دانشگاہ، 1374)، 15۔

50. Ibid, 135.

ایضاً،135۔

51 . Gosepath 2001 www.plato.stanford.edu-

52. George, Ritzer, *Jamia Shanasi dr Douran Mahsir*, tarjma: Salasi, Mohsin (Tehran, Ilmi wa Frangi, nd.), 474-475.

جرج، ریتزر، جامعہ شناسی در دوران معاصر، ترجمہ: ثلاثی، محسن (تہران، علمی و فرہنگی، سن ندارد)، 474-475۔

53. Ibid, 475.

ایضاً، 475۔

54. Mushirzadeh, Humira, *Az-Junbish ta Nazria Ajtamai*, 272, 273.

مشیر زادہ، حمیرا، از جنبیست تا نظریہ اجتماعی، 375۔

55. Bashiriyah, Hussain, *Nazaria High Frangi dr Feminism, Nazaria Frang dr Qurn Bistm*, Ch. I (Iran, Masisseh Farhangi Ayandah Powan, 1379 SH), np.

بشیریہ، حسین، نظریہ ہای فرہنگی در فمینیسم، نظریہ ہای فرہنگ در قرن بیستم، (ایران، مؤسسہ فرہنگی آیندہ پویان، 1379)، صفحہ ندارد۔

56. Ibid, 279.

ایضاً، 279۔

57. Ibid.

ایضاً۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کی روشنی میں مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل

The Mentor Teachers Efficiencies Model
(In the light of Hazrat Musa & Khazir's[A.S] Event)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muhammad Kumail Badami,
Ph.D. (Education) Research Scholar, Mustafa International University, Qum.
E-mail: kumail.badami18@gmail.com

Abstract:
The purpose of this paper is to explore a modal of teachers training so that the selection of the qualified mentor teachers may be possible. The article also aims at demonstration of how teachers can increase their capacity in the right direction.

So, descriptive and inferential methods have been used in this paper following the event of Hazrat Musa (a.s) and Hazrat Khidr (a.s) in Holy Quran. In this event, the Qur'an has listed three essential characteristics of a teacher, namely: Subservience, Broad mind (*Sharh al-Sadr*) and specific knowledge. Then three characteristics of worship are described as: Submission, Thankfulness and the Worship. Each characteristic is described in details. As the worship depends upon these three characteristics, it has been given more attention.

Based on this research of mentor teachers, mentor teachers can focus on their skills and at the same time the educational institution and teachers can make it possible to select mentor teachers based on the right criteria.

Keywords: Mentor, Teachers, Training, Modal, Musa, Khazir (a.s)

خلاصہ

اس تحریر کا مقصد تربیت اساتذہ کا ایک ایسا ماڈل دریافت کرنا ہے جس کی بنیاد پر درست مربی اساتذہ کا انتخاب ممکن ہو اور مربی اساتذہ اپنی صلاحیت میں صحیح سمت میں اضافہ کر سکیں۔ اس مقالہ میں روش توصیفی اور استنباطی سے استفادہ کیا ہے۔ اس مقالہ میں مرکزی توجہ حضرت موسیٰؑ اور خضر کے واقعہ پر دی گئی ہے جس میں قرآن نے مربی اساتذہ کی خصوصیات کو تین ارکان میں شمار کیا ہے: عبودیت، شرح صدر اور خاص علم۔ پھر عبودیت کی تین خصوصیات بیان کی ہیں: مملوکیت، شکر گزاری اور نماز گزاری۔ اس مقالہ میں ان خصوصیات کو فرداً فرداً اجاگر کیا گیا ہے۔ اس تحقیق کی بنا پر مربی اساتذہ اپنی صلاحیتوں پر خصوصی توجہ دے سکتے ہیں اور ساتھ ہی تعلیمی ادارہ اور اساتذہ بھی درست معیارات پر مربی اساتذہ کا انتخاب ممکن بنا سکتے ہیں۔

کلیدی کلمات: مربی، اساتذہ، تربیت، موسیٰ، خضر، ماڈل۔

موضوع کا تعارف اور بنیادی اصطلاحات کی تعریف

1. 'تعلیم' سے مراد تعلیم و تربیت دونوں معنوں میں مستعمل ہیں۔
2. 'مربی اساتذہ' سے مراد وہ تعلیمی عمل ہے جس میں تربیت اساتذہ کے لئے تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دے۔
3. 'اساتذہ' سے مراد وہ شاگرد ہیں جو مربی اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔
4. 'تربیت اساتذہ' سے مراد تعلیمی عمل ہے جو خصوصاً اساتذہ کے لئے فراہم کیا جاتا ہے۔

محدودیت

اس مقالہ کی دو محدودیت ہیں:

۱۔ تربیت اساتذہ کا ماڈل صرف موسیٰ و خضرؑ کے واقعہ کے ذیل میں جو آیات ہیں اس کی روشنی میں تشکیل کیا گیا ہے۔

۲۔ اس مقالہ میں صرف تحلیلی توصیفی و استنباطی روش سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مسئلہ

آج تعلیمی اداروں کا سب سے بڑا مسئلہ غیر معیاری استاد ہے۔ تعلیمی ادارے کی کوشش ہوتی ہے کہ قابل سے قابل استاد کا انتخاب کریں اور اپنے بنائے ہوئے معیارات کی بنا پر۔ چاہیے وہ معیارات علمی ہو یا غیر علمی مکتوب شکل میں ہوں یا غیر مکتوبی، تعلیمی ادارے مختلف زاویوں سے استاد کا امتحان لیتے ہیں یا دوسروں کی رائے پر۔ جب ہم اپنے بنائے ہوئے معیارات کی بنا پر استاد کا انتخاب کرتے ہیں پھر ساتھ خواہش بھی کرتے ہیں کہ وہ اساتذہ کی علمی اور غیر علمی تعلیم و تربیت کرے جو ایک غیر حقیقی توقع ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ بری مشکل مربی اساتذہ کی

ہے جس کا کام اساتذہ کی تربیت کرنا ہے۔ اگر مربی اساتذہ کا انتخاب درست معیارات پر ہو تو اساتذہ کے نادرست انتخاب میں بہتری آنے کی قوی امکانات ہیں۔ حتی اگر اساتذہ کا انتخاب درست معیارات پر بھی ہو تو ایسے مربی اساتذہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی استعداد کی شناخت پر اس کی تعلیم وتربیت کرے۔
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آج کل مربی اساتذہ بھی مطلوب خصوصیات کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو کیسا ہونا چاہیے؟ یعنی ایک مربی اساتذہ بھی ناآشنا ہوتا ہے کہ اس کی خصوصیات کیا ہونی چاہی کہ وہ اساتذہ کی مطلوب تعلیم فراہم کرسکے۔ معاشرہ جس ڈگر پر چل رہا ہوتا ہے وہ بھی اسی پر چل نکلتا ہے جب کہ مربی اساتذہ کی ذمہ داری معاشرے کی علمی اور عملی بنیادی رکھنی تھی۔ اپنی آپ کو ایسے حال کے لئے معاشرے تیار کرتا ہے جب کہ اس کو مستقبل کے معاشرے کے لئے تیار کرنا چاہیے تھا۔

فائدہ

مولف کی کوشش ہے کہ اس مقالہ سے نظام تعلیم وتربیت علمی اور عملی ضرورت پوری کی جاسکے۔ اس مقالہ سے تین گروہ مستفید ہو سکتے ہیں، ا۔ مربی اساتذہ، ۲۔ تعلیمی ادارے اور ۳۔ اساتذہ۔
اس مقالہ کی بدولت مربی اساتذہ استفادہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی رشد کے لئے کن خصوصیات کی ضرورت ہے اور وہ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ دوسری طرف تعلیمی اداروں اور اساتذہ کو درست مربی اساتذہ کے انتخاب کے لئے یہ تحقیق مفید ثابت ہو گی انشاء اللہ۔

تحقیق کا طریقہ کار

اس مقالہ میں توصیفی اور استنباطی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ اس تحقیق میں قرآن کی آیات کو دوسری آیات کی روشنی میں بروکار لایا گیا ہے البتہ روایات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے لیکن اس حد تک کہ قرآنی مفہوم کی تشریح میسر ہوسکے۔

مقدمہ

اسلامی نظام تعلیم و تربیت میں استاد ایک پروفیشنل کی حیثیت سے نہیں کام کرتا جو معاشرے کی مختلف شغلوں careers میں سے ایک شغل ہے بلکہ وہ ایک الہی فریضہ؛ هُوَالَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (2:62) ترجمہ: "جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا۔ جس کو انجام دینے کی عظیم ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتا ہے۔ نظام تعلیم وتربیت میں استاد اہم خصوصی اہمیت کا حامل ہے لیکن جدید افکار جیسے مابعد جدیدیت modernism کے مکتب school of thought کے آنے کے بعد استاد کا وہ مقام نہیں رہا۔ حتی جدیدیت modernism کے مکتب میں استاد کا پھر بھی ایک خاص مقام کا حامل تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

جدیدیت اس نظریہ کا قائل تھا کہ کائنات میں حقیقت وجود رکھتی ہے (اور اس حقیقت صرف سائنس کے ذریعہ ہی کشف کر سکتے ہیں) اور استاد شاگردوں کو اس حقیقت کو سمجھانے اور اس تک پہنچانے میں مدد کرتا ہے لیکن چونکہ مابعد جدیدیت سرے سے دنیا میں کسی ثابت حقیقت کے وجود کا قائل ہی نہیں ہے (وینٹر، ۲۰۰۳) لہٰذا، انسان حقیقت خود بناتا ہے اس بنا بر نظریہ نسبیّت استاد کو فقط ایک معاون facilitator کی سی اہمیت دیتا ہے تاکہ شاگرد خود اپنے معاشرے سے حقیقت کو ایجاد میں لانے کے لئے مدد کر سکے۔

جبکہ قرآن کی نگاہ میں استاد کا عنوان ایک معاون نہیں کہ جو شاگرد کی فقط معاونت کرے تاکہ وہ حقیقت کو ایجاد کرے بلکہ استاد کا ان حقائق جو دنیا میں موجود ہیں ان کو شاگرد کے لئے عملی طور پر زندگی کے حوادث کی روشنی میں شاگرد تک پہنچانا ہوتا ہے جیسے کہ واقع موسیٰ و خضرؑ میں دیکھنے میں آتا ہے۔ کیونکہ قرآن کی نگاہ میں زمین اور آسمانوں؛ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ بِالحَق (19:14) کی خلقت حق بر مبنی ہے بلکہ تمام مخلوقات؛ مَا خَلَقَ اللهُ ذَالِكَ إِلَّا بِالْحَق (10:5) کو کسی استثناء کے سوائے حق کے کسی اور بنیاد پر خلق کیا ہی نہیں ہے یعنی کائنات میں ایک نظم اور حکمت پر تخلیق کیا ہے[1]۔ حق کی ضد باطل ہے[2] اس سے ہمیں سمجھ آتا ہے کہ مابعد جدیدیت کی بنیاد پر نسبیت پر ہے جو کہ باطل ہے جبکہ سورہ ابراہیم کی ۱۹ آیت کے آغاز میں "الم تر" کا سوال قاطعی اور حتمی ہونے[3] کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

اس حقیقت کو قرآن نے جسے حق سے تعبیر کیا ہے اللہ نے اس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے رسول بھیجے ہیں اور بعثت رسول خدا ﷺ کا ہدف تلاوتِ آیات، تزکیہِ نفس اور تعلیمِ کتاب و حکمت ہے؛ يَتْلُواْ عَلَيهِمْ ءَايَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الحِكْمَة (62:2)۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انبیاء غیر خدا کے ذریعہ بھی کسب علم کرتے ہیں یا نہیں؟ جواب مثبت ہے جیسے کہ موسیٰ ع اور خضرؑ کے واقع میں ہوا۔

حضرت موسیٰ و خضرؑ کے واقعہ کو مختلف زاویہ یہ تحلیل کیا گیا ہے مثلاً تربیتی[4] اور عرفانی[5]۔ اس مقالہ میں مولف کا ہدف اس واقعہ کو تربیتی نگاہ سے تحلیل کرنا ہے۔ عام طور پر اس موضوع کو جب تربیتی نگاہ سے لکھا جاتا ہے تو اس کو استاد شاگردی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس میں آداب شاگردی[6] پر قلم اٹھایا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں ہم تربیتی نگاہ کے ذیل میں تربیت کے ایک خاص شعبہ تربیت اساتذہ کو مورد بحث قرار دیا ہے۔

مولف نے اس واقعہ کو تربیت اساتذہ کے عنوان سے تحلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر دیکھا جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک صاحب شریعت اولوالعزم پیغبر ہیں لیکن وہ جناب خضرؑ کے سامنے علم سیکھنے کے لئے طویل سفر طے کرتے ہیں جن کے پاس خدا کی طرف سے خاص علم مِن لَّدُنَّا عِلْمًا (18: 65) حاصل ہے۔ یہاں

حضرت موسیٰ ع ایک استاد کی حیثیت سے ایک مربی اساتذہ جناب خضر ع کے پاس آتے ہیں۔اس نگاہ سے اس واقعہ کی تحلیل کرنے سے ہم اس آیت کے سامنے ایک تحقیقی سوال پیش کر سکتے ہیں۔

اس واقع کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ ع جب اپنے ساتھی کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں جہاں مچھلی کباب بن گئی تھی اور پھر زندہ ہو کر دریا میں اپنا راستہ بنا کر تیرتی ہوئی چلی گئی اسی جگہ حضرت خضر علیہ السّلام کی ملاقات ہوتی ہے[7]۔اس کے فورا بعد قرآن سورہ کہف آیت ۶۵ میں خضر علیہ السلام کی خصوصیت کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے: "فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاءَاتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" ترجمہ: "تو اس جگہ پر ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے خاص علم میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی"۔(65:18)

اس تحقیق کی توجہ اس مذکورہ آیت مجیدہ پر مرکوز کرکے انجام دی گئی ہے جس میں حضرت خضر ع کی خصوصیت کو بیان کیا گیا ہے۔اس آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل تین خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے: ۱۔عَبْدًا ، ۲۔ دلَّدُنَّا، ۳۔ عِلْمًا۔ مذکور بالا خصوصیات کی نظر میں مندرجہ ذیل بنیادی سوالات تشکیل پا سکتے ہیں۔

بنیادی سوالات

اس تحقیق زیر نظر ایک بنیادی سوال ہے اور ایک ذیلی سوال ہے

1. مربی اساتذہ کو کن خصوصیت کا حامل ہونا چاہئیے؟
2. مربی اساتذہ کی ذیلی خصوصیات کون سی ہیں، ان کی تعریف اور یہ کیسے حاصل ہوتی ہے؟

۱۔ عبودیت

پہلی آیت جس میں جناب موسیٰ اور خضر ع کی ملاقات ہوئی وہ مندرجہ زیل تھی:

"فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاءَاتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" (65:18) ترجمہ: "تو اس جگہ پر ہمارے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عطا کی تھی اور اپنے خاص علم میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی۔"

اس آیت میں جس پہلی خصوصیت کو بیان فرمایا ہے وہ ہے عبودیت کی۔یعنی مربی اساتذہ کو عبودیت کے مقام پر فائز ہونا چاہیے "عَبْداً مِنْ عِبادِنا" (65:18) بلکہ مربی اساتذہ کا سب سے برا افتخار خدا کی بندگی ہونا چاہئے[8]۔ قرآن نے اس خصوصیت کو افتخار کے طور پر متعارف کرایا ہے "لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْداً لِلَّه (176:4) ترجمہ: "بلکہ واحد عنوان خضر کو مربی اساتذہ کی حیثیت سے دیا ہے وہ "عَبْداً" ہے [9] یعنی عنوان عبد

مربی اساتذہ مترادف کے طور پر ہے اگر ہم چاہتے ہیں کہ کسی مربی اساتذہ کو اپنے اساتید کی تربیت کے لئے اپنے تعلیمی ادارہ میں دعوت دیں تو سب سے پہلی خصوصیت جو ہمیں اس شخصیت میں دیکھنی چاہیے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے یا نہیں۔

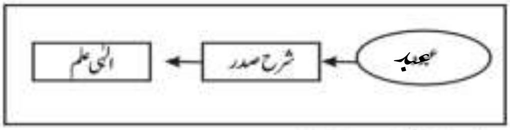

مربی اساتذہ کی خصوصیات کا ماڈل

عبودیت کا معنی

عبودیت لفظ (ع۔ب۔د) سے مشتق ہوا ہے جس کے لغوی معنی تفسیر مہر کے مطابق "اظہار تذلیل اور عبادت آخری مرتبہ ہے تذلیل کا"[10]۔ بقول قاموس القرآن کے "تذلیل تقدس کے ساتھ اور اطاعت" [11]۔ پس، عبودیت کے لغوی معنی اظہار تذلیل اس طرح کرنا کے وہ اطاعت میں شمار ہو یعنی یہ اظہار افکار اور کردار دونوں سے ظاہر ہونا چاہیے۔

مادہ (ع۔ب۔د) قرآن الحکیم میں ۲۷۵ دفعہ استعمال ہوا ہے اور جس میں لفظ '(ع۔ب۔د) کے ۱۰ مشتقات ہیں جو ۱۹ جگہوں میں قرآن میں استعمال ہوا ہے جس میں سے لفظ "عَبْداً" چھ مرتبہ) (176:4)، (75:6)، (3:17)،(93:19)، (10:96)، (65:18) تکرار ہوا ہے۔اس تحقیق میں مولف نے لفظ "عَبْداً" پر تمرکز کیا ہے کیونکہ ہمارا موضوع مربی اساتذہ کی تربیت ہے ادبی زبان میں 'مفعولی حالت' میں ہے۔ لفظ "عَبْداً" کتاب الجدول فی اعراب القرآن وصرفہ وبیانہ کے مطابق تین مختلف حالتوں میں مستعمل ہوا ہے:

۱۔صفت کے طور پر دو دفعہ استعمال ہوا ہے جس میں "لِلَّه" (176:4) اور "مِنْ عِنْدِنا" (18:65) کا تعلق "عَبْداً" کی طرف کیا گیا ہے۔

۲۔موصوف ذکر ہوا ہے تین دفعہ "مملوکا") 75: (16، "شَکُورا" 3) :17 (، "إِذا صَلَّى" 96) :10) کا۔

۳۔حال کی صورت میں ایک دفعہ ذکر ہوا ہے "آتِي") 93:19) کے لئے۔

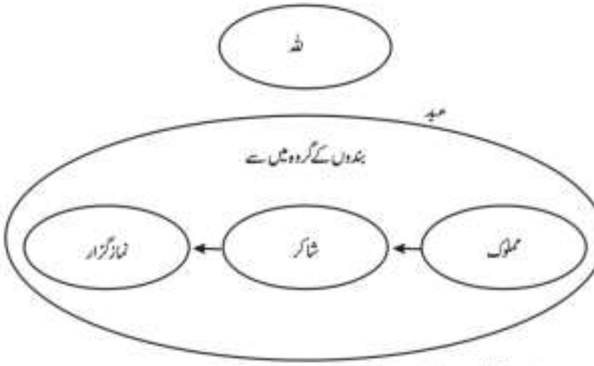

عبودیت کا ماڈل۔قرآنی واقعہ موسیٰ وخضرؑ سے اخذ شدہ

قرآن میں عبودیت کی خصوصیات

عبودیت کی خصوصیات کو دیکھنے کے لئے لفظ "عَبْداً" کو قرآن میں نگاہ ڈالتے ہیں کہ کن لفظوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔قرآن میں لفظ "عَبْداً" کو تین جگہوں میں موصوف کی شکل میں ذکر کیا گیا ہے: مملوک، شاکر اور نماز گذار۔ان تینوں صفت قرار پائی ہیں "عَبْداً" کی۔

ا۔ مملوک

عبودیت کی پہلی خصوصیت ہے بندہ اپنے آپ کو مملوک سمجھے اور اپنے عمل کو اس کے مطابق استوار کرے۔ سورہ النحل: ۷۵ میں خداوند متعال فرماتا ہے "ضَرَبَ اللهُ مَثَلاً عَبْداً مَمْلُوكاً لا يَقْدِرُ عَلى شَيْءٍ وَ مَنْ رَزَقْناهُ مِنَّا رِزْقاً حَسَناً فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَ جَهْراً" اللہ تعالی نے خود اس غلام مملوک کی مثال بیان کی جو کسی کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور اس آزاد انسان کی مثال بیان کی ہے جسے ہم نے بہترین رزق عطا کیا ہے۔ مذکورہ آیت میں "عَبْداً" کا لفظ "مَمْلُوكاً" کے ساتھ استعمال ہوا ہے جو صفت[12] بنتی ہے موصوف کی، یعنی "عَبْداً" کی۔

مملوک کے معنی

کیا مملوک کا معنی یہ ہیں کہ عبد کسی چیز پر اختیار نہیں رکھتا "لا يَقْدِرُ عَلى شَيْءٍ" یعنی مجبور ہوتا ہے؟ نہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی معرفت کے بعد اپنا اختیار خود اپنی مرضی سے اللہ کو سپرد کر دیتا ہے کیونکہ ان کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اصل مالک وہی ہے باقی تمام مخلوقات سب کی سب مملوک ہیں۔ جب اس نقطہ پر پہنچ جاتا ہے اپنی عقل سے تو مالک اس عبد کے ساتھ کیا کرتا ہے؟ مالک ان کو بہترین رزق دیتا ہے "وَمَنْ رَزَقْناهُ مِنَّا رِزْقاً حَسَناً" جب وہ یہ بہترین رزق ان کو حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کا کیا کرتے ہیں؟ اس کو استعمال کرتے ہیں اللہ کی راہ میں

چھپ کر اور سامنے سے "فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَ جَهْرًا" یہاں "ثم" کا الفاظ استعمال نہیں ہوا بلکہ "فاء" کا ہوا ہے یعنی جیسے ہی ملتا ہے ویسے ہی انفاق کر دیتے ہیں، بلا تاخیر۔ علامہ طباطبائیؒ تفسیر المیزان میں کہتے ہیں کہ بندی مملوک وہ ہوتا ہے جو کوئی کام بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتا [13] یعنی اپنی مرضی کا مالک نہیں بنتا بلکہ کوئی اور اس کا مالک ہوتا ہے اور اس کا مملوک ہی بن کر زندگی گذارتا ہے۔

مملوک کا مالک کون ہے؟

پھر کون مالک ہوتا ہے "عَبْداً کا؟ سورہ النساء ۱۷۶ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عَبْداً" کو صرف متعلق قرار دیا ہے اللہ سبحان متعال سے۔

"لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْداً لِلَّه" مسیح نے کبھی بھی اللہ کی بندگی کو عار نہیں سمجھا (4: 176)

قرآن نے 'ملک' کو "مَلِكِ النّاس" (2 :114) اور "مَلِكِ يومِ الدّين" (1:3) کے لئے استعمال کیا ہے یعنی فقط خدا ہے جو مالک ہے انسانوں کا اور روز قیامت کا۔ یہاں ایک بات واضح کرتے چلیں کہ صاحب اختیار نہ ہونے سے مراد جبر لازم نہیں آتا بلکہ تشریعی طور پر اپنی مرضی کو اللہ کے حوالے کر دینا ہے۔

احساس مملوک کا مربی اساتذہ پر اثر

اس احساس مملوک کا تعلیمی نظام میں بہت گہرہ اثر ہے۔ جب کسی مربی اساتذہ کے اندر یہ احساس مملوک پیدا ہوگا تو وہ شاگردوں کو اپنی ہر چیز مثلاً علم، وقت اور ہنر وغیرہ دینے کے لئے آمادہ ہوگا کیونکہ مملوک کی کوئی چیز اپنی نہیں رہی کیونکہ اس کی کوئی چیز اپنی ہے ہی نہیں کہ احساس ملکیت کرے۔ البتہ مربی اساتذہ کو اساتذہ کی ظرفیت اور مناسب وقت کو دیکھنا ضروری ہے۔ مجموعہ طور ہر مربی اساتذہ میں احساس مالکیت نہیں بلکہ احساس مملوکیت ہو جس سے اساتذہ بہرہ مند ہوں۔

۲۔ شاکر

دوسری خصوصیت قرآن نے بندگی کی بیان کی ہے وہ شاکر ہے ؛

"ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كانَ عَبْداً شَكُورا" ترجمہ : "یہ بنی اسرائیل ان کی اولاد ہیں جن کو ہم نے نوع کے ساتھ کشتی میں اٹھایا تھا جو ہمارے شکر گزار بندے تھے (17: 3)"۔

اس آیت میں حضرت نوحؑ کو اللہ کا بندہ اور شاکر کہہ کر پکارا گیا ہے اور پچھلی آیات کی طرح "عَبْداً" کو پہلے لایا گیا ہے پورے قرآن میں صیغہ "شَكُورا" صرف ایک صیغہ استعمال ہوا ہے۔ ہم کچھ صیغہ فاعل سے قرآنی حوالہ لے کر آئیں گے جہاں فاعل طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس کی دو علتیں قابل توجہ ہیں ایک علم صرف کے اعتبار سے

اور دوسری تعلیم کے۔ پہلی علت یہ ہے کہ کیونکہ "شَکُورا" مادہ شکر ایک فعل سے مشتق ہوا ہے جو بغیر فاعل کے معرض وجود میں نہیں آتا ہے اور دوسری علت تربیتی ہے یہ کہ عبودیت کی دوسری خصوصیت شاکر ہے جس کی وجہ سے ہم اسم فاعل[14] کو مورد تحقیق رکھا ہے۔

قرآن میں شاکر کے معنی

لفظ شاکر فاعل ہے س اور اس کے معنی ہیں شکر کرنے والا۔ قرآن مجید نے شاکر مختلف مشتاقات میں ذکر ہوا ہے:

ا۔ "شاکِرا" (4: 147)، (121:6)، (3:76) ، ۲۔ "شاکِرٌ" (158:02)، ۳۔ "شاکِرُون" (80:21)، ۴۔ "شاکِرِین" (17:7)۔

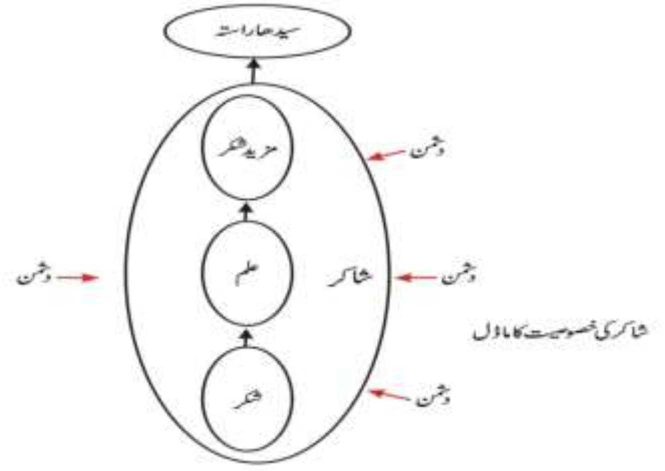

مذکورہ بالا شکر کا ماڈل نشاندہی کرتا ہے کہ شکر انسان میں ظرفیت پیدا کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کو علم عطا ہوتا ہے "لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَأَزِیدَنَّکُمۡ "ترجمہ: "اگر تم ہمارا شکر ادا کروگے تو وہ ہم نعمتوں میں اضافہ کریں گے"۔ (147:4) "وَعَلَّمۡنَاهُ صَنۡعَةَ ۔۔۔ فَهَلۡ أَنۡتُمۡ شاکِرُون ترجمہ: "اور ہم نے انہیں زرہ بنانے کی صنعت تعلیم دے دی تاکہ وہ تم کو جنگ کے خطرات سے محفوظ رکھ سکے کیا تم ہمارے شکر گزار بندے بنوگے۔ نعمت کے حصول کے بعد دوبارہ خدا کا شکر ضروری ہے" (80:21)، اسی وجہ سے شاکرین کو ہدایت حاصل ہوتی ہے سیدھے راستہ کی جانب "إِلی صِراطٍ مُسۡتَقیم" (121:16)، پھر وہ شیطان کے چاروں طرف سے آنے والے شرور سے محفوظ ہو جاتے ہیں "ثُمَّ لَآتِیَنَّهُمۡ مِنۡ بَیۡنِ أَیۡدیهِمۡ وَ مِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَ عَنۡ أَیۡمانِهِمۡ وَ عَنۡ شَمائِلِهِمۡ وَ لا تَجِدُ أَکۡثَرَهُمۡ شاکِرِین" (17:7) ترجمہ: "لیکن جو شاکر نہیں ہوتے وہ مخالف گروہ کافروں کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں"۔ "إِمَّا

شاکِراً وَإِمَّا کَفُوراً" (3:76) ترجمہ: "یقیناً ہم نے اسے راستہ کی ہدایت دے دی چاہے وہ شکر گزار ہو جائے یا کفران نعمت کرنے والا ہو جائے"۔

شکر اور مربی اساتذہ

مربی اساتذہ کو ہمیشہ اپنی ظرفیت میں اضافی کی تگ و دو میں مصروف رہنا چاہیے اس کا بہترین طریقہ نعمتوں پر شکر ہے "لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" اگر اساتذہ صرف اللہ کی جانب شکر گذاری کریں تو کافی ہے اور ان کی ظرفیت میں اضافہ ہوگا؟ نہیں، یہ لوگوں کی جانب بھی ہے بلکہ سب سے زیادہ شکر گذار شخص وہ ہے جو بندوں کی نسبت شکر گذار ہو "اَشْكَرُ النّاسِ اَشْكَرُهُمْ لِلنّاسِ"[15]۔ اسی لئے ہم اس سے اخذ کر سکتے ہیں اساتذہ کی جانب حتی دوسرے مربی اساتذہ سے اگر مربی اساتذہ کسب علم کرے تو ان کا بھی شکریہ ادا کرے۔ کیونکہ بعض اوقات مربی اساتذہ دوسرے مربی اساتذہ سے حسد کا شکار ہو جاتا ہے یہ اس کی تنزلی کا آغاز ہوتا ہے۔ جی ہاں اگر انسان نعمتوں کا انکار کرے گا "وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ" ترجمہ: اگر کفران نعمت کروگے تو ہمارے عذاب بھی بہت سخت (7:14)۔

کیا زبانی شکر ادا کرنا کافی ہے؟ اس نعمت حق ادا کرنا بھی ضروری ہے "قَالَ عَلِيٌّ عليه السلام: اِنَّ لِلّهِ تَبارَكَ وَتَعالى فِي كُلِّ نِعْمَةٍ حَقّا فَمَنْ اَدّاهُ زادَهُ مِنْها، وَمَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خاطَرَ بِزَوالِ نِعْمَتِهِ" ترجمہ: "امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ تعالی ہر نعمت کا ایک حق رکھا ہے پس جو بھی اس نعمت کا حق ادا کرے، خداوند متعال اس کی نعمت میں اضافی کر دیتا ہے اور جو کوئی اس میں کوتاہی کرے اس نعمت میں کمی کر دیتا ہے"[16]۔ وہ نعمت کا حق اس کی مناسبت سے ہے جس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں مثلا اپنی کتاب میں ان کا نام لے کر شکریہ ادا کرنا یا کلاس میں ان کی تعریف کرنا۔

جب انسان آگے بڑھتا ہے تو اس کے دشمنوں کا حملہ بھی زیادہ ہو جاتا ہے ہیں۔ شکر ظرفیت کے بڑھنے کے علاوہ انسان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھتی ہے چاہیے وہ شیاطین "لَآتِيَنَّهُمْ" (17:7) میں سے ہوں یا انسانوں "قالَ عَلِيٌّ عليه السلام: اِذا قَدَرْتَ عَلى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ"[17] میں سے۔ کیونکہ وہ شکر کی وجہ سے اپنے دشمنوں کو دوست بنالیتا ہے اور اگر نہ بھی بنائے تو ان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اندرونی دشمن یعنی تکبر اور غرور سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ شکر کی سب سے بری اور اہم علامت مالک کے سامنے سر جھکانا ہے نماز کی صورت میں۔

۳۔ نماز گذار

لفظ صلّی کا مادہ ص۔ل۔ل ہے اس کا مترادف صلّوۃ ہے جس کے معنی دعا کرنا و تعریف یا توصیف کرنا ہے۔[18]

قرآن میں صلّی کا معنی

عَبْدًا کی تیسری خصوصیت قرآن کی نظر میں نماز گذار ہے۔ سورہ العلق کی آیات میں بیان ہوا ہے: أَرَءَيْتَ الَّذِی يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ (96: 9-10) ترجمہ؛ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روکتا ہے۔ ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ یہاں بندہ کی ایک اور صفت کی طرف نشان دہی کی جارہی ہے کہ جب اللہ کا بندہ نماز پڑھتا تو اس کو روکتے ہیں۔ بندہ کی ظاہری علامتوں میں سے سب سے بڑی علامت نماز ہے کیونکہ نماز دین میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے "الصَّلاۃُ عَمودُ الدِّینِ"[19]

دوسری آیت میں ارشاد ہوا ہے: "فَلا صَدَّقَ وَلا صَلَّىٰ" (31:75) ترجمہ: اس نے نہ کلام خدا کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی۔ سورہ قیامت میں 'لا صدق' کے بعد لا صلی کا ذکر آیا ہے۔ یہاں کیونکہ 'صدق' ایک اندرونی کیفیت ہے پھر اس کے بعد 'صلی' کا مرحلہ آتا ہے جو ایک بیرونی حالت۔ علامہ طباطبائیؒ کے مطابق[20] نہ وہ اصول دین کو مانتا ہے نہ فروع دین کو۔ البتہ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی سارے کامیاب نہیں ہیں حدیث[21] رسول ؐ میں ان کی چار اقسام ذکر ہوئی ہیں،

۱۔ **ویل**: جہنم کا سب سے نچلے مقام کا نام ہے "فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلاتِهِمْ ساهُونَ"، (107:5-4)۔

۲۔ **غی**: جہنم کے نچلے منازلوں میں سے ایک ہیں "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضاعُوا الصَّلوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَواتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا" (19: 59)۔

۳۔ **سقر**: جہنم کی نچلے ترین منازلوں میں سے ایک ہے: "ماسَلَكَكُمْ فی سَقَرٍ قالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ" (74:42)۔

۴۔ جب بھی نماز پڑھتے ہیں خشوع سے پڑھتے ہیں "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ اَلَّذينَ هُمْ فی صَلاتِهِمْ خاشِعُون" (23: 2-1)۔ نماز انسان میں خشوع اور لے کر آتی ہیں کیونکہ یہی اس کی ظرفیت کو حفظ کرنے اور تکامل کا واحد راستہ ہے۔ ظرفیت اور استعداد میں بڑھنے میں سب سے اہم راستہ انسان کا یہی خشوع ہے وہ نماز کے زریعہ وجود میں آتی۔ البتہ مراد یہاں نماز کے چوتھی قسم ہے جو بالا ذکر کی گئی ہے کیونکہ پچھلی تین اقسام میں انسان 'صدق' کی منزل سے نہیں گذرے ہیں اسی لئے وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔

نماز اور مربی اساتذہ

عام طور پر تعلیمی اداروں میں اس بات کی اہمیت پر زور نہیں دیا جاتا کیونکہ اس کو ایک انفرادی عمل سمجھا جاتا ہے اور اگر اجتماعی عمل سمجھا بھی جاتا ہے تو نماز کا تربیتی اثر بہت بعید ہے تعلیمی اداروں کے لئے۔ عبادت انسان کی

اندرونی ضرورت ہے جب اس کا اظہار درست طریقہ سے نہ ہو تو وہ لازمی ایسی جگہ اپنا ظہور کرے گی جہاں اسے نہیں کرنا چاہیے جیسے اپنے جیسے انسانوں کے سامنے تسلیم ہونا۔ نماز کے مختلف دراجات اور مراتب ہیں مربی اساتذہ کو چاہیے کہ وہ اس خصوصیت کو مسلسل بڑھاتے جائے۔ یعنی اپنی عبادات کو صرف اللہ کے لئے ادا کرے۔ جس کی وجہ سے کبھی غرور تکبر کا شکار نہیں ہوگا کیونکہ غرور انسان کو ذلت اور رسوائی کا سبب بنتی ہے۔ مربی اساتذہ وہی بن سکتا ہے جس میں عزت اور کرامت ہو جو اللہ کی خالص عبادت سے آتی ہے۔

تینوں خصوصیات کا آپس میں رابط

تینوں خصوصیات کا آپس میں علت و معلول کا رابطہ پایا ہے۔ مملوک اور شکر انسان کو ایک گروہ میں شامل کر سکتے ہیں کیونکہ یہ انسان کی احساس بندگی ہیں اور نماز دوسرے گروہ میں کیونکہ وہ علامت اور اظہار بندگی ہے۔ مملوک اور شکر جب انسان میں پیدا ہوتی ہے تو وہ نماز گذار بنتا ہے۔ پس، مملوک اور شکر علت بنتی ہے نماز گذاری کی۔ بہ الفاظ دیگر، نماز گذاری مملوک اور شکر گذاری کا نتیجہ ہے۔اس کی وجہ یہ ہے جب تک بندہ یہ احساس کر لے کہ وہ اپنے آپ کا مالک نہیں ہے "عَبْداً مَمْلُوکا" بلکہ اللہ تعالی ہے "عَبْداً لِلَّه" (4:176) تو چاہیے گا کہ اس کا شکر ادا کرے "عَبْداً شَکُورا" (17:3) اور شکر ادا کرنے اور بندگی کی سب سے بری علامت نماز گذاری ہے "عَبْداًإِذا صَلَّى" (96:10) جو خشوع کے ساتھ ادا کی جائے "فی صَلاتِهِمْ خاشِعُون" (23:1-2)۔

نتیجہ

عبودیت مربی اساتذہ کی سب سے پہلی اور سب سے اہم خصوصیت ہے جو قرآن نے اس واقعہ موسی اور خضر ع میں متعارف کرائی ہے۔ عبودیت (یعنی مملوک، شاکر اور نماز گذاری) تمام دیگر خصوصیات کی علت ہے۔اس کے۔ مربی اساتذہ میں عبودیت کی وجہ سے اساتید سے بن کہے رشتہ قائم کرلے گا۔ مربی اساتذہ اپنی دیانتداری سے جو بھی وہ عطا کر سکتا ہوگا اساتذہ کو عطا کرے گا بشرط ظرفیت اساتید "إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبرًا" (67:18)۔ اگر اساتذہ ان سے کوئی تلخ کلامی بھی کریں گے کسی کی بناپر تو شرح کی وجہ سے ان کو تحمل کرے گا اور جب کوئی اساتذہ ان کو مشورہ دے گا تو اس کا شکر ادا کرے گا اور اس کو تشویق کرے گا تاکہ مزید بہتری آسکے۔ کوئی تعریف سنے گا تو اس کی وجہ سے غرور پیدا نہیں ہوگا بلکہ اس کے خشوع میں اضافہ ہوگا۔ یہ وجہ بنے گی اس کے ظرفیت (یعنی شرح صدر) کے اضافہ میں۔

۲۔ شرح صدر

مولف مقالہ نے "رَحمَةً" کو عام معنی میں استعمال کیا ہے کیونکہ مذکورہ آیت میں لفظ "رَحمَةً" نکرہ استعمال ہوا ہے (یعنی عمومیت پائی جاتی ہے) جس کا مصداق میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں جو بالا ذکر ہو چکی ہیں۔ مذکورہ

تفاسیر کے علاوہ صاحب تفسیر نور اور تفسیر مہر "رَحْمَۃً" سے مراد طولانی عمر یا وسیع استعداد اور شرح صدر[22] بھی ہے جس کی بنا پر ہم نے اس آیت سے عمومی معنا یعنی شرح صدر میں استفادہ کر سکتے ہی۔ دوسری دلیل "شرح صدر" کو استعمال کرنے کی علت تعلیمی ہے "رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا" (20: 114) ترجمہ؛اے رب خود مجھ میں اضافہ کر علم کے لئے، یعنی شرح صدر زمینہ ہموار کرتا ہے خاص تعلیم کے لئے۔اس بنا پر ہم نے اس مقالہ میں لفظ 'شرح صدر' کے لفظ کو انتخاب کرکے تحقیق کو آگے بڑھائیں گے۔

لہٰذا مربی اساتذہ میں جو دوسری خصوصیت ہونی چاہیے وہ ہے شرح صدر "آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا" (18: 65)۔ بقول آیت اللہ مکارم شیرازیؒ اور صاحب تفسیر مہر کے شرح صدر بھی ایک احتمال[23] ہے۔ دونوں تفاسیر میں درج ہوا ہے کہ یہاں "رحمة" سے مراد مقام نبوت یا طولانی عمر یا وسیع استعداد اور شرح صدر مراد لی گئ ہے[24] جب کہ علامہ طباطبائی کے مطابق اس سے مراد رحمت باطنی[25] ہے یعنی نبوت اور ولایت ہے۔

شرح صدر کا معنی

لفظ 'شرح' کے معنی گوشت اور اس طرح کی چیزوں کو کھولنے اور پھیلانے کے ہیں[26]۔ علامہ طباطبائی کے بقول اس کے معنی وسعت دینے اور کشادہ کرنے کے ہیں[27]۔ حسینی ہمدانی کہتے ہیں 'صدر' سے مراد روح اور نفسیات ہے جو انسان کی حقیقت ہے اور تمام اعضا و جوارح اس کے فرمان کے تحت ہوتے ہیں[28]۔ یعنی شرح صدر کے دو معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے ایک جسمانی ہے کہ سینہ کا آپریشن کیا جائے اور دوسرا معنی ایک نفسیات اور معنویت یعنی انسان کے وجود کی ظرفیت اور استعداد میں اضافہ[29]۔

شرح صدر قرآن کریم میں

صدر مادہ (ش۔ر۔ح) قرآن میں پانچ (6:125،20:106،20: 25،39: 22،94: 1) جگہوں میں استعمال ہوا۔ قرآن کریم میں یہ مختلف موارد میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں شرح صدر کی دو اقسام ذکر کی گئ ہیں۔

1۔ اسلام کے لئے شرح صدر: دو آیات میں قرآن مجید نے شرح صدر کو اسلام سے مقید کیا گیا ہے۔ایک جگہ ارشاد ہوا ہے: "فَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ" (6: 125) پس خداوند عالم جیسے ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے۔ایک دوسری آیت میں یہ امر بیان ہوا ہے کہ جب شرح صدر ہوگا تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا: أَفَمَنْ شَرَحَ اللهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ (39 :22) یعنی: "کیا وہ شخص جس کے دل کو خدا نے اسلام کے لئے کشادہ کر دیا ہے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نورانیت کا حامل ہے گمراہوں جیسا ہو سکتا ہے۔" علامہ طباطبائی یہاں فرماتے ہیں کہ شرح صدر اسلام کے لئے ہے اسلام کے مراد خدا

کے سامنے تسلیم ہونا اور جو کچھ بھی اس کا ارادہ ہو اور وہ حق کے علاوہ کوئی ارادہ نہیں کرتا اس کے نتیجہ میں اسلام کے لئے شرح صدر کا معنی یہ ہوگا کہ انسان اپنے آپ کو ایسا بنالے کہ ہر حق بات کو قبول کرے اور اس کو کبھی بھی رد نہ کرے۔[30]

2۔ کفر کے لئے شرح صدر : قرآن مجید نے اسلام کے مقابلہ میں کفر کا شرح بیان کیا ہے جس کے معنی یہ ہے کہ انسان اپنی رضایت اور رغبت سے اپنے دل کے دروازے کفر کے لئے کھول دے۔31 اس لئے اللہ تعالی قرآن میں ارشاد فرماتا ہے : "مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْراً فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللهِ وَ لَهُمْ عَذابٌ عَظيم" (16: 106) صاحب تفسیر المیزان فرماتے ہیں کہ جو کفر کے لئے اپنے دل کو کشادہ کردیتا ہے تو اس کو کفر سے لذت اور خوشی حاصل کرنا شروع ہوجاتی ہے۔[32]

3۔ شرح صدر خدا کے ہاتھ میں ہے: اب یہاں ایک سوال ہے شرح صدر کون دے گا یعنی یہ کس کے ہاتھ میں ہے؟ اس کا جواب کے لئے سورہ الکہف کی آیت ۶۵ کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں۔ بمطابق صاحب تفسیر المیزان اس آیت میں رحمۃ کو "من عندنا" کی قید کے ساتھ استعمال کیا ہے [33]یعنی یہ شرح صدر خدا کی جانب سے براہ راست عطا ہوتا ہے۔ دوسری دلیل سورہ طہ آیت ۱۱۴ میں ذکر ہوئی ہے کہ شرح صدر کے لئے خدا سے دعا مانگی گئی ہے "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي" (20 : 25)۔ پس، اس سے ہم نتیجہ لے سکتے ہیں ہمیں "شرح صدر" خدا سے طلب کرنا چاہیے۔

4۔ شرح صدر اور مربی اساتذہ: شرح صدر مربی اساتذہ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ مربی اساتذہ کے لئے اس کے کئی فوائد ہیں :

۱۔ کسب علم: شرح صدر علم کو حاصل کرنے کے لئے زمینہ بناتا ہے "رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا" (20114:)۔

۲۔ صبر واستقامت: اساتذہ کے ایک کے بعد ایک سوالات سے اور اصول کی پابندی دل برداشتہ نہیں ہوتا بلکہ اس کو مہلت دیتا ہے جیسے حضر ؑ نے ۲ بار مہلت دی اور تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھا "قَالَ هَاذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَالَمْ تَسْتَطِع عَّلَيْهِ صَبرًا" (18: 78)۔

۳۔ عفو ودرگذر: حضرت موسی ؑ نے درخواست کی اصولوں کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے میرا مواخذہ مت کیجئے جس کی بنا پر جناب خضر نے تعلیمی سلسلہ منقطع نہیں کیا "قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَ لَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا" (18: 73)۔

۴۔ تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے بعد بھی اساتذہ کے حل مشکلات: سورہ کہف کی اس آیت میں خضر ع نے سارے ابہامات کو دور کیا "سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ ما لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا" (18: 78) حتی تعلیمی سلسلہ منقطع ہونے کے بعد "قالَ هذا فِراقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ" (18: 78)۔

۵۔امور زندگی میں آسانی: موسیٰ ع نے شرح صدر کے بعد اپنے امور میں آسانی کی دعا مانگی تھی "قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَ يَسِّرْ لِي أَمْرِي"(:26-2025) ؛ ترجمہ؛ موسی نے عرض کی پروردگار میرا سینہ کشادہ کردے۔ مربی اساتذہ کی زندگی چاہے وہ کلاس کے دن ہوں، امتحانات کے دن ہوں بہت سخت ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے اس کی معاشرتی زندگی میں تناو بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۔زبان میں قوت: مرحوم علامہ طباطبائی رہ کے مطابق [34]"عُقْدَةً" سے مراد "يَفْقَهُوا قَوْلِي" ہے کیونکہ 'عقد' نکرہ نہیں آیا ہے بلکہ معین ہوا ہے "يَفْقَهُوا قَوْلِي" کی جانب۔"وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي، يَفْقَهُوا قَوْلِي" (20: 28-27) ؛ ترجمہ: "اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے، کہ یہ لوگ میری بات سمجھیں۔" سب سے اہم صلاحیت مربی اساتذہ کی قوت بیان ہے چاہیے وہ جتنا بھی تعلیم یافتہ ہوا گر وہ قوت بیان نہیں رکھتا تو وہ مطالب اساتید تک کیسے درست منتقل کر سکے گا۔

۳۔خاص علم [35]

مربی اساتذہ کی تیسری صفت قرار پاتی ہے

"عَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" (18: 65) اپنی خاص علم میں سے ایک خاص علم کی تعلیم دی تھی۔

لَّدُنَّا عِلْمًا کا معنی

لفظ کا مادہ ل۔د۔ن سے نکلتا ہے۔ یہ مادہ قرآن الحکیم میں ۱۸ مرتبہ الفاظ کی مختلف صورتوں (اشتقاقات) استعمال ہوا ہے۔اور ۶ جگہوں میں "لَّدُنَّا" کی شکل میں ذکر ہوا ہے۔

لغت کے ماہرین کی نگاہ میں لفظ علم کے معنی ہیں 'چیزوں کی حقیقت کو ادراک کرنا' [36]۔ قاموس قرآن کے نزدیک علم کے معنی 'جاننا اور دانش' کے ہے [37]۔

قرآن کی نگاہ میں خاص علم

لفظ "عِلْمًا" کا مادہ [38] ع-ل-م سے نکلا ہے۔ یہ مادہ قرآن میں مختلف شکلوں (اشتقاقات) میں ۸۵۴ مرتبہ ذکر ہوا ہے اور "عِلْمًا" کی صورت میں ۱۴ مرتبہ 80 :6)، 89 :7؛ 22 :12، 65 :18، 98 :20، 110 :20، 20:114، 74 :21، 79 :21، 15 :27، 74 :27، 28:14، 7: 40،)12 :65 استعمال ہوا ہے۔

اس طرح قرآن مختلف انداز سے کسب علم کی دعوت دیتا ہے۔قرآن کا علم کے موضوع پر کثرت سے ذکر کرنا اس کی ایک خاص اہمیت کی طرف نشان دہی کرتا ہے لیکن کیونکہ ہمارا موضوع خاص علم کی جانب ہے تو ہم اسی پر اکتفا کریں گے۔

مربی اساتذہ کا علم خدا سے حصول ہو "عَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا" (18: 65)۔علامہ طباطبائی رح کے بقول "لَّدُنَّا عِلْمًا" سے مراد تاویل حوادث[39] اور بقول صاحب تفسیر احسن باطن قضیہ[40] کا علم ہے اور "مِن لَّدُنَّا" اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ علم کوئی معمولی علم نہیں بلکہ از جانب خدا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ علم کیسے حاصل ہوگا؟آیت کے آغاز میں اس کا جواب ہے "عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا" یعنی خاص علم خدا کی بندگی کے نتیجہ میں ملتا ہے[41]۔بندگی خدا دانش الٰہی کے لئے علت ہے۔لحاظ، یہ علم اکتسابی یا تجربہ سے حاصل نہیں ہوگا حتی یہ علم اس زمانہ کی آسمانی کتاب تورات میں بھی موجود نہیں تھا۔

خاص علم اور مربی اساتذہ

اساتذہ نے مربی اساتذہ کی جس علم کی خواہش کی وہ ہے وہ ایک خاص علم "لَّدُنَّا عِلْمًا" ہے کیونکہ اساتذہ اپنے علم میں تو مہارت رکھتے ہے لحاظ ان کو اس علم کی ضرورت ہے جو تاویل حوادث کرتا ہو یعنی واقعات کے رونما ہونے کے پیچھے راز کو بیان کر سکتا ہو۔اساتذہ اپنی معمول کی تعلیمی زندگی میں اتنا مشغول ہو جاتے ہیں کہ وہ تاویل حوادث پر نگاہ ہی نہیں دے پاتے ہیں۔

اس کی بنا پر مربی اساتذہ کے لئے مندرجہ زیل نقات نکال سکتے ہیں:

ا۔ مربی اساتذہ ان علوم کی طرف متوجہ ہو جو اساتذہ حس کے زریعہ حاصل نہیں کر سکتے ہوں یا جن کو باآسانی حاصل نہ کر سکتے ہو کیونکہ اساتذہ مربی اساتذہ کے پاس اسی خاص علم کے لئے آتا ہے۔

۲۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ مربی اساتذہ کو خاص روش پر لازمی مہارت ہونی چاہیے۔کیونکہ خاص علم ایک مخصوص طریقہ کار یا روش کے زریعہ ہی منتقل ہو سکتا ہے۔

نتیجہ بحث

مربی اساتذہ کی خصوصیات ہر فلسفہ کے تحت مختلف پایا جاتا ہے۔مربی اساتذہ کی خصوصیت کا تعیین اس وقت ہوگا جو کام اس کے ذمہ ہوگا۔ جدیدیت کی نظر میں ایک مربی اساتذہ کا بنیادی کام اساتذہ کو حقائق تک پہنچنا تھا لیکن صرف سائنس یعنی حسی علوم کے ذریعہ جب کہ نظریہ مابعدجدیدیت حقائق کے سرے سے وجود کے انکار کرنے کی بنا پر مربی اساتذہ کے کام کی نوعیت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔مابعدجدیدیت کے نظریہ کے تحت مربی اساتذہ صرف اساتذہ کو مددگار کے عنوان کے تحت ہوگا کیونکہ حقائق انسان خود بناتا ہے اسی بنا پر مربی اساتذہ ان

کی حقائق کو تخلیق دینے میں ایک معاون کے طور پر ساتھ ہوگا۔ نتیجتاً، جب وہ مربی اساتذہ کی خصوصیات بھی اسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے کرتے ہیں۔

اسلام کا نقطہ نگاہ اس سے مختلف ہے۔ قرآن مجید موسیٰ اور خضرؑ کے واقعہ میں مربی اساتذہ کے تین خصوصیات بیان فرماتا ہے: عبودیت، شرح صدر اور خاص علم۔ یعنی مربی اساتذہ کے مقام تک پہنچنے کے لئے عبودیت سے ہو کر ہی ممکن ہے۔ عبودیت کے ماڈل میں عبد کی تین صفات کا ذکر ہوا ہے مملوک، شاکر اور نماز گزار۔ پہلی دو صفات اندرونی ہے اور بقیہ بیرونی۔ مملوکیت کی کیفیت ایجاد ہوتی ہے تو شکر گزار بنتا ہے اور جب وہ شکر ادا کرنا چاہتا ہے تو نماز کو اپنی تمام خشوع و خضوع سے انجام لاتا ہے۔ دوسری خصوصیت جو عبودیت کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے وہ شرح صدر ہے۔ اب وہ اس قابل بن جاتا ہے کہ اس کی ظرفیت کو کشادہ کیا جائے تاکہ تیسری خصوصیت یعنی خاص علم کے نور حامل ہو سکے۔ یہ خصوصیات مربی اساتذہ کو خود کائنات کے حقائق سے بھی متعارف کراتی ہیں اور اللہ، اساتذہ اور دیگر مربی اساتذہ کے درمیان باہمی رشتہ کی مضبوطی میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔

مربی اساتذہ عبودیت کی پہلی صفت کے ذریعہ اساتید کی ظرفیت کو نظر میں رکھ کر اس کی عنایت کرتا ہے وہ اپنی علمی خزانوں کو پوشیدہ نہیں رکھتا بلکہ اساتید کے لئے عیاں کر دیتا ہے۔ دوسری صفت شاکر ہونے کی وجہ وہ اپنے دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے چاہیے اندرونی ہو چاہیے بیرونی۔ اس کا روابط مالک سے اور بندوں سے بہتر ہو جاتے ہیں۔ مربی اساتذہ حتی دوسرے مربی اساتذہ یا اساتذہ سے اگر کوئی بات سیکھتا ہے تو اسکا بھی حق ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز گزاری کی تیسری صفت مربی اساتذہ کو تکبر اور غرور سے بچاتی ہے جو اللہ اور بندوں کے سامنے ذلت سے بچاتی ہے۔ اگر وہ کوئی بات نہیں جانتا تو اپنی عاجزی کا اظہار کر دیتا ہے۔ جس سے اساتذہ کے نزدیک اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی بنا پر تعلیمی رابطہ بین مربی اساتذہ اور اساتذہ مضبوط ہوتا ہے۔

عبودیت کے نتیجہ میں شرح صدر جیسی خصوصیت مربی اساتذہ کو حاصل ہوتی ہے۔ شرح صدر ایک طرف تو مربی اساتذہ میں قوت اور برداشت بڑھاتی ہے تاکہ تلخ باتوں کو تعلیمی اور غیر تعلیمی ماحول میں اور دوسری طرف وہ اس میں ظرفیت بھی پیدا کرتی ہے تاکہ بلاواسطہ کسب علم کر سکے اللہ سے۔ اساتذہ کے پے در پے سوالات کا جواب دینے کی قوت اور کبھی کبھار غیر ضروری سوالات پر صبر بھی عطا کرتی ہے۔ ایسے سوالات کے بعد تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے اور ان کو مزید مواقع دینے میں اہم کردار کرتی ہے۔ جن مربی اساتذہ شرح صدر کی خصوصیت نہیں ہوتی وہ صرف وہ تعلیمی عمل کو جاری نہیں رکھ سکتے بلکہ بعض اوقات اساتذہ میں نفسیاتی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا دھتکارنا اساتذہ میں احساس کمتری پیدا کرتی ہے۔ پس، تعلیمی عمل شرح صدر کی بدولت پیشرفت کرتا ہے۔

شرح صدر خاص علم کے لئے زمینہ ہموار کرتا ہے۔ خاص علم وہ علم ہے جو بلاواسطہ خدا سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ علم اللہ کے سامنے تسلیم ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ جتنا تسلیم ہوگا اتنا شرح صدر میں اضافہ ہوگا اور جتنا شرح صدر

میں افزایش ہوگی اتنا خاص علم کے لئے زمینہ ہموار ہوگا۔ مربی کو اس علم کی تک ودو میں رہنا چاہیے کیونکہ اساتذہ کو اس علم کی تعلیم دے جس سے وہ بہرہ نہ ہوئے ہوں یا جن میں ان کی عقل کی نشو نما ہو تاکہ وہ اس قابل بن سکے کہ طالب علموں کی بہتر طریقہ سے تربیت کر سکے۔

*****

References

1. Nasir, Makarem Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 10 (Tehran, Dar al-Kutub al-Islamiya, 1371 SH/1993), 319.

ناصر، مکارم شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج10 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1993/1371ھ ش)، 319۔

2. Ali Akbar, Qureshi Banabi, *Qamoos Qur'an*, Vol- 2 (Tehran, Dar al-Kitab al-Islamiya, 1371 SH/1991), 158.

علی اکبر، قرشی بنابی، *قاموس قرآن*، ج2 (تہران، دار الکتاب الاسلامیہ، 1371ش/1991)، 158۔

3. Muhammad Hussain, Tabataba'i, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, Mutrajam; Muhammad Baqir, Mousavi, Vol. 12 (Qum, Jamia Madraseen Hoza Ilmiya Qum, Daftar Entaashrat Islami, 1374 SH), 56.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ *تفسیر المیزان*، مترجم؛ محمد باقر، موسوی، ج12 (قم، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، دفتر انتشارات اسلامی، 1374ش)، 56۔

4. Syed Hussain Hussaini Fatima Jafar Abadi, *Nakat Tarbeti Dastan Musa wa Khizer a.s in the Qur'an and hadiths*, Qur'anic Kausar, Nimr 51 (nc., Sciences of the Qur'an and Hadith, 2014), 82 to 95.

سید حسین حسینی فاطمہ جعفر آبادی، نکات تربیتی داستان موسی وخضرؑ در قرآن وروایات، قرآنی کوثر، نمر51 (شہر ندارد، علوم قرآن وحدیث، 2014)، 82 سے 95۔

5. Laila Amini Lari, *Ramz Gashaii az Majeri Khazer wa Musa Alihumaslam* (Sheraz, Alom Ijtami wa Insani Danshga, 2005), np.

لیلہ امینی لاری، رمز گشائی از ماجرای خضر و موسی علیہما السلام (شیراز، علوم اجتماعی وانسانی دانشگاہ، 2005)، صفحہ ندارد۔

6. Dr. Majeed Falahpour, *Ahdaab o Taleem dar Dastan Musa wa Khizer (a.s)*, Nasheria Majala Alom Insani, Bahman wa Asfand, Vol.: no, Issue: 73, (1387): np.

دکتر مجید فلاح پور، آداب تعلیم وتعلم در داستان موسی وخضر (ع)، نشریہ مجلّہ علوم انسانی، بہمن واسفند، جلد: ندارد، شمارہ: 73، (1387): صفحہ ندارد۔

7. Nusrat Begum, Amin, *Tafsir Makhzan al-Irfan Dar Alom Qur'an*, Vol. 8, 60.

نصرت بیگم، امین، تفسیر مخزن العرفان در علوم قرآن، ج8، 60۔

8. Makarem Shirazi, *Tafsir Namona*, Vol. 12, 486.

مکارم شیرازی، تفسیر نمونہ، ج12، 486۔

9. Muhammad Ali, Razai Isfahani, *Tafsir Qur'an Mehr*, Vol. 12 (Qum, Pasroashahai Tafsir wa Alom Qur'ani, 1387 SH/2007), 260.

محمد علی، رضائی اصفہانی، تفسیر قرآن مہر، ج12 (قم، پژوهش ھای تفسیر وعلوم قرآنی، 1387ھ ش/2007)، 260۔

10. Hussain bin Muhammad, Raghib Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an* (Beirut, Dar al-Shamiya, 1412 AH), 54.

حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن (بیروت، دار الشامیہ، 1412ھ)، 54۔

11. Ali Akbar, Qureshi Banabi, *Qamoos Qur'an*, Vol- 4, 279.

علی اکبر، قرشی بنابی، قاموس قرآن، ج4، 279۔

12. Mahmood Safi, *Al-Jadaol fi Iarab al-Qur'an wa Sarfa wa Bayana mah Fawaid Nahita Hata*, Vol. 14 (Damascus, Dar al-Rashid, dn.), 358.

محمود صافی، الجدول فی إعراب القرآن وصرفه وبیانه مع فوائد نحویة ہامة، ج14 (دمشق، دار الرشید، سن ندارد)، 358۔

13. Tabataba'i, *Tarjma Tafsir al-Mizan*, 433.

محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ تفسیر المیزان، 433۔

14۔ اردو میں اُس اسم کو کہتے ہیں جو فاعل یعنی کام کرنے والے کو ظاہر کرے اور کسی کا اصل نام نہ ہو۔

15. Hashim, Salehi, *Nahj al-Fasahah*, Hadith: #, 312.

ہاشم، صالحہ، نہج الفصاحہ، حدیث: 312۔

16. Allama Baqir, al-Majlisi, *Bihar al-Anwar*, Vol. 71 (Bairut, Dar al-Ahiya al-Trath al-Arabi, 1403 AH), 53.

علامہ باقر، مجلسی، بحار الانوار، ج71 (بیروت، دار الاحیاء التراث العربی، 1403ق)، 53۔

17. Allama Al-Syed Al-Sharif Al-Razi, *Nahj al-Balagha*, Mutrajam: Allama Mufti Jafar Hussain, (Lahore, Al-Maraj Company, 2016), Hikmat 11.

علامہ السید الشریف الرضی، نہج البلاغہ، مترجم: علامہ مفتی جعفر حسین، (لاہور، المعراج کمپنی، 2016)، حکمت 11۔

18. Raghib Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an*, 490.

راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، 490۔

19. Ahmad bin Muhammad bin Khalid, al-Birqi, *Al-Mahasan* (Tehran, Dar al-Kitab Islamia, 1371 SH/1993), 1/116/117.

احمد بن محمد بن خالد، برقی، المحاسن (تہران، دار الکتاب اسلامیہ، 1371ھ ش/1993)، 1/ 116/ 117۔

20. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 20 (Beirut, Al-Alami Lilmubahowaat, 2011/1390 SH), 114.

محمد حسین، طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج20 (بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1390ھ/2011)، 114۔

21. Al-Maawaz al-Ahdadyah, Chap. IV, 122.

المواعظ العددیہ، باب چہارم، 122۔

22. Mohsen Qaraati, *Tafsir Noor,* Vol. 5 (Tehran, Markaz Farangi Drsahai az Qur'an, dn.), 199; Razaei Esfahani, Tafsir Qur'an Maher, Vol.12, 261.

محسن قرآئتی، *تفسیر نور*، ج5 (تہران، مرکز فرہنگی درسہایی از قرآن، سن ندارد)، 199؛ رضائی اصفہانی، تفسیر قرآن مہر، ج12، 261۔

23. Razaei Esfahani, *Tafsir Qur'an Maher,* 261; Makarem Shirazi, *Tafsir Namona,* 486.

رضائی اصفہانی، *تفسیر قرآن مہر*، 261؛ مکارم شیرازی، *تفسیر نمونہ*، 486۔

24. Razaei Esfahani, *Tafsir Qur'an Maher,* 261

رضائی اصفہانی، *تفسیر قرآن مہر*، 261۔

25. Muhammad Hussain, Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 13, 474.

محمد حسین، طباطبائی، *ترجمہ تفسیر المیزان*، ج13، 474۔

26. Raghib Isfahani, *Mufardat al-Faz al-Qur'an*, 25.

راغب اصفہانی، *مفردات الفاظ القرآن*، 25۔

27. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 12, 353.

طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج12، 353۔

28. Hussain, Hussaini Hamdani, *Anwar Derakhshan* (Tehran, Kitabroshi Lutfi, 1404 AH), 151-152.

محمد حسین، حسینی ہمدانی، *انوار درخشان* (تہران، کتاب فروشی لطفی، 1404ھ)، 151-152۔

29. Farzand Wahi, Maleeha Qasmi Nesad, *Sharh Sadr arzidgah Qur'an,* Pzhohish Nama Daneshgah Qur'ani, Faslnama Afaq Din, Year 2, Number 8, 108.

فرزند وحی، ملیحہ قاسمی نژاد، *شرح صدر از دیدگاہ قرآن*، پژوہش نامہ دانشگاہ قرآنی، فصلنامہ آفاق دین، سال 2، نمبر8، 108۔

30. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 17, 255.

طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج17، 255۔

31. Maleeha Qasmi Nesad, *Sharh Sadr arzidgah Qur'an*, 112.

ملیحہ قاسمی نژاد، *شرح صدر از دیدگاہ قرآن*، 112۔

32. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 12, 509.

طباطبائی،ترجمہ *تفسیر المیزان*، ج12، 509۔

33. Ibid, Vol. 13, 474.

ایضاً، ج13، 474۔

34. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 14, 146.

طباطبائی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج14، 146۔

35-اردو میں اسے علم لدنی بھی کہتے ہیں لیکن مولف نے علم لدنی کو مربی اساتذہ کو مد نظر رکھتے ہوئے مترجم ذیشان حیدر جوادی کے لفظ سے ہی استفادہ کیا ہے۔

36. Raghib Isfahani, *Mufradat Al-faaz al-Qur'an*, 580.

راغب اصفہانی، *مفردات الفاظ القرآن*، 580۔

37. Qureshi Banabi, *Qamoos Qur'an*, Vol- 5, 32.

قرشی بنابی، *قاموس قرآن*، ج5، 32۔

38-عربی زبان کی قسم اشتاقی ہے۔

39. Tabatabai, *Al-Mizan fi Tafsir al-Qur'an*, Vol. 13, 509.

طباطبائی،ترجمہ *تفسیر المیزان*، ج12، 474۔

40. Ali Akbar, Qurashi Banabi, *Tafsir Ahsan al-Hadith*, Vol. 6 (Tehran, Bunyad Basat, Markaz Chaap wa Nasher, 1375 SH/1997), 250.

علی اکبر، قرشی بنابی، *تفسیر احسن الحدیث*، ج6 (تہران، بنیاد بعثت، مرکز چاپ و نشر، 1375 ش/1997)، 250۔

41. Ibid, Vol. 6, 250.

ایضاً، ج6، 250۔

کتاب شناسی کی روش

تاریخ طبری—ایک نمونہ

The Methodology of Bibliography: *Tareekh e-Tabari*, a Sample Work

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Dr. Zulfqar Ali
Research Scholar NMT; Lecturar: The AIMS College); Islamabad.
E-mail: zulfimari72@gmail.com

Abstract:
Bibliography is an art. A proper introduction to a book can provide the reader with acceptable information. It can motivate them to study or help them in choosing the required book in
a particular field and can get rid of confusion. But people knowingly or unknowingly do not give importance to the introduction of the book. The main reason for this is that we do not fulfill the requirements of this art while introducing a book and it is also possible that we are not aware of this art.
Actually, there are many types of bibliography. But here we will describe the method of bibliography in which the brief introduction of the book, the demands of the book, the title, the subject, sources, the order and distribution of the demands, the description of the condition and level of the demands and the printing of the book are described.
In bibliography, special attention is paid to the fact that a few books are fundamental in all sciences, which are called first-hand sources or reference books. These books are the first requirement of a student related to this field of science and art. Therefore, in the first stage, identification, awareness and acquisition of such books should be done. This article aims at acquaint the reader with the tried and tested principles of bibliography.

Keywords: Ibn Jarir, History of Tabari, bibliography.

خلاصہ

منبع یا کتاب شناسی ایک فن ہے۔ کسی کتاب کا درست تعارف قارئین کے لئے قابلِ قبول معلومات فراہم کر سکتا ہے۔ انہیں مطالعہ کی ترغیب دلا سکتا ہے یا کسی خاص شعبے میں درکار کتاب کے انتخاب میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے اور الجھنوں سے نجات دلا سکتا ہے۔ لیکن لوگ دانستہ یا نادانستہ طور پر کتاب کے تعارف کو اہمیت نہیں دیتے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم کسی کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے اِس فن کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اس فن سے آگاہ ہی نہ ہوں۔

دراصل، کتاب شناسی کی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن یہاں ہم کتاب شناسی کا وہ طریقہ بیان کریں گے جس میں کتاب کا اجمالی تعارف، کتاب کے مطالب، عنوان، موضوع، منابع، مطالب ترتیب و تقسیم بندی، مطالب کی کیفیت اور سطح کا بیان اور کتاب کی طباعت بیان کی جاتی ہے۔ کتاب شناسی میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ تمام علوم وفنون میں چند کتابیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، جنہیں درجہ اول کے منابع یا (First Hand Sources) یا حوالہ جاتی کتب (Reference Books) کہا جاتا ہے۔ یہی کتابیں اس شعبہ علم و فن سے منسلک طالب علم کی اولین ضرورت ہوتی ہیں۔ اس لیے پہلے مرحلے میں ایسی کتب کی شناخت، آگاہی اور ان کے حصول کی تگ ودو کرنی چاہیے۔ اس مقالے کا ہدف قارئین کو کتاب شناسی کے آزمودہ اصولوں سے آشنا کرنا ہے۔

کلیدی کلمات: ابن جریر، تاریخ طبری، کتاب شناسی۔

کتاب شناسی: تاریخ طبری

1- مؤلف کا اجمالی تعارف

پیدائش

ابو جعفر محمد بن جریر طبری تیسری صدی کے جلیل القدر عالم، فلسفی، ادیب، فقیہ، محدث، مؤرخ، اور مشہور سنی مفسر و سیرہ نویس تھے۔ انہیں "فادر آف اسلامک ہسٹوریو گرافی" کہا جاتا ہے۔ طبری 224 ہجری عباسی خلیفہ المعتصم باللہ (218ھ-227ھ/833ء-842ء) کے عہد خلافت میں طبرستان کے شہر آمل میں پیدا ہوئے۔ عصر حاضر میں یہ علاقہ ایران کے شمال میں مازندران کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم وتدریس

طبری نے 12 سال تک ابتدائی تعلیم آمل میں حاصل کی۔ اس کے بعد شہر ری تشریف لے گئے جہاں پر محمد بن حمید رازی اور احمد بن حماد دولابی سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد طبری کسب دانش کے لئے

بغداد تشریف لے گئے۔ مختصر مدت کے لئے بصرہ اور واسط میں قیام کے دوران محمد بن موسی حرشی، عماد بن موسی القزا، محمد بن عبد العلی صنعائی، بشر بن معاذ اور محمد بن بشار المعروف بندار سے علوم قرآن، فقہ اور مغازی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کوفہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے ھناد بن سری، اسماعیل بن موسی، سلیمان بن خلاد طلحی اور محمد بن عال ھمدانی سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ طبری نے مصر جاتے ہوئے فسطاط، شمات کے پہاڑوں اور بیروت کے ساحل پر مختصر قیام کے دوران ابوالحسن سراج سے ادبیات عرب کی تعلیم حاصل کی۔ مصر میں اقامت کے دوران طبری نے ربیع بن سلیمان مرادی، اسماعیل بن ابراہیم مزنی ابن عبد الحکیم اور عبد الرحمٰن سے شافعی مسلک کی تعلیم حاصل کی جبکہ عبد اللہ بن وھب سے مالکی فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

اس کے علاوہ مشہور قاری یوسف بن عبد اللہ کی شاگردی میں قراتِ حمزہ پر عبور حاصل کیا۔ طبری ایک مدت مختلف دینی علوم کی تحصیل میں مشغول رہے سرانجام بغداد واپس آگئے اور "محلّہ قنطر البردان" میں سکونت پذیر ہوگئے۔ بغداد میں طبری نے احمد بن یوسف، حسن محمد صباح اور ابوسعید استخری کے ہمراہ شافعی مسلک کی تعلیم و تدریس کی خدمات سرانجام دیں۔ ابن جریر نے اپنی عمر کا بڑا حصہ مرکزِ علم و فن اور معدنِ علوم و فنون شہر بغداد میں بسر کیا اور آخری ایام بھی وہیں پر گزارے۔ طبری اتوار کی رات کو ۲۸ شوال ۳۱۰ھ کو فوت ہوئے۔ اور بغداد میں اپنے ہی گھر میں دفن کئے گئے۔ اس علمی سفر کے دوران اس نے ہر شہر کی متعدد لائبریریوں کا دورہ کیا اور متعدد علوم مثلاً حدیث، فقہ، قرآن، فلسفہ تاریخ اور جغرافیہ کی بہت سی کتابوں کا دقت سے مطالعہ کیا جو بعد میں بہت ساری تالیفات و تصنیفات کی بنیاد قرار پایا۔ طبری شافعی مذہب تھا البتہ بعض علما، جریریہ مکتب کو طبری سے منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ طبری کے آباؤاجداد کی طبرستان میں بہت ساری زمینیں تھیں لیکن وہ طبعی طور پر ایک قناعت پسند انسان تھا اور اسی خصلت نے اسے آزاد الفکر اور صریح القول بنادیا تھا۔ طبری اپنی زندگی میں ہی بہت معروف و مشہور ہوگئے تھے شاگردوں کے علاوہ خلفاء، اہل منصب، علماء، فضلا اور اہل فضل و ہنر ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ ابن جریر کے علمی مقام کو سمجھنے کے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ خود طبری ایک فرقہ کے بانی ہیں جو مدت دراز تک طبریہ کے نام سے جاری رہا۔

علماء طبری کی خداداد استعداد کو ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں کہ وہ حافظ قرآن، قواید قرات سے آشنا، معانی و مفاہیم سے آگاہ، احکام القرآن میں سمجھ بوجھ رکھنے والے، احادیث اور سند احادیث سے باخبر، حدیث کی صحت و ضعف سے واقف اور ناسخ و منسوخ حدیث کے ایک بڑے عالم تھے۔ وہ اقوال صحابہ و تابعین اور ان کے بعد احکام میں اختلاف کرنے والے اور حلال اور حرام مسائل سے شناسائی رکھنے والی شخصیت تھی۔[1] طبری کو تاریخی

حوالاجات میں دیانتداری کی بناپر سب سے زیادہ ایماندار اور انصاف پسند مورخ کہا جاتا ہے۔ تاریخ لکھتے وقت انہوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ اپنی تحریروں میں قومی اور مذہبی تعصّبات کو شامل نہ کیا جائے۔ جریر طبری کے بارے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اپنے مضامین کو ایک دستاویز اور ماخذ کے ساتھ لکھتے تھے۔ اس کتاب میں طبری ہر مضمون کو شروع کرنے سے پہلے مسلسل کہتے ہیں کہ اس نے مذکورہ مضمون کہاں سے پڑھا یا کس سے پڑھا۔ اس لیے ان کی تالیفات کو دستاویزی کتاب سمجھا جاتا ہے۔

آثار اور تالیفات

طبری کا شمار ان معروف علماء اور مذہبی رہنماؤں میں ہوتا ہے جو اپنے فضل اور علم کی وجہ سے ہے صاحب رای تھے۔ طبری کی فقہ کے اصول اور ذیلی اصولوں میں بہت سی کتابیں اور آثار ہیں۔ طبری نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ کتابت میں گزار دیا۔ علوم دینیہ کی کوئی بھی صنف ایسا نہیں جس میں موصوف نے طبع آزمائی نہ کی ہو اور اس کو استحکام نہ بخشا ہو۔ درجہ ذیل کتب کی تصنیف طبری کی علمی شخصیت کی شاہد ہیں۔

تفسیر جامع البیان عن تاویل القرآن

یہ تفسیر ایک مقدمہ 26 جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ سنی روایت کی سب سے پہلی اور مشہور تفسیر ہے جس میں قرآن کے معانی، جامعیت، اطلس القرآن، نزولِ قرآن اور تفسیر سے مربوط مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔ تفسیر جامع البیان طبری کے قرآنی علوم میں تخصص اور تبحر کا بہترین نمونہ ہے۔

ذیل المذیل

اصحاب رسولؐ کی تاریخ پر مشتمل اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے ان اصحاب کا ذکر ہے جو حضور کی حیات طیبہ میں یا بعد میں فوت ہوئے۔ موصوف نے اس کتاب کی تشکیل میں زمانی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابع

یہ کتاب علم رجال کے متعلق ہے اور اس میں ان عظیم اور کبار اصحاب کا کبار تذکرہ ملتا ہے جن سے تفسیری اقوال منقول ہے۔

التبصیر فی معالم الدین

ابن جریرؒ ایک عظیم متکلم تھے اور کلامی مسائل کے ماہر تھے۔ اس کتاب میں آپؒ نے معتزلہ، قدریہ اور روافض کے عقائد کو باطل قرار دینے کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت کے عقائد کا دفاع بھی کیا ہے۔

کتاب الفصل بین القراءات، یا القراءات والتنزیل

یہ کتاب قرات کی اقسام اور قاریوں کے بارے میں ہے۔

کتاب وقف وابتداء یاالوقف

اس کتاب میں قرات قرآن اور تجوید کے قواید کو تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب البسیط

اس کتاب میں مختلف علما اور ان کے علمی مقام کو قلم بند کیا گیا ہے۔

کتاب اختلاف الفقہاء

یہ کتاب مختلف مسالک ومذاہب سے منسوب علما کی آراء کا مجموع ہے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آثار بھی ابن جریر بطری کے قلم سے پایہ تکمیل تک پہنچے۔

الجامع فی القراءات، الوقف والإبتداء، لطیف القول فی احکام شرائع االسالم، خفیف القول فی احکام شرائع االسالم، فضائل علی بن ابی طالب، فضائل ابی بکر و عمر و عثمان و علی، غدیر خم، تاریخ الرجال من الصحابۃ والتابعین۔

2- کتاب کا تعارف

تالیف کا انگیزہ اور اسباب

موردِ نظر گرانقدر علمی میراث کی تالیف کے بارے میں ابن جریر خود لکھتے ہیں کہ "میں خلقت انسان سے لے کر اپنے زمانے تک کے تمام واقعات کو جمع کرنا چاہتا ہوں"۔[2]

کتاب کی نوع اور تالیف کی روش

تاریخ طبری دو حصوں عالمی تاریخ اور اسلامی تاریخ پر مشتمل ہے۔اس لیے تاریخ طبری کو تاریخ الرسل وتاریخ الملوک کہتے ہیں۔ اس تاریخی اور گرانقدر کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ موصوف نے متنوع اور متعدد روایات کو مفصل اور مکرر بیان کرکے اسلامی تاریخ اور سیرہ پر مشتمل بے مثال اور قیمتی ماخذ کو معدوم ہونے سے نا صرف محفوظ بنایا بلکہ تاریخ کے انتہائی اہم اور حساس سرمائے کو ہم تک پہچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

تاریخِ عالم کا حصہ، تخلیق کی کہانی سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں حضرت آدمؑ سے لے کر عیسیٰ مسیح علیہ السلام تک انبیاء کی کہانیاں، اور پھر ساسانی دور کے آغاز سے آخر تک ایرانیوں کی تاریخ کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری میں اسلام کی تاریخ کا حصہ حضورﷺ کی سیرت سے شروع ہوتا ہے اور 302 ھ/ق کے آخر تک جاری رہتا ہے۔ طبری اسلامی تہذیب کو مکمل تصور کرتا ہے اور جغرافیائی، لسانی اور نسلی اختلافات کو مد نظر رکھے بغیر اپنی روایات کا اظہار کرتا ہے۔

تاریخ طبری کی روش تالیف توصیفی اور روایی ہے۔ موصوف نے تاریخ طبری کی تالیف میں روایات کو مع اسناد جمع کرنے کا التزام کیا اور اکثر وبیشتر اسناد کی جانچ پڑتال سے گریز کرتے ہوئے سند کو ذکر کرکے انہوں نے نقد و

جرح کی ذمہ داری قاری پر ڈال دی ہے اور بذات خود سبکدوش ہوگئے۔ اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ مذکورہ اسناد کی چھان پھٹک کا اہتمام کریں اور دیکھیں کہ آیا وہ صحیح ہیں یا ضعیف۔ اس کے علاوہ موصوف نے کتب وآثار کے ناموں کا بلاالتزام نہیں کیا بلکہ راوی کا نام ہی کتاب کا قائم مقام قرار دیا ہے البتہ بعض جگہوں پر راوی مع الکتاب بھی ذکر کیا ہے۔

اس کے بر عکس ابن جریر بعض مقامات پر ایک تجربہ کار ناقد کی حیثیت بھی اختیار کر لیتے ہیں اور اسناد پر نقد و تبصرہ کرکے نا قابل اعتماد روایت کو رد کر دیتے ہیں لیکن اس بناپر تاریخ طبری کو تحقیقی اور تحلیلی تاریخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ ایک مفسر ہونے کی بناپر طبری بلاشبہ مذہبی اور سیاسی نظریات اور فقہی نظریات سے متاثر تھا جس کا متعدد موضوعات میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں تسلسلِ حوادث کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

تاریخ طبری میں فتوح کی روایات اکثر طویل ہیں اور اسلوب بیان اور مختلف مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے مختلف روایات کو متعدد راویوں سے نقل کیا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ طبری نے تراميم اور تبصروں کی طرف کم توجہ دی ہے اور مسلمانوں کی مختلف معلومات کو جیساکہ وہ تھے منتقل کرکے مستقبل کے لئے سب سے بڑی خدمت کی ہے اور تحقیق و فیصلہ کا امکان فراہم کیا ہے۔ طبری اس طرح سیرت اور مغازی کے قدیم ترین راویوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔

کتاب کے بنیادی مآخذ

تاریخ طبری محض ایک تاریخی کتاب نہیں بلکہ اس میں تاریخ کے علاوہ سیرت، ادب، مغازی، معاہدات، حدیث، تفسیر، لغت، ادب، واقعات و شخصیات، اشعار، خطبات اور جغرافیائی حدود وغیرہ کو خوبصورت اسلوب اور مناسب ترتیب کے ساتھ ہر روایت کو مع راوی بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری کیونکہ متعدد موضوعات کا مجموع ہے اس بناپر ابن جریر نے تاریخ طبری کی تالیف میں مختلف موضوعات میں متعدد علما، مورخین اور محدثین سے استفادہ کیا ہے جن میں سے چند ایک اہم ذرائع کی طرف اشارہ کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کیونکہ تاریخ طبری اپنے ماخذ و منابع کے اعتبار سے بھی ایک ممتاز کتاب ہے۔ طبری نے اپنی اس تصنیف کے لئے جن مصادر کا انتخاب کیا وہ یہ ہیں:

ابن جریر نے تخلیقِ کائنات کے متعلق بیشتر روایات کو وہب ابن منبہ کی کتاب المبتداء الخلق، اسماعیل بن عبد الکریم، علی بن الحسین، ابراہیم بن عقیل، عبدالصمد بن معقل، الحسن بن یحی، ابن عباس، ضحاک ابن مزاحم، محمد ابن اسحاق، ابو جعفر، ابن مسعود اور دوسرے مشہور اصحاب سے نقل کیا ہے۔[3]

ابن جریر نے انبیاء اور رسولوں کی تاریخ کا مواد دو ماخذ سیرہ اور تفسیر کی کتابوں سے لیا جبکہ بنی اسرائیل اور تاریخی حوادث کی تبین کے لئے ایسے مصادر سے بھی مدد لی جن کا سرچشمہ یہودیت تھا مثلاً ابی عتاب، کعب الاحبار، محمد بن کعب القرظی، اس کے علاوہ حالات و تاریخی حوادث کو تورات، انجیل کے تراجم سے نقل کیا ہے اس کے علاوہ زبورِ داود کا ترجمہ جو "المزامیر ترجمہ زبور" کے نام سے مشہور ہے جسے وھب ابن منبہ سے منسوب کیا جاتا ہے، قابل ذکر ہے۔

اسی طرح ابن جریر نے اہل فارس یا ایران کے متعلق اکثر اطلاعات کو فارسی تراجم سے نقل کیا ہے جن میں ابو المنصور عبد الملک بن اسماعیل الثعالبی کی کتاب غرر اخبار الفرس و سیر ہم اور القصص الانبیاء، الکسائی کی کتاب القصص الانبیاء، محمد بن مہرام کا ترجمہ سیر ملوک الفرس۔ آئین نامہ ترجمہ ابن المقفع، کتاب التاج ترجمہ ابن المقفع، کتاب مزدک ترجمہ المقفع کتاب الکارنامج، ہشام بن محمد الکلبی ابو معشر البلخی صاحب کتاب الالوف۔ اس کے علاوہ طبری نے فارس کے معاملے میں سیف بن عمر التیمی، الضبی الاسدی، عبید اللہ بن سعد الزھری کیا روایات سے استفادہ کیا ہے۔

ابن جریر نے فتوحات بلاد اور ارتداد کے بیشتر واقعات و حالات سے مربوط روایات کو سیف ابن عمر، مدائنی، عمر بن شبہ ابو مخنف عمر اسدی، الواقدی، عمر ابن شیبہ، احمد ابن زھیر، سیف بن عمر سے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ مغازی میں احمد بن حماد الدولابی کی کتاب المبتدا و لامغازی، محمد بن حمید، ھناد بن السری، یونس بن بکیر، عروہ بن ہشام، احمد بن عبد الجبار العطاردی، سعید بن یحیٰ، محمد بن سائب الکلبی، ابو مخنف بن لوط بن یحیٰ، زیاد بن عبداللہ بن طفیل العامری، ابع محمد لا کوفی، ہارون بن ادریس، عمر ابن شہبہ، اسحاق ابن سیار، یحیٰ بن عباد، محمد بن جعفر، محمد بن ابراہیم التیمی، ابن جریح، الاعمش، ابن عباس، ابن جبیر سے نقل کیا ہے جبکہ قدیمی یمن اور عراق کی تاریخ کا بیشتر حصہ سیرہ ابن اسحاق، وھاب ابن منبہ، محمد کعب القرظی، ہشام ابن محمد الکلبی کی روایات سے استفادہ کیا ہے۔[4]

ابن جریر نے خلفائے راشدین اور بنی امیہ کے ابتدائی تاریخ کو بیان کرنے میں اپنے استاد شیخ محمد بن حمید، شیخ عمر بن شبہ، زوھیر بن وہیب، علی بن مجاہد بن رفیع الکابلی پر اکتفا کیا ہے اس کے علاوہ بنی امیہ کی تاریخ کو بیان کرنے میں بلاذری کی کتاب انساب الاشراف، تاریخِ ابوہریرہ سے بھی مدد لی ہے۔

مذکورہ ذرائع کے علاوہ بنی امیہ کی تاریخ میں عبد اللہ ابن عباس، عطار بن ابی رباح، عوانہ بن حکم، عروہ بن الزبیر، ابو صالح، مجاہد بن ابی ملیکہ، عمر و بن دینار، محمد بن معب، طاؤس، سعید ابن المسیب اور علی بن عبد اللہ بن عباس سے بہت ساری روایات نقل کی گئ ہیں۔[5] ابن جریر نے بنی عباس کے حالات کو نقل کرنے کے لئے احمد بن ابو خیثمہ،

احمد بن زھیر، عمر بن راشد، الھیثم بن عدی وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں۔ پوری کتاب میں مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ واقعات و حوادث اور روایات کو ان کی اسناد کے ساتھ بغیر کسی کلام کے ذکر کرتے چلے گئے ہیں۔

3- کتاب کے مطالب اور خصوصیات

تاریخ طبری، ایک عمومی تاریخ ہے۔ جسے تاریخ الرسول و الامم والملوک، کہا جاتا ہے، تاریخ اسلام کی قدیم ترین اور مشہور کتابوں میں سے ایک ہے۔ یہ کتاب عربی میں محمد بن جریر ابن یزید طبری (متوفی 310ھ) نے لکھی تھی۔ مصنف نے دنیا کی تخلیق کے آغاز سے لے کر 302 ہجری کے واقعات مفصل بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب مصنف کی تفصیل، قدیمی اور طریقہ کار کی وجہ سے ایک منفرد اور مستند تصنیف ہے۔ طبری کی تاریخ کے آغاز کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہے، لیکن یہ بات یقینی ہے کہ طبری نے تفسیر قرآن پر جامع بیان لکھنے کے بعد اسے لکھا۔

تاریخ طبری عربی زبان میں ایک منفرد اور مستند تالیف ہے جس کے متعدد زبانوں مثلا فارسی، ترکی، انگلش کے علاوہ اردو میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ مقالہ حاضر میں محمد صدیق ہاشمی کے اردو ترجمہ کو بنیاد قرار دیتے ہوئے تاریخ طبری کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا۔ یہ ترجمہ مندرجہ ذیل سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

جلد اول

مترجم نے پہلی جلد کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلی جلد میں موصوف نے مقدمہ کے بعد ولادت نبوی تک گزشتہ انبیاء اور امتوں کے احوال کو ذکر کیا ہے۔ ابن جریر نے مقدمہ کو خداوند متعال کی حمد و ثناء کے بعد پیامبر گرامی کی ذات بابرکت اور مقصد تخلیقِ کائنات اور تخلیقِ انسان کے ساتھ اختصاص دیا ہے۔ بطری نے بلترتیب "قلم، بادل اور عرش" کو اولین مخلوق قرار دیتا ہے۔ اس کے بعد تخلیق کائنات، اسمائے ستہ، دن، رات، چاند، سورج اور باقی تمام موجودات کی پیدائش کو بیان کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خلقت ابلیس اس کی ناشکری، دعویٔ الوہیت، تکبر، گمراہی اور انجام کو ذکر کیا گیا ہے۔[6]

موصوف نے مقدمہ کے بعد خلقت آدمؑ، حقیقت روح، علم الاسماء، پیدائش حواؑ اور زمین پر اتارے جانے کے ساتھ ساتھ زمین، پھل اور سبزیوں کی پیدائش کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آدمؑ کی جانشنی کو زیر بحث لاتا ہے۔ ابن جریر کی کتاب کے اس حصہ میں حضرت شیثؑ، یرد، ادریسؑ، اخنوح، نوحؑ اور قوم نوح، طوفان نوح، اولاد نوح مثلاً حام، یام، یافث کا تذکرہ ملتا ہے۔

عرب اور اس کی اقسام کے احوال کو ذکر کیا گیا ہے جس میں قوم عاد، ثمود، حضرت صالحؑ اور ان کی اونٹنی، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ، نمرود اور آتشِ نمرود، حضرت لوطؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ اور ان کی اولاد کا بیان ہے۔ اس کے تسلسل میں ابن جریر حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ اور برادران یوسفؑ کے حالات و

واقعات، عزیز مصر اور مصر کی خشک سالی، زلیخا کی داستان، حضرت ایوبؑ اور ان کی آزمائش کو قلم بند کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ کی پیدائش اور پرورش، حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات، حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کی ملاقات، حضرت ہارونؑ کے واقعات، فرعون اور جادوگروں کے حالات، سامری اور بنی اسرائیل کی تاریخ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فارس کے بادشاہوں مثلاً جیومرت، اشہنج، طہمورث، جمشید، بخت نصر، ازدہاق، افریدون کو بھی ذکر کرتا ہے۔ طبری کے بقول تمام ترک یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔

پہلی جلد کا دوسرا حصہ حضرت یوشعؑ کے حالات و واقعات سے شروع ہوتا ہے جس میں بنی اسرائیل کی گمراہی، طاؤن کی تباہ کاری، قارون، بلعم باعورہ، کی تاریخی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت الیاسؑ، حضرت یسعؑ، شمویل، جالوت، طالوت، حضرت داؤدؑ اور زبور کی حقانیت کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد موصوف انبیاء کی تاریخ کے اس تسلسل میں حضرت سلیمانؑ، تختِ بلقیس، حکایتِ ہدہد، بنی اسرائیل گمراہی، بیت المقدس کی ویرانی، حضرت ذوالقرنینؑ، اصحاب کہف کے حالات، حجرت عیسیٰؑ کی پیدائش، حجرت یونس بن متی کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ چین، عرب، روم، یونان اور فارس کے حالات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔[7]

ابن جریر حسب عادت کتاب کے اس حصہ میں فارس کی تاریخ میں منوچہر، طہماسب، زوّ بن طہماسب، کیقباد، کیسر و خسرو، طوس و فروز، فیزان، بخت نصر، سخاریب، زرح، اسفند یار، رستم، جرجیس، اردشیر، اصطخر، سابور، ہرمز بن سابور، یزدگر، بہرام جور، کسریٰ، نعمان کے واقعات کو بھی مفصل بیان کرتا ہے۔ ابن جریر کے بقول حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد تاریخ اسلام کا یہ سلسلۂ تاریخ طوفانِ نوح سے شروع ہو کر حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے تک چلتا رہا اس کے بعد تاریخ کا سلسلہ نمرود کی آگ سے حضرت یوسفؑ تک چلا۔ پھر یوسفؑ سے حضرت موسیٰؑ کی بعثت چلا بعد میں یہ سلسلہ حضرت سلیمانؑ کی بعثت تک جاری رہا اس کے بعد یہ ولادت مسیحؑ سے متصل ہوا اور حضور ﷺ کی بعثت پر تمام ہوا۔[8]

جلد دوم

تاریخ طبری کی یہ جلد بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ بیس ابواب کا حامل ہے پہلے باب میں رسول اللہ ﷺ کے حسب نسب، خاندان، پیدائش، قریش کے قبائل کی اجتماعی تاریخ، اور کعبہ کی تاریخی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں بعثتِ پیامبر ﷺ، ظہور اسلام، دعوت اسلام، اصحاب کی تاریخ اور حضور ﷺ کی مکی زندگی کے حالات، ہجرت حبشہ، اور کفار کے طرز عمل کو زینت قرطاس بنایا گیا ہے۔ تیسرا باب ہجرت مدینہ، اور انصار کی قربانیوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ چوتھے باب میں حضور ﷺ کی مدنی زندگی کے علاوہ انصار و مہاجرین کے بھائی چارے کو بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر پانچ جنگ بدر، اصحاب کی بہادری اور کفار کی شکست کے ساتھ مخصوص ہے۔

چھٹے باب میں یہودِ مدینہ اور کفارِ مکہ کی اسلام کے خلاف کی گئی کوششوں کو مفصل بیان کیا گیا ہے جبکہ ساتواں باب جنگ احد اور مسلمانوں کی جانثاری کے ساتھ مختص ہے۔ آٹھویں باب میں مدینہ کے داخلی اور گرد ونواح کے واقعات کو زیب قرطاس کیا گیا ہے اور باب نمبر نو جنگ خندق، حضرت سلمان فارسی اور حضرت علیؑ کی شجاعت کو قلم بند کیا گیا ہے۔ دسویں باب میں غزوہ قریضہ اور غزوہ المرسیع کے حالات و واقعات کو مورد بحث قرار دیا گیا ہے۔ گیارواں باب صلح حدبیہ اور بیت رضوان کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ بارویں باب میں حضورﷺ کی خارجہ پالیسی کے تحت لکھے گئے خطوط کے علاوہ حبشہ، فارس اور روم کی حکومتوں کا ذکر ہے۔ تیرواں باب غزوہ خیبر اور حضرت علیؑ کی شجاعت کے ساتھ مختص ہے۔ اسی طرح چودواں اور پندرواں باب بلترتیب غزوہ موتہ اور فتح مکہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جبکہ باب نمبر سولاں اور ستراں غزوہ حنین اور غزوہ تبوک کے متعلق ہے۔ اٹھارویں باب کو سنہ الوفود کا نام دیا گیا ہے اس میں مختلف علاقوں میں بھیجے جانے والے خطوط اور مکہ میں حضورﷺ سے ملنے آنیوالے وفود کا ذکر ہے۔ باب نمبر انیس میں خطبہ حجتہ الوداع اور رسول اللہﷺ کی علالت کو قلم بند کیا گیا ہے۔ بیسویں باب میں پیامبر اکرمﷺ کی رحلت اور سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔[9]

دوسری جلد کا دوسرا حصہ انیس ابواب پر مشتمل ہے جس کا پہلا باب حضرت ابوبکر کی خلافت، لشکر اسامہ کی حالات و واقعات کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے باب میں مدعیان نبوت، اسود عنسی، قیس بن یغوث، اہل یمن کا ایمان لانا، رسول اللہﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؑ کی وفات کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصے کے تیسرے باب میں مرتدین اور منکرینِ زکواۃ اور ام سلمی کے خروج کے حوادث کو ذکر کیا گیا ہے جبکہ چوتھا باب مدعیان نبوت سجاح اور سلمہ کذاب اور اہل یمامہ کے حالات واقعات کے متعلق ہے۔ پانچواں باب مرتدینِ عمان، یمن اور بحرین کے متعلق ہے جبکہ چھٹا باب حضر موت کے مرتدین کے ساتھ مخصوص ہے۔

ساتویں باب میں فتوحات عراق، جنگ سلاسل، حضرت خالد بن ولید کی شجاعت، ایرانیوں کی شکست، جنگ مذار، جنگ دجلہ، جنگ الیس، اہل حیرہ کا معاہدہ، جنگ ذات العیون اور جنگ فراض کے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر آٹھ میں فتوحات شام اور جنگ یرموک کے حالات و واقعات کو رشتہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ باب نہم میں خلافت حضرت عمر فاروق کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر دس حضرت عمر کی خارجہ پالیسی اور جنگ قادسیہ کے متعلق ہے۔ گیارواں اور بارواں باب فتح ایران سے مربوط ہے جیسے یوم ارمات کہتے ہیں۔ باب نمبر تیرا اور چودا فتوحات شام اور فارس کے متعلق ہے جبکہ باب نمبر پندراں اور سولاں ایرانیوں کی شکست اور خلیفہ دوم کی داخلہ پالیسی پر مشتمل ہے جبکہ باب نمبر سترا میں بصرہ کی تعمیر سے مربوط ہے۔ اٹھارویں باب میں اہل حمص کی صلح، قنسرین کی فتح اور 15 ہجری کے واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے اور باب نمبر انیس میں 16 ہجری اور

بالخصوص اہل یمن کے واقعار کو بیان کیا گیا ہے۔

جلد سوم

اس جلد میں خلافت فاروقی اور عثمانی کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ یہ جلد بھی دو حصوں پر مشتمل ہے جس کا پہلا حصہ مندرجہ ذیل تئیس ابواب کا مجموعہ ہے جس کا پہلا باب سلطنت کسریٰ کے خاتمہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سن ہجری کے اجراء، رومیوں کی ناکامی اور اسلامی حکومت کے داخلی انتظامات کی اشارہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں 17 ہجری کے اہم واقعات مثلاً شہرِ کوفہ کی تعمیر، فوجی مرات کا تعیّن اور بصرہ کے حالات شامل ہیں۔ جلد سوم کے دوسرے حصے کا تیسرا باب اہل روم کے حوادث اور طاؤن وبا کی تباہ کاریوں کا بیان گر ہے۔ موصوف حسب عادت اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ فارس کی تاریخ کو بھی بیان کرتا ہے۔ چوتھا باب اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں فارس کے شہر اہواز، مناذر اور ہرمزان کی شکست کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ پانچواں باب 18 اور 19 ہجری کی فتوحات اور متفرق واقعات کا بیان گر ہے جبکہ چھٹا باب فتح مصر اور 20 ہجری کے متفرق حوادث کا مجموعہ ہے۔ ساتواں باب میں موصوف جنگ نہاوند میں مسلمانوں کی شجاعت کے علاوہ 21 ہجری کے واقعات کو نقل کرتا ہے۔ باب نمبر آٹھ میں فتح اصفہان، ہرمزان، شہر رے، ہمدان، کی فتوحات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ بابِ نہم میں آذربایجان کی فتح کے علاوہ 22 ہجری کے حادثات کو بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر دس عراق اور ایران کے مفتوحہ علاقوں کی داخلی صورت حال کو قلم بند کیا گیا ہے جبکہ باب نمبر گیارں میں فتح مکران، سجستان، اور 23 ہجری کے اہم واقعات کو رشتہ تحریر میں لایا گیا ہے۔ باب باراں خلیفہ دوم عمر فاروق کی شہادت اور انتظامی امور اور کارناموں کے متعق ہے اس کے علاوہ عبدالرحمٰن بن عوف کی قیادت میں مجلس شوری کے انعقاد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر تیراں اور چوداں بلترتیب عمر فاروق کے خطبات اور سیاسی سیرہ کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ باب نمبر پندراں مجلس شوریٰ کی کارکردگی کا عکاس ہے۔ باب نمبر سولاں حضرت عثمان غنی کی خلافت کے ابتدائی دور کو بیان کرتا ہے اس کے علاوہ 25، 26، 27 اور 28 ہجری کے حوادث نیز افریقہ کے جنگی واقعات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ باب نمبر ستراں میں 29 ہجری اہم واقعات مثلاً روم و فارس کے داخلی حالات کو زیب قرطاس کیا گیا ہے۔ اٹھارواں باب جنگ آرمینیہ، فتح سرخس، فتح بیہق اور 32 ہجری کے اہم واقعات پر مشتمل ہے۔ باب نمبر انیس میں فتح ترکستان اور 33 ہجری کے متفرق حوادث کو بیان کیا گیا ہے جبکہ بیسویں باب میں 34 ہجری کے اہم واقعات اور اسلامی خلافت کے تحت شہروں کی داخلی وضیعت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب نمبر اکیس میں حضرت عثمان غنی کی شہادت، اہل مصر کا محاصرہ، حضرت علیؑ اور مروان کے حفاظتی اقدامات کو قلم بند کیا گیا ہے۔ باب نمبر بائیس اور تئیس میں بلترتیب دارالخلافہ کے داخلی حالات کو

بیان کیا گیا ہے نیز اصحاب کی خانہ جنگی کو روکنے میں کی گئی کوششوں کو سراہا گیا ہے۔[10]

تیسری جلد کا دوسرا حصہ حضرت علیؑ کی خلافت سے شروع ہوتا ہے اس کے علاوہ قصاصِ حضرت عثمان اور مدینہ کی داخلی وضیعت کو نقل کیا گیا ہے۔ دوسرا باب اختصار کے ساتھ خلافت علیؑ کی ابتدائی مشکلات اور مغیرہ بن شعبہ کی معاویہ ابن سفیان کے بارے میں سفارش کو بیان کرتا ہے۔ تیسرا باب اہل بصرہ اور بنی امیہ کی مخالفت کو مفصل بیان کرتا ہے۔ چوتھا اور پانچواں باب اہل بصرہ، ام المومنین حضرت عائشہ، طلحہ وزبیر کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے جبکہ چھٹا باب اہل بصرہ اور اہل کوفہ کو خلیفہ کی طرف سے کی گئی ہدایات کو بیان کرتا ہے۔ ساتواں اور آٹھواں باب بلترتیب جنگ جمل سے پہلے اور جنگ جمل کے واقعات پر مشتمل ہے۔ باب نمبر نو میں اہل بصرہ اور اہل شام کے خطوط کا ذکر کیا گیا ہے۔ دسواں باب جنگ صفین، عمرو عاص کی سازشوں حضرت علیؑ کے اصحاب بلخصوص مالک اشتر کی شجاعت اور وفاداری کے بیان پر مشتمل ہے۔ گیارواں باب صفین کی جنگ بندی کے متعلق ہے جبکہ باروان باب شامی لشکر کے حملے اور حضرت علیؑ کے اصحاب کی شجاعت کی داستان بیان کرتا ہے۔

باب نمبر تیرا میں حضرت عمار یاسر کی شہادت، عمرو عاص کی مکاری اور شامیوں کی طرف سے قرآن کا نیزوں پر اٹھائے جانے کا بیان ہے۔ چودواں باب صفین کی جنگ بندی اور دومہ الجندل کے مقام پر تحکیم کے واقعہ کو نقل کیا گیا ہے۔ پندرواں باب اصحاب کی حضرت علیؑ سے علیحدگی اور داخلی انتشار کے متعلق ہے جبکہ سولواں باب جنگ نہروان سے مربوط ہے۔ باب نمبر ستراں جنگ نہرواں کے نتائج اور مصر کی شورش سے مخصوص ہے جبکہ اٹھارواں باب محمد بن ابی بکر اور مالک اشتر کی شہادت کو بیان کرتا ہے۔ باب نمبر انیس میں بصر کے داخلی حالات اور ابن عباس کے حضرت علیؑ کو لکھے گئے خطوط کو نقل کیا گیا ہے۔ بیسواں باب خلافت کے داخلی انتشار کا بیان گر ہے جبکہ باب نمبر اکیس میں امیر معاویہ کی عہد شکنی اور 39 ہجری کے واقعات کا ذکر ہے۔ بائیسواں باب بھی شامی لشکر کے ہاتھوں کی حجاز، یمن، نجران اور مدائن کی تباہ کاریوں سے مخصوص ہے۔ باب نمبر تئیس میں زیاد کا فارس اور کرمان پر تسلط کو بیان کیا گیا ہے جبکہ باب نمبر چوبیس میں امیر معاویہ کے ہاتھوں حجاز اور یمن کی فتح کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ باب نمبر پچیس میں حضرت علیؑ کی شادت کا تذکرہ ہے۔

جلد چہارم

تاریخ طبری کی چوتھی جلد اسلامی تاریخ کے اہم ترین دور کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ مذکورہ جلد امیر معاویہ کے بیس سالہ دور حکمرانی سے لے کر امیر معاویہ کی وفات کے سات ماہ بعد کربلا کے خونی واقعہ کو مفصل بیان کرتی ہے۔ اس جلد کے دو حصے ہیں پہلا حصہ سولاں ابواب کا حامل ہے۔ پہلا باب حکومتِ امیر معاویہ اور صلح امام حسنؑ سے مربوط ہے جبکہ دوسرا باب خوارج کی شورش اور 43 ہجری کے واقعات سے مخصوص ہے۔

بانمبر تین 44، 45، 46، 47، 48، 49 کے اہم واقعات کو بیان کرتا ہے۔ چوتھا باب حجر بن عدی، فتح بلخ، اور 51 ہجری کے حوادث پر مشتمل ہے۔ پانچواں باب یزید کی ولی عہدی، فتح بخارا ابن زیاد کی خراسان میں تقرری کے علاوہ 55، 54، 53، 52، ہجری کے اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے جبکہ چھٹا عبید اللہ ابن زیاد کی تقرری کے علاوہ 58، اور 59 ہجری کے متفرق حادثات کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر سات میں امیر معاویہ کی وفات اور شام کی داخلی وضیعت کو بیان کیا گیا ہے جبکہ آٹھواں باب یزید بن معاویہ کی جانشینی، امام حسینؑ سے طلبِ بیعت، امام کی مکہ میں آمد کے علاوہ مکہ اور مدینے کے حالات کو نقل کیا گیا ہے۔ نواں باب مسلم بن عقیلؑ کی کوفہ روانگی سے لے کر شہادت مسلم بن عقیلؑ تک کے حوادث کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ دسویں باب میں امام حسینؑ اور شہداء کربلا کی شہادت سے پہلے کو واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر گیارہ سانحہ کربلا، خاندان عصمت و طہارت کی اسیری اور 61 ہجری کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بارواں باب 62 اور 63 ہجری کے اہم واقعات مثلا مدینہ کا محاصرہ اور قتل عام، خانہ کعبہ پر سنگ باری، یزید کی موت اور بہت سارے اہم واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ باب نمبر تیراں میں قاتلین امام کے خلاف توابین کے قیام، مختار ثقفی کی شجاعت اور عبد اللہ ابن زبیر کی مکہ میں بیعت کے علاوہ 65 ہجری کے اہم حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ چوداں باب آل زبیر کی حکومتی سرگرمیاں اور کوفہ کے داخلی حالات کے متعلق ہے جبکہ پندرواں باب 66 ہجری کے اہم واقعات مثلاً مختار ثقفی کا قیام، ابراہیم بن مالک کا مختار سے اتحاد اور کوفہ کا تصرف قابل ذکر ہیں۔ باب نمبر سولاں میں کربلا کے شہداء کا انتقام، اہل شام کی شکست، قاتلین امام کا قلا قمہ اور 66 ہجری کے اہم واقعات کا نقل کیا گیا ہے۔[11]

اس جلد کا دوسرا حصہ اموی دورِ حکومت کی کارکردگی کے متعلق ہے۔ جو 68 ہجری سے 99 ہجری تک کے واقعات کو مفصل بیان کرتا ہے۔ یہ حصہ مصعب بن زبیر کی حکومت سے شروع ہوتا ہے ابتدا میں ابراہیم مالک اشتر کی شامی فوج کے خلاف جنگی مہم کو بیان کرتا ہے اس کے بعد مہلب بن صفرہ کے ہاتھوں بصرہ کے محاصرے کو نقل کرتا ہے۔ مختار ثقفی کے قتل کو بیان کرنے کے بعد مدائن، کوفہ اور مکہ کے داخلی حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس باب کے دیگر اہم واقعات میں خوارج کی شورش، معرکہ کرخ اور ابن حر کا خروج قابل ذکر ہیں۔

باب نمبر دو عبد الملک بن مروان کی حکومت سے مربوط ہے جس میں 69 ہجری کے مہم حادثات مثلاً عمرو ابن سعید کا قتل، بنی کندہ کی سرنگوشی کے علاوہ کوفہ اور مکہ کے داخلی حالات شامل ہیں۔ تیسرا باب خوارج کی بغاوت اور 72 ہجری کے اہم واقعات ذکر کیے گئے ہیں جبکہ چوتھا باب مکہ میں آل زبیر کی حکومت اور 73 ہجری کے حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ پانچواں باب 75 ہجری کے اہم واقعات مثلاً حجاج بن یوسف کی مکہ، عراق اور بصرہ میں باہ کاریاں، قابل ذکر ہیں۔ چھٹا باب 76 ہجری کے واقعات پر مشتمل ہے جبکہ ساتواں باب شبیب بن یزید خارجی کی شورش کے علاوہ 77

ہجری کے اہم حوادث کا شاہد ہے۔ باب نمبر آٹھ اور نو بلترتیب خوارج کی شکست اور حکومت کے تحت علاقوں کے داخلی حالات کو بیان کرتے ہیں۔اسی طرح باب نمبر دس، گیارہ اور باراں بھی حکومت کے خلاف قیام کرنے والی جماعتوں کی سرکوبی کے متعلق ہیں۔ باب نمبر تیراں میں 86 ہجری کے اہم واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر چوداں میں ولید بن عبدالملک کی دور حکومت سے متعلق ہے۔اس باب میں 9 ہجری تک کے اہم واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ پندرواں باب 91 ہجری تک کے اہم حوادث مثلاً صغد کا محاصرہ، سمرقند کی فتح، قتیبہ کی خرسان میں تقرری، حجاج بن یوسف کا انتقال قابل ذکر ہیں۔ سولواں باب سلیمان بن عبدالملک کے دور حکومت سے مربوط ہے جس میں قتیبہ کی بغاوت، قلعہ عوف کی فتح اور 99 ہجری کے اہم واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔

جلد پنجم

اس جلد کے دو حصے ہیں پہلا حصہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت کے مکمل حالات، اموی خلفاء کی اسلام کے نام پر شاہی نظام کا رائج کرنا اور خلافت کو موروثی قرار دینا، ابو مسلم خراسانی کی فتنہ سازی، آل عبدالملک کی کارکردگی، یزید بن مہلب کی جنگ اور گرفتاری، نصر بن سیار، زید بن علی کا حملہ، ضحاک بن قیس خارجی کی شورش، سلیمان بن ہشام کی بغاوت، تمیم بن نصر کی شورش، ثابت بن نعیم کا قیام اور شکست، بصرہ، عراق، خراسان، اہل سغد، سمرقند، جنگ کمرجہ کے واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ 99 ہجری سے لے کر 131 ہجری تک کے تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری کی جلد نمبر پانچ میں بنی امیہ اور بنی عباس کے درمیان مذہبی اور قومی تعصب اور عربوں کے نفاق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ اہل یمن، اہل طبریہ، اہل حمص، فلسطین، اہل شام، بلخ، کرمان، اہل روم اور گرد و نحوا کے قبائل کے حالات و واقعات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

مذکورہ جلد کا دوسرا حصہ خلیفہ ابوالعباس السفاح سے لے کر خلیفہ الہادی عباسی دورِ حکومت (132 ہجری سے 175 ہجری) تک کے واقعات کو نقل کیا گیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بنی عباس کی حکومت کے ابتداء اور بنی امیہ کے زوال سے مربوط ہے۔ پانچویں جلد کا دوسرا حصہ ابوالعباس کی دورِ حکومت سے شروع ہوتا ہے۔اس کے علاوہ 132 ہجری ہے اہم واقعات مثلاً اہل جزیرہ کی بغاوت، ابو جعفر کی شورش، سلیمان بن کثیر کا قتل، بسام بن ابراہیم کی بغاوت اور ابو مسلم خراسانی کا قیام قابل ذکر ہے۔اس کتاب کے تیسرے باب میں ابو جعفر المنصور کی خلافت کا بیا ہے۔اس جلد کے دوسرے اہم حوادث میں طبرستان کی فتح، ابو نصر کی رہائی، مکہ، مدینہ، شام اور یمن پر عاملین کی تقرری، موسی بن عبداللہ اور عثمان بن محمد کا قتل، مدینہ میں اہل حبشہ کی شورش، بغداد کی تعمیر، ابراہیم بن عبداللہ کا خروج، محمد بن یزید کی بصرہ میں آمد، شہر کوفہ کی بدانتظامی، قیصر روم کی ابو جعفر سے صلح

اور خاندان برمک کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد خلیفہ محمد بن عبداللہ مہدی کی خلافت اور اس کے اہم کارنامے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ 159 ہجری سے 169 ہجری کے اہم واقعات مثال کے طور پر یوسف ابرم کی بغاوت، عیسیٰ بن موسیٰ کی نظربندی، آل ابی بکرہ سے تعاون، عبدالسلام خارجی کا خروج، ہارون الرشید کی جہاد میں شرکت، قلعہ سمالو کی تعمیر، یعقوب بن داؤد کی وزارت، مہدی کی وفات کے علاوہ متفرق حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ موسیٰ بن ہادی کا عہد خلافت بیان کیا گیا ہے جس میں یحییٰ بن خالد کی خدمات، یعقوب بن فضل کا قتل، مسجد نبوی کی بے حرمتی، حسین ابن علیؑ کا خروج، معرکہ بلاط اور 199 ہجری کے دیگر اہم واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔[12]

جلد ششم

چھٹی جلد خلافتِ عباسی کے تمدن آفریں اور درخشاں عہد کی مکمل تاریخ ہے جس میں ہارون الرشید سے خلیفہ الواثق باللہ (171 ہجری سے 231 ہجری) تک کے اہم واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ جلد سولاں ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ جلد ہارون الرشید کی خلافت سے شروع ہوتی ہے جس میں ہجری 171 سے 197 ہجری تک اہم واقعات مثلًا بیعت خلافت، امارت خراسان پر عباس بن جعفر کا تقرر، یحییٰ بن عبداللہ کا خروج، طبرستان پر عبداللہ بن حازم کا تقرر، اسحاق بن سلیمان کے خلاف بغاوت، قلعہ صنعاف کی تسخیر، موصل کی تعمیرِ نو، اہل شام کی شورش، موسیٰ بن یحییٰ کی ہاروں کے خلاف بدظنی، آل برمکہ پر تشدد، رافع بن لیث کی بغاوت، فتح ہرقلہ اور ہارون الرشید کی وفات تک کے اہم واقعات شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت کے تحت تمام شہروں مثلًا مدینہ، کوفہ، مکہ، خراسان اور بصرہ وغیرہ کے عاملین کے حالات کو بھی قلم بند کیا گیا ہے۔

ہارون الرشید کی وفات کے بعد خلیفہ محمد الامین کا دورِ حکومت بھی اسی جلد کا حصہ ہے جس میں محمد الامین کی بیعت، امین اور مامون کی کشیدگی، بکر بن المعتمر کی شورش، فضل بن سہل اور فضل بن ربیع کی خدمات اور وفاداری، علی بن عیسیٰ کی حمدان آمد، خراسان پر فوج کشی، خلیفہ الامین کی معزولی، محمد بن یزید کی شکست، بغداد کی طوائف ملوکی، ہرثمہ کی فوج کشی اور خلیفہ محمد الامین کا قتل اس حصے کے قابل ذکر واقعات ہیں۔

خلیفہ مامون عبداللہ کا عہد حکومت اس کا اہم حصہ شمار ہوتا ہے جو مامون کی دورِ حکومت سے شروع ہوتا ہے اس کے علاوہ اس کتاب کے اہم واقعات میں ابوالسرایا کی بصرہ روانگی، ابن سعید کا مدائن پر قبضہ، محمد بن سلیمان کا مدینہ پر قبضہ، داؤد بن عیسیٰ کی عراق روانگی، ہرش کی بغاوت، بغداد میں شورش، امام علی بن موسی الرضاؑ کی ولی عہدی، مامون کی طوس روانگی، مامون کا عراق جانا، مصر میں شورش، فتح اسکندریہ، عاملین کا تقرر، فتح حوف، قلعہ قرہ کی فتح، مامون کی وافات اور 218 ہجری تک کے اہم متفرق واقعات کا تفصیل سے بیان ہے۔

خلیفہ معتصم اور اس کی خلافت بھی اس کتاب کا اہم باب شمار ہوتا ہے جس میں بابک خرمی کی بغاوت، اردبیل کے داخلی حالات، معرکہ ارشق، بغا کی سرکشی، خرمیوں کی بغاوت، افشین کی شورش، شام اور روم کے داخلی حالات، سہل بن سنباط کی سرگرمیاں اور 227 ہجری تک کے اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ خلیفہ ہارون الواثق باللہ اور اس کی بیعت کا ذکر اس کتاب کے اہم اباب میں سے ہے۔ جس میں بیت المال العروس کی تعمیر، امارت یمن پر شار بایان کا تقرر، بنی سلیم کی شورش، بنی عوف کی سرکوبی، بنی کلاب کی گرفتاری، واثق کی وفات اور 232 ہجری تک کے اہم حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔

جلد ہفتم

تاریخ طبری کی یہ جلد خلافت بغداد کے دورِ انحطاط سے مربوط ہے جس میں خلیفہ جعفر المتوکل عباسی سے خلیفہ محمد المہتدی باللہ (232 ہجری سے 256 ہجری) ساتویں جلد کا پہلہ حصہ سات ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا باب جعفر المتوکل کی خلافت کے متعلق ہے جس میں 233 ہجری سے 245 ہجری کے اہم واقعات مثال کے طور پر ارمینیہ کی بغاوت، رومیوں کا حملہ، متوکل کی دمشق آمد، جعفری شہر کی تعمیر، متوکل کا قتل اور اس دور کے اہم متفرق حوادث کو نقل کیا گیا ہے۔ باب نمبر دو میں خلیفہ المنتصر کی اس کے عہد حکومت کے اہم واقعات کو مفصل ذکر کیا گیا ہے۔ باب نمبر تین خلیفہ المستعین باللہ کے عہد خلافت کے اہم حوادث کا بیان گرہے جس میں ساریہ پر تسلط، یحییٰ بن عمر کا کوفہ پر قبضہ، ترکوں کی شورش اور 251 ہجری کے قابل ذکر واقعات شامل ہیں۔

اس جلد کا چوتھا باب المستعین کی معزولی اور معتز کی بیعت کے متعلق ہے جس میں ترکوں کی سرکوبی، باب بغواریہ کی جنگ، ترکوں اور اہل بغداد کی جنگ، فتح متمورہ، بنی ہاشم سے مصالحت، مکہ کا محاصرہ اور 252 ہجری تک کے اہم حالات کا بیان ہے۔ پانچواں باب خلیفہ المعتز کی خلافت سے مخصوص ہے جس میں 255 ہجری تک کے اہم واقعات بیان کیے گئے ہیں جبکہ باب نمبر چھ میں خلیفہ المہتدی کے بیعت، شورش بغداد، قبیحہ بن معتز کی شورش وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے۔ ساتویں باب میں اہل بحرین علی بن محمد کی اطاعت، صاحب زنج کا خروج، جنگ نہربیان، ابو نصر کی شورش اور اہل بصرہ کی داخلی وضعیت کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

تاریخ طبری کی ساتویں جلد کا دوسرا حصہ خلافتِ بنی عباس کے دورِ انحطاط پر مشتمل ہے۔ موصوف نے اسے آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلا باب خلیفہ المعتمد علی باللہ کی بیعت سے مربوط ہے اس کے علاوہ 257 ہجری سے 264 ہجری تک کے مشہور واقعات مثلاً بصرہ کا محاصرہ، یحییٰ بن محمد البحرانی، علی بن ابان، ابو احمد اور منصور بن جعفر کی شورشیں، سامرہ کے داخلی حالات، یعقوب بن اللیث کی کارکردگی کے علاوہ متفرق واقعات کو ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا باب خلافت کے زوال اور اس کے اسباب سے مخصوص ہے تیسرے باب میں 268 ہجری سے

270 ہجری تک کے اہم حوادث کا ذکر ملتا ہے جبکہ چوتھا باب داخلی فسادات، رومیوں کی شورش، امیر حج ہارون بن محمد کی فعالیت کو مفصل بیان کرتا ہے۔ باب نمبر پانچ قرامطہ کے داخلی حالات، 279 ہجری متفرق واقعات کا بیان کر ہے۔ چھٹا باب خلیفہ المعتضد باللہ کی بیعت اور 289 ہجری تک کے اہم حوادث کا نقل کرتا ہے جبکہ ساتواں باب خلیفہ المکتفی باللہ کی بیعت اور قرامطہ کی بد حالی کو زیبِ قرطاس کرتا ہے۔ اس کتاب کا آخری باب خلیفہ المقتدر کی خلافت اور 302 ہجری کے متفرق واقعات کا مجموعہ ہے۔

4- کتاب کا علمی مقام و مرتبہ اور افادیت

تاریخ طبری کو جو مقام اسلامی تاریخ کی کتابوں میں حاصل ہے وہ ہر صاحب علم پر روشن ہے قدیم مآخذ میں سے سب سے بڑا اور مفصل ماخذ یہ کتاب ہے۔ اس سے پہلے جو تاریخ کی کتابیں مثلاً تاریخ یعقوبی وغیرہ ملتی ہیں بہت مختصر اور تفصیلات سے خالی ہیں۔ تاریخ طبری کو اسلامی تاریخ کے سلسلہ میں امہات الکتاب کا درجہ حاصل ہے تاریخ طبری کی یہ خصوصیت وفضیلت ناقابل انکار ہے کہ تاریخ طبری کے بعد جتنی بھی تاریخ کی کتابیں لکھی گئیں ہیں ان سب کا مآخذ یہی کتاب ہے تمام تاریخی آثار کی طرح طبری کا ترجمہ بھی کم یاب، بلکہ نایاب ہو چکا تھا لیکن اہم تاریخی میراث ہونے کی بنا پر اس کو محفوظ کر لیا گیا۔

تاریخ الرسل والملوک اپنی اہمیت کی وجہ سے ابو صالح منصور بن احمد بن اسماعیل بن سامان السامانی کے حکم سے 352 ہجری میں فارسی میں ترجمہ ہوئی اور یہ ترجمہ محمد بن عبداللہ البلعمی نے کیا تھا۔ مترجم نے اس کتاب میں درج واقعات کو اخبارِ انبیاء اور اخبارِ الملک کے ابواب میں ترتیبِ زمانی میں مرتب کیا۔ ترکی زبان میں اس تاریخی ورثہ کو امیر الامراء احمد پاشا کے عہد حکومت میں محفوظ کیا گیا اس کتاب کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سے سرکاری انتظام و اہتمام کے ساتھ شائع ہوا جو کہ اب نایاب ہے۔ اس کے بعد اس ضخیم و عظیم الشان کتاب کو پھر سے مرتب کرکے اور فہرستوں اور عنوانات کے اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا۔

مورخین اور علما کے درمیان ہمیشہ یہ سوال رہتا ہے کہ طبری کی تاریخ اتنی مشہور کیوں ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے اس کتاب پر مکمل تنقید کی ضرورت ہے، جس کی ہم ذیل کے حصوں میں مکمل اور جامع وضاحت فراہم کریں گے۔[13] لیکن مختصراً یہ بیان کیا جاسکتا ہے کہ طبری نے اپنی اس عظیم کتاب کو لکھتے وقت کبھی بھی اپنی ذاتی آراء اور قومی ومذہبی خیالات کو شامل نہیں کیا۔ یہ ایک بہت اہم نکتہ ہے کیونکہ کسی بھی مورخ کی سرگرمی کا پہلا ستون اس کی غیر جانبداری ہونا چاہیے۔ ایک مورخ جو کسی چیز کے بارے میں گھبراتا ہے بہت زیادہ منظور نہیں کیا جاسکتا۔

آج کل انسانی علوم کی تمام شاخوں کے محققین جب کسی کتاب کا جائزہ لینا چاہتے ہیں تو پہلے مصنف پر تنقید کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پہلے یہ جاننا چاہیے کہ کیا سپر مصنف جنونی ہے اور اس نے جان بوجھ کر کتاب

لکھی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کے متن کا بغور جائزہ لینا چاہیے۔ لیکن طبری کی تاریخ اس قابل فخر امتحان سے نکلی ہے۔ ابن جریر طبری نے اس کام کو لکھتے ہوئے اپنے ایرانی اور اسلامی تعصب کو کبھی بھی واقعات لکھنے میں شامل نہیں کیا جتنا وہ کر سکتے تھے۔ اس سلسلے میں طبری کی تاریخ بہت مشہور اور معتبر ہے۔

تاریخ طبری کی اہمیت کی سب سے بڑی وجہ واقعات کے ذکر میں طبری کی دیانت داری ہے۔ طبری نے اپنی ملکیت میں موجود کتابوں اور دستاویزات کے تمام مواد کو بغیر کسی مداخلت اور تعصب کے لکھا ہے اور نتیجہ سامعین پر چھوڑ دیا ہے۔ قومی تعصب اور مذہبی تعصب کے بغیر انہوں نے صرف تاریخی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب تاریخ الرسول والملوک طبری کی اہمیت اور اعلیٰ قدر کو سمجھنے کے لئے یہ جان لینا کافی ہے کہ ابن خلدون جیسا شخص جس نے ہمیشہ تاریخی واقعات کو صحیح اصولوں پر مبنی سائنسی ڈیزائن اور تالیف کے ذریعے سمجھنے اور ان کی تشریح کرنے کی کوشش کی۔ تنقید کی؛ انہوں نے محمد ابن جریر طبری کا ذکر بڑی تعظیم کے ساتھ کیا ہے اور بطور مورخ اور راوی ان کی تعریف کی ہے۔

تاریخ طبری پر گراں قدر اور نایاب کتاب نہ صرف تاریخ اسلام اور اسلام کے بعد کے ایران کی تاریخ سے متعلق واقعات بیان کرتی ہے بلکہ قدیم ایران کی تاریخ اور خاص طور پر ساسانیوں کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ انبیاء کی تاریخ اور ایران کی اساطیری تاریخ کو مکمل طور پر مرتب کیا گیا ہے۔ تاریخ طبری کی یہ جامعیت ایک مضبوط وجہ ہے کہ یہ کتاب تاریخ کی دیگر کتابوں میں زیادہ ممتاز اور قابل غور ہے۔ عام طور پر انبیاء اور بادشاہوں کی تاریخ، جسے تاریخ طبری کہا جاتا ہے، ایک ایسی تصنیف ہے جسے تاریخ کے اکثر ماہرین نے قومی اور مذہبی تعصّبات میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ایک درست تاریخی ماخذ قرار دیا ہے۔[14]

اس کے علاوہ یہ کتاب ایران، اسلامی سرزمین، روم، ہندوستان کی تاریخ کی جامعیت اور تفصیلات کی وجہ سے قدیم دنیا کی تاریخ کو سمجھنے کا ایک جامع ذریعہ ہے۔ کئی سالوں سے، محققین اور تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے افراد تاریخ طبری پر مفت اور غیر سینسر شدہ کتاب کو تحقیقی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور قدیم ایران، قدیم دنیا اور عالم اسلام کی تاریخ سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ خوش قسمتی سے یہ کتاب مکمل طور پر زمانے کے چکروں سے گزر کر آج ہم تک پہنچی ہے۔

نتیجہ گیری:

اس مقالہ کے نتیجہ کے طور پر ہم مذکورہ بالا مطالب کو کچھ یوں بیان کر سکتے ہیں ہیں کہ کتاب شناسی کی روش کے عمدہ اصول درج ذیل ہیں:

1. **مؤلف کا اجمالی تعارف:** مولف کے اجمالی تعارف میں ان کی تاریخ اور جائے پیدائش،

مولف کی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس کا دورانیہ اور علمی مراکز سے وابستگی بیان کی جائے۔ اور آخر میں مولف کا سال وفات اور اگر ان کی وفات کا کوئی غیر معمولی سبب ہے تو اسے بیان کیا جائے۔

2. **آثار اور تالیفات:** کتاب شناسی میں مولف کے دیگر آثار اور تالیفات کا اجمالی تعارف پیش کیا جائے۔

3. **پیش نظر کتاب کا تعارف:** پیش نظر کتاب کے تعارف میں کتاب کی تالیف کے بارے میں مولف کا انگیزہ اور تالیف کے اسباب بیان کیے جائیں۔ کتاب کی نوع اور روش تالیف بیان کی جائے، کتاب کے بنیادی ماخذ اور منابع اور ان کی حیثیت اجاگر کی جائے۔ کتاب کے مطالب، کتاب کی مختلف جلدوں اور اس کی طباعت اور مطبوعہ نسخوں کے بارے میں حتی الامکان میسر معلومات فراہم کی جائیں۔ اگر کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے تو اس کی رپورٹ درج کی جائے۔ نیز مربوط علم اور فن میں کتاب کی علمی حیثیت اور مقام و مرتبہ اجاگر کیا جائے۔

*****

References

1. Abu Bakr Ahmad bin Ali bin Thabit bin Ahmed bin Mahdi, Al-Khatib al-Baghdai, *Tarikh Baghdad*, Vol. 2 (Beirut, Dar al-Gharb al-Islami, dn.), 161.

ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی، الخطیب البغدای، *تاریخ بغداد*، ج2 (بیروت، دار الغرب الاسلامی، سن ندارد)، 161۔

2. Ibn Jarir, Tabari, *Tarikh Tabari*, mutrajam: Muhammad Ibrahim, Nadvi, Vol. 3 (Karachi, Nafees Academy, 2004), 13.

ابن جریر، طبری، *تاریخ طبری*، مترجم محمد ابراہیم، ندوی، ج3 (کراچی، نفیس اکیڈمی، 2004)، 13۔

3. Jawad Ali, *Tarikh Tabari k Mahkhaz ka Tanqidi Jaiza*, mutrajam: Nisar Ahmad Farooqi (Delhi, Maktaba Burhan, 1980), 175-180.

جواد علی، *تاریخ طبری کے ماخذ کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ*، مترجم نثار احمد فاروقی (دہلی، مکتبہ برہان، 1980)، 175-180۔

4. Ibid, 82.

ایضاً، 82۔

5. Ibid, 131.

ایضاً، 131۔

6. Muhammad bin Jarir, Tabari, *Tarikh Tabari*, Mutrajam: Muhammad Siddiq, Hashmi, Vol.1. (Karachi, Nafis Academy, 2004), 12.

محمد بن جریر، طبری،تاریخ طبری، مترجم محمد صدیق، ہاشمی ج1 (کراچی، نفیس اکیڈمی،2004)، 12۔

7.Ibid, 13-252 (Hisa doom).

ایضاً،13- 252 (حصہ دوم)

8. Ibid, 132.

ایضاً،132۔

9. Tabari, *Tarikh Tabari*, Vol. 2, 210.

طبری،تاریخ طبری،ج2، 210۔

10. Ibid, 475.

ایضاً،475۔

11. Ibid, Vol. 4, 372.

ایضاً،ج4، 372۔

12. Ibid, Vol. 5.

ایضاً،ج5

13. Jawad Ali, *Tarikh Tabari k Mahkhaz ka Tanqidi Jaiza*, 73-80.

جواد علی،تاریخ طبری کے ماخذ کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ، 73-80۔

14. Tabari, *Tarikh Tabari*, 13.

ابن جریر، طبری،تاریخ طبری،، 21۔

Editorial

The current issue of quarterly Research Journal *Noor-e-Marfat* is here with a bit of delay. Of course, it will be a matter of concern for the readers. I would justify this delay by reasoning that our first priority is to move within national stream line and recognition by HEC for 2022-2023 that is still in process. Of course, the researchers and readers are being affected by this delay. We hope and request to the R&D authorities of HEC to facilitate researchers and university students by recognizing national research journals like quarterly *Noor-e- Marfat*! God willing it will happen soon.

As far as the articles of the 57th issue of the *Noor-e- Marfat*, the first article is entitled as "Qur'anic Argument on *Tahreef Al-Ahadeen* – A Critical, Analytical Review". In this paper, the Qur'anic arguments on the distortion of *Ahadeen* (Torah and the Gospel) have been examined. The writers have covered the related verses of Holy Quran and the different opinions of the commentators as much as possible. They have examined the case and come to the conclusion that the term distortion of *Ahadeen* cannot be proved from the verses of the Holy Quran. Rather, some verses of the Holy Quran present the Torah and the Gospel as books of guidance.
Yes, even if the Quranic verses indicate the distortion of these books, it will indicate their semantic distortion. Which means that some people used to derive their worldly demands from these books and they attributed these demands to the teachings of these books and consequently to God. But this does not mean that there is a literal distortion in the Torah and the Gospel.

The 2nd paper in this issue entitled as "The Collective Benefits of Prayer in the Light of the Qur'an and Hadith" claims that the rationale of the prayer is to direct a person towards modest and

good qualities. Prayer not only brings the gift of nearness and closeness to God, but it is the highest religious duty that affects the collective thinking and vision of the society and the character of the youth and children.
According to this article, the prayer contains individual, social, political, worldly and hereafter benefits and blessings. Prayer is the cause of uniting human hearts and creating empathy and brotherhood among believers. It paves the way for good friendship. Due to the propagation of Islam at the international level and the change in political affairs and the creation of religious authority. In view of the same benefits of prayer, this becomes obligatory.

The 3rd article of this issue is also related to *Masjid* and prayer. This article under the title of "Obstacles in Effective Relation between Youth and *Masajid* and their Solutions" proves that *Masjid* are not only religious but also social, political, moral, educational and welfare centers that prepare the leadership of Islamic society. According to the author, mosques are the heart of the Islamic society. With the blessing of *Masjid* inject the blood of faith, knowledge, dignity and honesty in the veins of the entire society.
On the other hand, the young generation in the present era is suffering from anarchy and chaos; economic, social, moral and sexual crimes are becoming common. So, it is necessary that there should be a close attachment of the youth with *Masjid that is* unfortunately, weekend now a days. Rather, there are a number of obstacles to an effective relationship between *Masjid* and the youth. In this paper, it has been pointed out the lack of proper education and training, spiritual and sports environment are major causes of the distance between the youth and the *Masjid*. Similarly, the distance of *Masjid* from residential areas, the external structure and the lack of proper hygiene, etc. are also main obstacles that keep youth away from the *Masjid*. That is why

Masjid should gain the status of educational and cultural centers.

The 4th article of the current issue under the title "Impact of Karbala Incident on Urdu Poetry: In the Context of Azad Kashmir" reminds us of the unparalleled sacrifice and jihad of the Syed al-Shahada Hazrat Imam Hussain (AS) at Karbala. This paper also attracts the attention of the scholars towards the present day Karbala of Kashmir. This paper highlights the literary background of Azad Kashmir. According to the writer, the tradition of Urdu poetry in this region spans three centuries. But, the incident of Karbala has had a certain impact on all genres of Urdu poetry and the poets of Azad Kashmir have made Karbala the theme of the continuation and rise of the incident in all kinds of their poetry. As a result, the incident of Karbala has provided the people of Kashmir with the spirit of revolutionary struggle against the autocratic and colonial rulers.

In the 5th article, the history of the formation of feminism is examined in detail. According to this article, the feminism's movement is one of the most important contemporary movements that calls for the abolition of discrimination against women. But if the ideas and actions of the pioneers of this movement are carefully studied, it is known that the principles on which the feminism's movement claims the rights of women are not compatible with the honor and dignity of women as human beings. Author suggests that the Muslim countries should provide the environment for women's honor and dignity and their political and social activity so that Muslim women can avoid the cultural invasion of feminism imported from Europe.

Under the title "A Modal for Mentor Teachers Efficiencies (In the light of Hazrat Musa & Khazir's Event)" the 6th paper provides guiding principles for mentor teachers training. In fact, this paper discovers a model of teacher training based on

the Qur'anic story of Hazrat *Musa* and *Khidr* (A.S). Applying this modal, the appropriate selection of mentors is possible and their capacity could be increased in the right direction. This modal consist upon three excellent characteristics of mentors, i.e. obedience, leadership and special knowledge. The characteristics have been highlighted and demonstrated in this paper. According to the author the theory of Islam in this regard is different from the theory of postmodernism as the mentors coaches, guided by this theory develop a character of *Sharh-e Sadr* (open mind) that in itself provides the opportunity to acquire the "Special Knowledge" directly acquired from almighty Allah.

The final paper, titled "The Methodology of Bibliography - *Tareekh e-Tabari_ taken* as a Sample" discusses about the proper methodology of bibliography. According to the author, while writing a bibliography, it is very important to take special care the point that there are a few books that are fundamental in all sciences and Arts. These books are called as "First-Hand" sources or Reference Books. These books are the basic requirement of a student related to any field of science or arts. Therefore, at the first stage, identification, awareness and acquisition of such books should be done.

Anyhow, while writing a bibliography, it is necessary to describe the introduction of the author, the works and compilations of the author and the motivation of the author and the reasons for the compilation of the book. While writing a bibliography, the title of the book, its subject, sources, content, order of the chapters and presentation of the content, quality and the level of the content and the publication characteristics and its printed versions should be delivered. The type and method of compilation of the book should also be described. And the basic sources of the book and their status should be highlighted. Information should be provided about the volumes

of the book. Author of this article has presented a sample work by writing the bibliography of *Tareekh e-Tabari*.

Of course, 57th issue of quarterly research journal "*Noor-e-Marfat* will satisfy the academic thirst of our readers, and God willing, this effort will upgrade the knowledge level of our readers and would be a source of advanced learning!

Dr. Sheikh Muhammad Hasnain
Editor Quarterly *Noor-e-Ma'rfat*

NATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Humauoon Abbas
Islamic Studies Department, Govt. College University, Faisalabad.

Dr. Hafiz Tahir Islam
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Dr. Aafia Mehdi
Islamic Studies Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

Dr. Syed Qandil Abbas
International Relations Department, Quaid-I-Azam International University, Islamabad.

Dr. Zahid Ali Zahidi
Islamic Studies Department, University of Karachi.

Dr. Muhammad Riaz
Islamic Studies Department, University of Baltistan, Skardu.

Dr. Muhammad Shakir
Psychology & Human Development Department, University of Bahawalpur.

Dr. Muhammad Nadeem
Ph.D. Education, Govt. Sadiq Egerton College Bahawalpur.

Dr. Raziq Hussain
Ph.D International Relations NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat. Islamabad.

INTERNATIONAL ADVISORY BOARD

Dr. Waris Matin Mazaheri.
Islamic Studies Department, Jamia Hamdard, New Delhi, India.

Dr. Syed Zawar Hussain Shah
Ph. D. Quranic Sciences and Hadith, Anjuman-e-Hussani, Oslo, Norway.

Dr. Syed Ammar Yaser Hamadani
Ph.D Quran & Law, Al Mustafa International University Iran.

Dr. Ghulam Raza Javidi
History Department, Katum-un-Nabieen University, kabul, Afghanistan.

Ghulam Jaber Mohammadi
Ph.D. Quran & Educational Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Ghulam Hussain Mir
Ph. D. Comparative Hadith Sciences, Almustafa International University, Iran.

Dr. Shahla Bakhtiari
History Department, Alzahra University, Tehran, Iran.

Dr. Faizan Jafar Ali
Urdu & Persian Organization Pura Maroof Mau U.P. India.

Composer & Designer: **Babar Abbas**

Editor-in-Chief & Publisher:
Syed Hasnain Abbas Gardezi
Chairman Noorul Huda Trust, Islamabad.

. MANAGERIAL BOARD

Editor:
Dr. Muhammad Hasnain
Ph.D. Islamic Theology & Philosophy, NoorulHuda Trust®, Islamabad.
Asst. Editor:
Dr. Nadeem Abbas Baloch
Ph.D. Islamic Studies, National University of Modern Languages, Islamabad.
Asst.Research Affairs:
Dr. Muhammad Nazir Atlasi
Ph.D. Quranic Sciences, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
Advisor to Editor:
Dr. Sajid Ali Subhani
Ph.D. Arabic literature, Jamia-tu-Raza Registered, Islamabad.
IT Supervisor:
Dr. Zeeshan Ali
Ph.D. Computer Sciences.
IT Co-ordinator:
Fahad Ubaid
MS(CS).

EDITORIAL BOARD

Dr. Hafiz Muhammad Sajjad
Islamic Studies Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Ayesha Rafique
Islamic Studies Department, Gift University, Gujranwala.
Dr. Abdul Basit Mujahid
History Department, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Dr. Roshan Ali
Islamic Studies Department, IMCB, Islamabad.
Dr. Karam Hussain Wadhoo
Islamic Culture Department, Regional Directorate of Colleges, Larkana.
Dr. Ali Raza Tahir
Philosophy Department, Punjab Univeristy, Lahore.
Dr. Zulfiqar Ali
History, NoorulHuda Markaz-e Tehqeeqat.
Dr. Syed Nisar Hussain Hamdani
Ph.D. Economics, (Divine Economics), Chairman Hadi Institute Muzaffarabad AJK.

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 13 Issue: 3 Serial Issue: 57

Jul. to Sep. 2022 (Zolhaj to Safer 1444Hijri)

Applied for Recognition by

Higher Education Commission, Pakistan

Editor

Dr. Muhammad Hasnain

ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-1002-153X

E-mail: editor.nm@nmt.org.pk+noor.marfat@gmail.com

Publisher: Noor Research & Development (Pvt.) Islamabad

Registration Fee: Pakistan, India: PKR:1000; Middle East: $70; Europe, America, Canada: $150

Indexed in

www.australianislamiclibrary.org/noor-e--marfat.html

https://iri.aiou.edu.pk/indexing/?page_id=37857

https://www.archive.org/details/@noor-e-marfat

https://www.tehqeeqat.org/urdu/journalDetails/132

EBSCOhost

https://www.ebsco.com/

https://orcid.org/0000-0001-593-4436

Applied for Indexation

https://www.brill.com

https://www.noormag.ir

https://www.almanhal.com

https://www.scienceopen.com

https://www.aiou.academia.edu/NooreMarfat

https://www.scholar.google.com/

Websites

http://nooremarfat.com

https://www .nmt.org.pk/

eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nmt.org.pk
www.nooremarfat.com
Declaration No: 7334

Quarterly Research Journal

NOOR-E-MARFAT

Vol. 13 Issue: 3 Serial Issue: 57 Jul. to Sep. 2022

- The Background & Roots of Fiminism
- Social Benefits of Prayer (In the Light of Quran and Hadith)
- Impact of Karbala on Urdu Poetry (In the Context of Azad Kashmir)
- The Methodology of Bibliography: *Tareekh e-Tabari,* a Sample Work
- Qur'anic Arguments on the Distortion of The Torah & Gospel, An Analytic Study
- Effective Association between Youth and *Masajid*: Barriers and their Removal
- The Mentor Teachers Efficiencies Model (In the light of Hazrat Musa & Khazir's A.S Event)

Noor Research & Development (PVT LTD) Islamabad